

ملتان لنگاہِ دُور میں

تاریخِ ملتان کے سال ۱۷۳۷ء سے ۱۷۷۳ء تک
تاریخی واقعات، ثقافت، شخصیات

— ان —
عمر کمال خان
ایڈووکیٹ

بزمِ ثقافت

ملتان

قاصی

لنگاہ دور میں

تاریخ ملتان کے سال ۱۲۳۷ء سے ۱۵۴۳ء

♦ تک کے تاریخی واقعات ♦

لزر

عمر کمال خان

ایڈووکیٹ

ناشر

بزمِ ثقافت

== ۴ مائی مہربان چوک فوارہ ملتان ==

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	ملتان لنگاہ دور میں
نام مصنف	عمر کمال خان ایڈووکیٹ
ناشر	بزم ثقافت ۳ مائی مہربان چوک فوارہ ملتان
کمپیوٹر کمپوزنگ	عادل کمپیوٹر گرافکس ۱۲ احمد آرکیڈ النگ بوہڑ گیٹ ملتان
تعداد	پانچ سو ۱۰۰۰
سال طباعت	۱۹۹۵ء
قیمت	ایک سو روپیہ
کتابت اغلاط	محمد اکمل
طباعت	دفا پرنٹنگ اینڈ پبلیشنگ ملتان

مرزا نصیر بیگ آف سیکرٹری بزم ثقافت ملتان نے
دفا پرنٹنگ اینڈ پبلیشنگ ملتان سے طبع کرایا

انتساب

میں اپنی اس ناچیز تحقیقی کاوش کو
 اپنے دادا بزرگوار
 علامہ شہزادہ حکیم حفیظ اللہ خان خدکہ سدوزئی مرحوم و مغفور
 کے نام معنون کرتا ہوں

عمر کمال ایڈووکیٹ مصنف کتاب ہذا

ت عرض مصنف

برصغیر میں علاقائیت کے مختلف اسباب رہے ہیں۔ بنیادی وجہ تو برصغیر کی بے پناہ جغرافیائی وسعت ہی ہے لیکن برصغیر کی بولقلمونی اور اسکا مختلف اقوام و مذاہب رنگ و نسل کا گلدستہ ہونا۔ مرکز سے مختلف علاقوں کی دوری حکمران طبقوں کا غرور اور احمق پن غیر ملکی حملہ آوروں کی مداخلت مرکز میں آئے دن کا قیادتی بحران طوائف الملوکی علاقائی نا انصافیاں نیز رنگ و نسل ذات پات اور طبقاتی تفرقہ بازی جیسے عوامل بھی برصغیر میں علاقائیت کو پروان چڑھاتے رہے ہیں اور نیز یہ سب عوامل دیگر ممالک اور علاقوں میں بھی علاقائیت کے نظریات پھیلانے کا باعث ہو سکتے ہیں۔ انہی عوامل کے تحت مختلف ادوار میں برصغیر میں علاقائی حکومتیں قائم ہوتی رہی ہیں۔ اور ایسی علاقائی حکومتوں کی تاریخ برصغیر کی مشترکہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ اور جن مورخین نے بھی برصغیر کی مشترکہ تاریخ قلمبند کی ہے انہوں نے برصغیر کی معروف علاقائی حکومتوں مثلاً "بنگال، بہار، اودھ، مالوہ، گجرات، سندھ، دکن کی حکومتوں کو نظر انداز نہیں کیا اور ان تمام علاقائی حکومتوں پر ایک الگ باب قلمبند کر کے انکی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ برصغیر کے معروف مورخین نے ملتان میں قائم ہونے والی مختلف ادوار میں علاقائی حکومتوں میں سے نگاہ دور حکومت کو برصغیر کی اہم علاقائی حکومت قرار دیتے ہوئے اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور برصغیر کی مشترکہ تاریخ میں ملتان کے اس دور حکومت کو برصغیر کی علاقائی حکومتوں کے باب میں شامل کیا ہے۔

ملتان برصغیر کا قدیم ترین شہر ہے جو ایک وسیع و عریض علاقے کا ہمیشہ جغرافیائی اور سیاسی صدر مقام رہا ہے اس شہر کی اقتصادی معاشرتی اور مذہبی اہمیت کی وجہ سے اس علاقے کو مختلف ادوار میں سیاسی طور پر کامل آزادی نیم آزادی یا صوبہ جاتی حیثیت حاصل رہی ہے لیکن ملتان کی قدیم و وسطانی تاریخ پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں کیونکہ ملتان کو ان ادوار کا مورخ دستیاب نہیں ہوا اسلئے ملتان کے ان تاریخی ادوار پر کام کرنے کی اشد ضرورت رہی ہے خصوصاً "ملتان قدیم، ملتان برہمی دور میں، ملتان بنو منبہ کے دور

میں، ملتان قرامط کے دور میں اور ملتان لنگاہ دور میں جیسے اہم ابواب ملتان سے معیت کرنے والے تاریخی محققین کی توجہ کے خصوصی مستحق تھے۔ خصوصاً "تاریخ ملتان کا لنگاہ دور" ایسا اہم دور حکومت تھا جسے برصغیر کے تمام مورخین نے توجہ کے قابل سمجھا اور اس دور پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالی لیکن لنگاہ دور حکومت پر آج تک میر حاصل اور مبسوط کام نہ ہو سکا تھا۔ کچھ عرصے سے پاکستان کے لوگوں میں ذات برادری کی طرف رجحان بے حد بڑھ گیا ہے۔ اور اس رجحان کے تابع ایسی تصانیف منظر عام پر آرہی ہیں جن میں مصنفین نے تمام مسلمہ و جائز تحقیقی اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے ذات برادری کے غلو میں بے حد افراط و تفریط کا مظاہرہ کیا ہے ایسی تصانیف کو کسی طور پر بھی مثبت تحقیقی کارنامے نہیں کہا جاسکتا۔ ایسی ہی افراط و تفریط کا شکار لنگاہ دور پر بعض تحریروں کے مطالعے کے بعد میں نے یہ طے کیا کہ میں تاریخ ملتان کے اس اہم باب پر ایسا مستند تحقیقی مواد پیش کروں جو تاریخ ملتان کی تدوین کے سلسلہ میں ایک اہم قدم ثابت ہو۔ ایسا کام صرف غیر لنگاہ شخص انصاف کے ساتھ بلا کم و کاست کر سکتا تھا چنانچہ ملتان سے میری دائمی محبت نے مجھے مجبور کیا اور میں نے اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات میں سے جو وقت بھی مجھے ملا وہ میں نے ملتان کے اس اہم تاریخی باب کی تحقیق پر صرف کیا اور ایسا مواد اکٹھا کر دیا ہے جس سے ملتان کے لنگاہ دور کی تاریخ پر جو دبیز پردے پڑے ہوئے تھے وہ اٹھادیئے ہیں۔ اور لنگاہوں کے بارے میں جو بے سرو پا تاریخی غلط فہمیاں پھیلای گئی تھیں۔ انکا تحقیقی طور پر ازالہ کر دیا اور اس طرح سے جو تحقیقی کام کیا ہے اس میں ملتان کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کر کے اس دور کے ملتان کی سیاسی ثقافتی تاریخی اور عمرانی زندگی مکمل طور پر قارئین کے سامنے پیش کر دی ہے نیز اس سلسلہ میں میں نے نہ صرف لنگاہوں کے اصل اور انکا ملتان سے تعلق پر روشنی ڈالی ہے بلکہ انکی بلوچستان میں معاشرتی زندگی کو بھی اجاگر کیا ہے میں نے پوری کوشش کی ہے کہ اس کاوش میں صرف تاریخی واقعات پر ہی روشنی نہ ڈالی جائے بلکہ اس دور کے نظام حکومت ثقافت علم و ادب اہم شخصیات اور لنگاہ دور کے عروج و زوال کی مکمل داستان پیش کی جائے تاکہ قاری کی مکمل علمی و تحقیقی تشفی ہو سکے۔ نیز اس

تصنیف کو مزید وسیع بنانے کے لئے اس میں حواشی اشاریہ۔ اور اہم کتابیات کی فہرست شامل کر دی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس ناچیز کاوش سے ملتان کی تاریخ کا یہ اہم باب مکمل طور پر ثبت انداز میں اجاگر ہو جائے گا۔ اور آئندہ تاریخ ملتان کے دیگر ابواب پر بھی تحقیقی کام میں پیش رفت ہوگی۔ اور جلد ہی تاریخ ملتان کی مکمل طور پر تدوین ہو جائے گی۔ میں نے اس تحقیق پر تعصب غلو قبائلی برتری یا دیگر غیر منصفانہ عوامل کو اثر انداز ہونے نہیں دیا۔ جب یہ تحقیقی مواد کتابی صورت میں شائع ہو گا تو نہ صرف یہ تاریخ ملتان کے سلسلہ میں ایک اہم کوشش ہوگی بلکہ میری دانست میں مطالعہ پاکستان کے سلسلہ میں ایک قابل قدر اضافہ ہوگا۔ اس تصنیف کی تکمیل کے دوران کئی مقامات پر تحقیقی مشکلات پیدا ہوئیں جس پر میں نے برادر م پروفیسر ڈاکٹر عاشق محمد خان درانی صدر شعبہ تاریخ بہاؤ الدین ذکریا یونیورسٹی ملتان اور برادر م پروفیسر غلام محمد لاکھو صاحب پاکستان سنڈی سنٹر سندھ یونیورسٹی جام شورو سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی تحقیقی مشکلات کو آسان کیا میں ان دو حضرات کے علمی تعاون پر تمہ دل سے شکر گزار ہوں۔ مسودہ کی تکمیل کے بعد جناب پروفیسر ڈاکٹر مبارک علی خان ڈائریکٹر گورنمنٹ انسٹیٹیوٹ لاہور جو پاکستان کے نامور اور منفرد مورخ ہیں نے کمال مہربانی سے مسودہ کا مطالعہ کیا اور میری اس ناچیز کاوش کو متعارف کرایا ہے میں انکی اس قدر افزائی پر مصمم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرے مسودہ کی کتابت کے فرائض ”عادل کمپیوٹر گرافکس“ ملتان نے کافی عرقریزی سے کر کے مجھ پر احسان کیا ہے انکا بھی شکریہ۔ جناب اسلم وفا صاحب کی نگرانی میں کتاب کے اغلاط اور کتابت ہذا کی طباعت سرانجام پائی ہے وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں آخر میں مرزا صغیر بیگ آفس سیکرٹری بزم ثقافت ملتان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے وقت بے وقت اس مسودہ کی کتابت سے لیکر طباعت کے دوران اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری بے دریغ امداد کی ہے اللہ تعالیٰ انکو اجر عظیم عطا کرے۔ اب یہ ناچیز کاوش قارئین اور محققین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ناچیز

عمر کمال خان (سدوزئی) ایڈوکیٹ

۷ تعارف

از پروفیسر ڈاکٹر مبارک علی خان

برصغیر ہندوستان کی تاریخ کا مرکز اب تک مرکزی شاہی خاندان اور حکومتیں رہی ہیں۔ اور مورخین بھی اسی تاریخ پر تحقیق کرتے رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علاقائی حکمرانوں اور حکومتوں کی تاریخ کو نظر انداز کر دیا گیا اور مرکز سے دور جو سیاسی ثقافتی اور علمی سرگرمیاں ہو رہی تھیں۔ ان کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ اس لئے جدید مورخ کو علاقائی تاریخ لکھنے میں کئی لحاظ سے دشواری پیش آتی ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ہم عصر تاریخوں میں علاقائی تاریخ کا بہت کم مواد ہوتا ہے۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو وہ اسے مرکز کے نقطہ نظر سے لکھتے ہیں۔ اور علاقائی تاریخ کے جذبات اور روح کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اکثر درباری مورخین کے نزدیک چونکہ یہ علاقائی حکومتیں مرکز سے بغاوت کر کے آزاد اور خود مختار ہوئیں تھیں۔ اس لئے وہ انہیں امپائر کا ایک حصہ سمجھتے ہوئے ان کی خود مختاری کو تسلیم نہیں کرتے ہیں اور حکمرانوں کے نظم و نسق پر اعتراضات کرتے ہیں۔ چونکہ مرکزی حکومت انہیں اپنا علاقہ سمجھتی ہے اس لئے وہ برابر اس کے حصول میں کوشاں رہتی ہے۔ اس تضاد کی وجہ سے علاقائی حکومتوں میں ہمیشہ عدم تحفظ کا احساس رہا ہے۔

اس کے علاوہ علاقائی درباروں کے مورخوں نے اگرچہ اپنے علاقوں کی تاریخیں لکھی ہیں۔ مگر بہت کم۔ ان میں سے اکثر زمانہ کی دست برد کے ہاتھوں تباہ ہو گئیں اور باقی جو بچی ہیں۔ وہ اس قدر کم ہیں کہ ان کی بنیاد پر مکمل اور جامع تاریخ نہیں لکھی جاسکتی ہے۔

تحریری تاریخ کے علاوہ تاریخ کے دوسرے ماخذ جن میں آثار قدیمہ کتبہات کے اور تصاویر وغیرہ ہیں۔ وہ بھی تاریخ کے بارے میں زیادہ مواد فراہم نہیں کرتے۔ اس لئے علاقائی تاریخ کے جدید مورخوں کے لئے تاریخ لکھنا صبر آزما اور مشکل کام ہے۔ خوشی اس بات کی ہے کہ جناب عمر کمال خان نے ان دشواریوں کے باوجود علاقائی تاریخ کو

مرتب کرنے کا کام کیا ہے۔

علاقائی تاریخ کی اپنی جگہ اہمیت ہے۔ کسی علاقہ کا مرکز سے جدا ہونا۔ اور خود مختار حکومت قائم کرنے کا مطلب یہ تھا کہ حکمران طبقے اور عوام مرکزی حکومت سے خوش نہ تھے اور خود مختاری ان کی محرومیوں کے نتیجہ میں پیدا ہوئی تھی اکثر حالات میں خود مختاری کی صورت میں علاقائی علاقے میں خوش حالی آئی اور ترقی ہوئی۔ مگر یہ بھی ہوا کہ اگر حکمران خاندان نااہل ہوئے تو یہ خود مختاری عوام کی حالت کو بہتر نہیں بنا سکی اور اس کا فائدہ چند خاندانوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہوا۔

شخصی حکومتوں میں عوام اور معاشرہ اس وقت تک خوش رہتے ہیں کہ جب تک اہل اور باصلاحیت افراد مسند اقتدار پر بیٹھتے ہیں۔ لیکن اگر نااہل اور آرام طلب افراد حکومت کی باگ ڈور سنبھال لیتے ہیں۔ تو اس کے ساتھ ہی عوام کے لئے مصیبت و پریشانی کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے عوام کے لئے سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں رہتا تھا کہ وہ ظالم اور نالائق بادشاہ سے نجات کے لئے بیرونی امداد طلب کریں۔ جیسا کہ لنگاہ دور میں سلطان محمود خاں ثانی کے دور حکومت میں ہوا۔

اس دور کی تاریخ کے مطالعہ سے ایک بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ جب بھی حکومتیں بدلتی ہیں۔ حکمرانوں کی آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔ اور حملہ آور آتے تھے تو اسکا شکار عوام ہوتے تھے۔ شہروں و دیہاتوں کا لٹنا قتل عام عورتوں کی آبروریزی اور لوٹ مار عام باتیں تھیں۔ چنانچہ جب ارغونوں نے ملتان پر حملہ کیا تو انھوں نے مذہب و ملت کی پرواہ کئے بغیر شہر میں خوب لوٹ مار کی آج کی طرح اس وقت بھی فرق فاتح اور مفتوح کا ہوا کرتا تھا۔ اور فاتح شکست خوردہ لوگوں پر کوئی رحم نہیں کھاتے تھے چاہے وہ ان کے ہم مذہب ہی کیوں نہ ہوں۔

خوشی کی بات ہے کہ جناب عمر کمال خان نے ملتان کے لنگاہ دور کی تاریخ لکھ کر پندرہویں صدی عیسوی کی ملتان کی علاقائی تاریخ کے ایک خلاء کو پر کیا ہے۔ ملتان شہر کی اپنی تاریخی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔ اس شہر کے ارد گرد زمانہ قدیم سے لے کر اب

تک جو تاریخی واقعات ہوئے ہیں۔ وہ ہماری قومی تاریخ کا ورثہ ہیں۔ لنگاہ دور حکومت کے بارے میں اب تک کوئی جامع اور مکمل تاریخ نہیں تھی۔ اس کی کو جناب عمر کمال خان نے پورا کر دیا ہے اور آئندہ لنگاہ تاریخ پر جو بھی کام ہو گا۔ ان کی کتاب بنیاد کا کام دے گی۔

جناب عمر کمال خان نے لنگاہ حکمرانوں کی قومیت کے بارے میں جو رائے دی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ نسل "راجپوت" تھے۔ اگرچہ ہماری تاریخ میں یہ ہوا ہے کہ جب بھی مقامی لوگ حکمران بنے تو انہوں نے فوراً اپنا رشتہ ایران و عرب سے جوڑ کر خود کو غیر ملکی بنا لیا۔ سندھ میں سومرہ اور سمہ خاندان والوں نے یہی کیا۔ اور اسی قسم کی کوشش کلمہوڑہ دادپوڑا خاندانوں کی ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک حکمران طبقات کا تعلق ایران، وسط ایشیا، اور عرب سے ہوا کرتا تھا۔ اور نسل "یہ خود کو برتر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ معلوم ہوتا ہے کہ لنگاہ خاندان کو بھی عربی النسل بنانے کی کوشش ہوئی۔ مگر اس کے باوجود ان کا مقامی ہونا مستند رہا اور ان کی حکمرانی میں رکاوٹ ثابت نہیں ہوا۔

جناب عمر کمال خان کی تحریر سے ایک اور بات جو سامنے آتی ہے۔ وہ یہ کہ پندرھویں صدی عیسوی میں 'سندھ' ملتان اور پنجاب میں سیاسی کشیدگی اور انتشار عروج پر تھا۔ ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ جنگ و جدل، اور ایک دوسرے کے علاقوں پر قبضے کی کوشش متواتر رہتی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حکومت کے تمام اخراجات فوج پر صرف ہو جاتے تھے اور معاشرہ کی فلاح و بہبود کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ جنگ و جدل کی وجہ سے معاشرہ بھی ذہنی طور تشدد اور خونریزی کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ اکثر صوفیاء کے بارے میں یہ تاثر ہے کہ وہ سیاست سے دور رہتے تھے۔ مگر لنگاہ دور میں ملتان کے صوفیاء خاندانوں کا جو ذکر آیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سیاست میں حصہ لیتے تھے اور اقتدار کی جنگ میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔ ان میں اکثر صوفیاء دہلی کی سلطنت کے حامی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ لنگاہ حکمرانوں نے ان کا اثر توڑنے کے لئے

اپنی پسند کے صوفیاء کی سرپرستی کی۔

جناب عمر کمال خان نے سیاسی تاریخ کے ساتھ ساتھ لنگاہ دور میں ہونے والی علمی و ثقافتی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر سیاسی حالات ابتر تھے۔ اور انتشار کا دور دورہ تھا۔ مگر ان حالات میں بھی علمی و ثقافتی کام ہو رہے تھے۔

زوال کے اسباب میں جناب عمر کمال خان نے جن پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے۔ وہ آج بھی اس جمہوری دور میں صحیح ہیں۔ جب بھی حکمران طبقوں میں بدعنوانیاں جڑ پکڑ لیں گی۔ مراعات کو مخصوص طبقوں کے لئے محدود کر دیا جائے گا۔ نااہلیت کی سرپرستی کی جائے گی۔ علم و ادب کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ قانون کی بالادستی ختم ہو جائے گی۔ سازش و دھوکہ دہی کے ذریعہ اقتدار حاصل کیا جائے گا، اور عوام کی فلاح و بہبود کو بھلا دیا جائے گا۔ تو اس صورت میں حکومتیں اور معاشرے زوال پذیر ہو کر تاریخی گمنامی میں چلے جائیں گے۔

کہتے ہیں کہ معاشرے تاریخ سے سیکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ لنگاہ دور کی یہ تاریخ بھی ہمارے حکمرانوں اور عوام کو کچھ شعور دے اور وہ تاریخ سے سیکھ کر اپنے حال اور مستقبل کو بہتر بنائیں۔

آخر میں میں جناب عمر کمال خان کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ وہ ایک محتاط محقق ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کو لکھنے میں جو مواد اکٹھا کیا ہے اور حوالہ جات دیئے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بنیادی اور جدید مواد سے پورا پورا استفادہ کیا ہے۔ کتابیات اور اشارہ جات کی وجہ سے کتاب کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی ہے۔ اس بات کی خوشی ہے کہ انہوں نے سہل اور آسان زبان لکھی ہے اور علمی مطالب کو بڑی خوبی سے تحریر کیا ہے۔

مبارک علی

گوئے انسٹی ٹیوٹ لاہور،

مارچ ۱۹۹۰ء

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار ابواب
	عرض مصنف	
	تعارف از ڈاکٹر مبارک علی خان	
۱	لمتان ابتدائے آفرینش سے لنگاہوں کی آمد سے پہلے تک	۱- باب اول
۷	لنگاہ سریر آرائے حکومت لمتان ہوتے ہیں	۲- باب دوم
۱۵	ذکر حکومت سلطان قطب الدین محمود لنگاہ	۳- باب سوم
۲۳	سلطان حسین خان لنگاہ اول	۴- باب چارم
۴۱	سلطان فروز لنگاہ	۵- باب پنجم
۴۴	سلطان حسین لنگاہ دوم	۶- باب ششم
۴۸	سلطان محمود خان لنگاہ	۷- باب ہفتم
۶۴	لمتان کی حدود میں مرزا شاہ حسن کا پہلا حملہ	۸- باب ہشتم
۷۶	سلطان حسین لنگاہ ثانی	۹- باب نہم
۸۸	لشکر خان لنگاہ کا دور حکومت	۱۰- باب دہم
۹۱	عروج بخشو خان لنگاہ	۱۱- باب یازدہم
۱۰۵	باب دوازدہم وسعت سلطنت	۱۲- باب دوازدہم
۱۱۴	لمتان کے لنگاہ دور کی تہذیب و ثقافت	۱۳- باب سیزدہم
۱۲۲	باب چہار دہم شخصیات	۱۴- باب چہار دہم
۱۳۵	لنگاہوں کے عروج و زوال کے اسباب	۱۵- باب پندرہم
۱۵۰	لنگاہ کون ہیں؟	۱۶- ضمیمہ نمبر ۱
۱۵۴	بلوچستان میں لنگاہوں کی قبائلی حیثیت	۱۷- ضمیمہ نمبر ۲
۱۶۰	لنگاہوں کی اصل کے بارے میں متشرقین اور علماء کی رائے	۱۸- ضمیمہ نمبر ۳
۱۶۲	لنگاہوں کے عہد پر ایک نظر مولانا نور احمد خان فریدی	۱۹- ضمیمہ نمبر ۴
۱۶۴	اہم کتابیات	۲۰-
۱۶۹	فہرست الماکن	۲۱-
۱۷۴	فہرست اسامی	۲۲-
۱۸۱	سوانح مصنف	۲۳-

باب اول

ملتان ابتدائے آفرینش سے لنگاہوں کی آمد سے پہلے تک

ملتان برصغیر کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ ہندو مذہبی کتابوں کے مطابق ملتان آخری کرت گیا کے زمانے میں بھی آباد تھا۔ البیرونی (۱۷) کرت گیا سے دو لاکھ سولہ ہزار چار سو بتیس (۲۴۴۳۲) سال کا عرصہ شمار کرتا ہے۔ انیسویں صدی میں انگریز ماہرین آثار قدیمہ (۱۸) کی کھدائیوں کے نتیجہ میں "یہ شہر چار ہزار سال قبل ایک آباد مہذب اور معمور شہر تھا"۔ مرزا ابن حنیف کی زیر نگرانی جو کھدائیاں قلعہ کنہ ملتان (قاسم باغ) میں ہوئیں انکی رو سے آٹھ ہزار سال قبل تک یہاں انسانی آبادی کے سراغ پائے گئے ہیں۔

ملتان کئی بار آباد ہوا اور پھر امتداد زمانہ سے برباد ہو گیا اور مختلف ادوار میں اس شہر کے مختلف نام تھے ان ناموں کو ابو ریحان البیرونی (۱۷) نے اس ترتیب سے گنویا ہے۔

۱۔ کسیپا پورہ ظالم راجہ کسیپا کے نام پر جو ہندو دیوتا آڈیتا (۱۹) یعنی سورج دیوتا کا والد تھا۔ کسیپا پورہ کے نام کی تصدیق یونانی جغرافیہ دانوں کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے HECATEOUS اس شہر کا نام KASPAPURAS اور ہیراڈوٹس اسکو KASPATURAS لکھتا ہے۔ PTOLEMY اس کا نام KASPEIRA لکھتا ہے ان سب شہروں کے محل وقوع آج کے ملتان سے ملتے ہیں۔ سکندر اعظم نے جب ملتان پر حملہ کیا تو ملتان کو انہی ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ (۵۷)

۲۔ پرہلاڈ پورہ پرہلاڈ بھگت (۶۷) سے نسبت کی وجہ سے ملتان اس نام سے بھی مشہور ہوا تھا۔

۳۔ بھاگ پورہ زرممہ اوتار کی وجہ سے بھاگ پورہ کہلایا کیونکہ اس اوتار کا منہ اور

سرا انسان کا اور باقی دھڑ شیر یعنی بھاگ کی طرح تھا۔

۴۴۔ ہنس پورہ رام چندر جی کے بیٹے ہنس نے کسی دور میں اسے دوبارہ آباد کیا اس نسبت سے یہ شہر ہنس پورہ کے نام پر بھی کچھ عرصہ مشہور ہوا۔

۴۵۔ سنبھا پورہ راجہ سنبھا جس نے ملتان میں پہلے پہل سورج دیوتا کی پوجا شروع کرائی اس کے نام کی مناسبت کی وجہ سے یہ شہر سنبھا پورہ بھی کہلاتا تھا۔

۴۶۔ مولا ستھان (۷۷) سنسکرت میں مولا کے معنی اصل کے ہیں نیز مولا کے معنی ابتدائی شہر۔ شہروں کا بانی یا قدیم شہر بھی ہیں۔  سنسکرت میں مولا ایسے لکھا جاتا ہے ویسے ملتان تاریخی لحاظ سے دو ناموں سے زیادہ مشہور رہا ہے ابتدائی طور پر کسپا

پورہ۔ کاشپ پورہ یا کاشپ پور (۷۸) اور بعد ازاں مولا ستھان جو موجودہ دور میں تبدیل ہو کر ملتان ہو گیا۔ (۷۹) سنسکرت لٹریچر میں ملتان سورج دیوتا کی پوجا کے سلسلہ میں معروف تھا۔

اہل ہند جو اسکے ابتدائی باشندے تھے کے قول کے مطابق ابتداء میں ملتان کا حکمران راجہ ہریشکب تھا اسکی اولاد کافی عرصہ اسکے بعد حکمران رہی۔ ۵۱۸ ق م میں دارا اول شاہ ایران نے ملتان کو مطیع کیا اور یہ علاقہ اسکا باجگزار رہا۔ (۱۰۷) پھر سکندر اعظم نے ۳۲۶ ق م میں اس شہر کو فتح کیا پھر اسکا ذکر سندھ کے برہمن خاندان کے حکمران راجہ ہچھ کے دور میں آتا ہے اسوقت یہ شہر سندھ کی برہمن سلطنت کے شمالی صوبہ کا صدر مقام تھا۔ مشہور سیاح اور چینی مسافر ہیون تسانگ اکتوبر ۶۳۱ء میں راجہ ہچھ برہمن کے دور میں ملتان آیا وہ سورج دیوتا کے سنہری بت کا ذکر کرتا ہے جسکی پوجا کے لئے تمام ہندوستان سے پجاری آتے تھے۔ (۱۱۷)

مسلمانوں میں سب سے پہلے مہلب نے سال ۴۴ھ / ۶۳۱ء میں حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے دور میں ملتان پر افغانستان کے راستے حملہ کیا تھا۔ لیکن اس مرتبہ عرب ملتان پر قبضہ نہ کر سکے لیکن آخر کار محمد بن قاسم کی زیر سرکردگی جو مہم مکران کے راستے سندھ پر حملہ آور ہوئی وہ سندھ فتح کرنے کے بعد سال ۹۰ھ / ۷۱۳ء میں ملتان فتح کرنے میں

کامیاب ہو گئی۔ امیر داؤد نصر بن ولید عمانی پہلا عرب تھا جسے محمد بن قاسم نے ملتان کا حکمران مقرر کیا۔ (۱۲۷) اسکے بعد تقریباً پچاس برس ملتان کے متعلق تاریخوں میں کوئی بات نہیں ملتی سال ۱۵۱ھ میں ہشام بن عمر تغلبی حاکم منصورہ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ ملتان اگر فتح کر لو تو اس طرح ہندوستان میں آگے بڑھنے کے مواقع آسانی سے مل سکیں گے چنانچہ اس نے ملتان فتح کر لیا لیکن وہ آگے نہیں بڑھا اسکے بعد ملتان کا کوئی ذکر تاریخوں میں نہیں ملتا۔ سال ۱۸۳ھ میں محمد بن عدی دالمی سندھ ملتان جاتا ہے مگر شکست کھا کر واپس چلا آتا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس وقت ملتان ایک الگ ریاست تھی پھر تقریباً سو (۱۰۰) برس تک کسی کتاب میں ملتان کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ ۲۹۰ھ میں ابن رستہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس وقت ملتان میں بنو منبہ (۱۲۷) کی حکومت ہے۔ ۳۰۳ھ میں مسعودی ملتان آیا تو اس وقت ملتان کا حاکم ابوالباب منبہ بن اسد قریشی تھا اس خاندان کی حکومت سال ۳۷۲ھ تک قائم رہی سال ۳۷۵ھ میں بشاری مقدسی جب سندھ آیا تو ملتان میں اسماعیلی حکمران تھے اسماعیلیوں نے ملتان پر باہر سے حملہ آور ہو کر غلبہ حاصل نہ کیا بلکہ اسماعیلی داعی کافی عرصہ ملتان اور اسکے گرد و نواح تبلیغ کرتے رہے جب وہ کافی تعداد میں ہو گئے تو اندرون شہر بغاوت کرا کے حکومت ملتان پر قابض ہو گئے جلم بن شعبان (۱۲۷) ملتان کا پہلا اسماعیلی حکمران تھا اس نے ملتان پر قبضہ کر کے فاطمی خلیفہ کا سکھ اور خطبہ جاری کیا اور ملتان کے قدیم سورج دیوتا کے مندر کو توڑ ڈالا اور اسکی جگہ ایک جامع مسجد بنائی اس نے محمد بن قاسم کے وقت کی جامع مسجد کو بنو امیہ کی یادگار سمجھ کر بند کرادیا ملتان کے اسماعیلیوں کی حکومت کے زیر اثر یہ علاقہ ایک طرف لاہور کے راجہ جے پال کی سلطنت کی حدود سے ملتا تھا مغرب میں غزنویوں کے علاقہ سے متصل تھا اور جنوب میں منصورہ کی حکومت تھی اسماعیلیوں نے راجہ جے پال سے اتحاد کیا ہوا تھا جس پر سبکتگین نے تخت غزنی پر قدم رکھنے کے بعد سال ۳۷۲ھ ۶۸۲ھ میں ملتان پر حملہ کر دیا اس وقت ملتان کا حکمران شیخ حمید تھا جس نے سبکتگین سے مقابلہ کی طاقت نہ پا کر صلح کر لی شیخ حمید کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شیخ نصر ملتان کا حکمران ہوا اسکے بعد اس کا بیٹا ابوالفتح

(داؤد بن ۱۵) حکمران ہوا جس کے تعلقات سبکیں کے بیٹے سلطان محمود غزنوی سے کشیدہ ہو گئے جس پر محمود نے ملتان پر حملہ کر کے اسے محصور کر لیا اور ناچار شیخ داؤد نے خراج دیکر اپنی جان چھڑائی ملتان کے اسماعیلی حکمران سیاسی وجوہات کی وجہ سے راجہ جے پال اور اس کے ہندو شاہی خاندان کے حکمرانوں سے اندرونی طور پر متحد تھے اور سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملوں کے دوران محمود کی امداد نہ کرتے تھے جس پر سلطان محمود غزنوی سخت بر آفرودہ تھا چنانچہ ہندوستان پر اپنے پانچویں حملے کے بعد جب وہ واپس جانے لگا تو ملتان (۱۶) پر قبضہ کر کے اس نے ملتان کو عبرت ناک سزائیں دیں اور شیخ داؤد بن نصر بن حمید (۱۷) کو گرفتار کر کے غزنی لے گیا جہاں وہ بحالت نظر بندی اس جہان سے چل بسا ملتان میں اسماعیلیوں کی حکومت کا عرصہ کم و بیش پچیس سال بنتا ہے یہ اسماعیلی حکمران ایک طرف سے مصر کے فاطمی خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے دوسری طرف سے غزنویوں کے باغدار تھے اور اندرونی طور پر راجہ جے پال کے خاندان کے حکمرانوں کا دم بھرتے تھے سال ۵۵۹ھ میں ملتان پر شہاب الدین غوری نے قبضہ کر لیا اور ملتان کا انتظام ناصر الدین قباچہ کے سپرد کر دیا جس نے ملتان اچ اور سندھ میں اپنی نیم آزاد حکومت قائم کر لی ناصر الدین قباچہ بیس سال تک ملتان اور سندھ کی مشترکہ سلطنت پر حکومت کرتا رہا سال ۶۳۲ھ ۶۳۱ھ میں جب ناصر الدین قباچہ دہلی کے سلطان شمس الدین التمش سے شکست کھا کر جان بچاتے ہوئے دریائے سندھ میں ڈوب مرا تو ملتان پہلی مرتبہ دہلی کے حکمرانوں کے زیر نگیں آیا اور اس کے بعد اس علاقے پر سلاطین دہلی کی حکمرانی سال ۸۰۱ھ ۸۹۸ھ تک قائم رہی تا آنکہ تیمور کے پوتے شہزادہ پیر محمد نے ملتان پر حملہ کر دیا اور چھ ماہ کے محاصرہ کے بعد ملتان فتح کر لیا اسی سال تیمور نے دریائے سندھ کو عبور کر کے پنجاب ہوتے ہوئے دہلی کے باہر سلطان محمود تغلق کو شکست دیکر دہلی پر قبضہ کر لیا اور پھر واپس چلا گیا تیمور کے حملے نے دہلی کی سلطنت کی چولیس ہلا دیں اور ہندوستان طوائف الملوکی کا شکار ہو گیا آخر کار مئی ۶۳۳ھ میں سید خضر خان جو ملتان کا باشندہ اور گورنر بھی تھا نے بڑھ کر دہلی پر قبضہ کر لیا اور سید خاندان کی حکمرانی کا آغاز کیا

سید خضر خان سال ۱۳۲۱ء میں فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا سید مبارک شاہ سریر آرائے حکومت ہوا تیور کے ہندوستان پر حملے کے برے اثرات کے طور پر جو بد امنی اور شورشیں پھیلی تھیں اس میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا امراء بادشاہ کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور آئے دن اس کی جان کے دشمن بنے رہتے تھے تا آنکہ سال ۱۳۳۴ء میں سید مبارک شاہ کو قتل کر دیا گیا سید مبارک شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد شاہ دہلی کا حکمران ہوا (۱۸۷) اس کے عہد تک ملتان دہلی کے سید خاندان کے زیر نگین تھا سید محمد شاہ دہلی میں ۱۳۳۴ء تا ۱۳۴۵ء تک حکمران رہا اس کے دور میں لنگاہوں نے ملتان پر قبضہ کر لیا

حواشی باب اول

۱:- تحقیق الهند از البیرونی صفحہ ۴۰۱

۲:- آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا صفحات ۱۱۱ تا ۱۳۶ جلد پنجم

۳:- تحقیق الهند از البیرونی صفحہ ۴۰۱ باب ۲۹

۴:- سرائیکی زبان میں اتوار SUNDAY کو آؤت کہتے ہیں

۵:- ملاحظہ فرمائیں قدیم جغرافیہ ہندوستان از کنگھم

۶:- بحوالہ ”ہندوستان قدیم کی جغرافیائی ڈکشنری“ از ندو لال ڈے صفحہ ۵۶۔ اس حوالے کے مطابق

پرہلاد پور یعنی ملتان میں نارائن غنپناک ہو کر زسما اوتار کی صورت میں نازل ہوا اور اسے آسورا

سرن یا کاسی پو ASURA HIRANYAKASIPU یعنی پرہلاد بھگت کے والد کو مار ڈالا یہ شہر

مالادیا کا دارالحکومت تھا سکندر اعظم کے دور کے مورخین اس شہر کو ملی قوم سے منسوب کرتے ہیں

جہاں سکندر اعظم زخمی ہوا تھا جب رام چند راجی نے اپنی سلطنت کو تقسیم کیا تو اس شہر کو اپنے بھتیجے

انگد پر لچھمن کو بخش دیا کنگھم بھی ملتان کے مختلف ناموں کے بارے میں ہندوستان کے قدیم جغرافیہ

میں ذکر کرتا ہے اور ملتان کے ایک قدیم نام ADYA SATHANA کا بھی ذکر کرتا ہے ملاحظہ ہو

ہندوستان کا قدیم جغرافیہ از کنگھم صفحات ۲۳۲ تا ۲۳۶

۷:- پدم پوران ۱۲۱

۸:- البیرونی تحقیق الهند صفحہ ۱۶۹۔ البیرونی اور عرب جغرافیہ دان اس شہر کا ایک اور نام جھر آور بھی بتلاتے ہیں ویسے دنیا کے تمام قدیم شہر مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے مشہور ہوئے مورخین اس سلسلہ میں دنیا کے تمام قدیم شہروں مثلاً مکہ مدینہ دہلی بنارس پیرس اور لندن کے مختلف نام تحریر کرتے ہیں مختلف ادوار میں دہلی کے بیس نام بنارس کے چوبیس نام تھے

۹:- لٹان کی قدامت کے بارے میں کننگھم نے اپنی آرکیالوجیکل سروے رپورٹس آف انڈیا میں سیر حاصل تبصرہ کیا ہے ملاحظہ فرمائیں صفحات ۱۱۱ تا ۱۳۶ جلد پنجم مزید ملاحظہ کریں ہندوستان کا قدیم جغرافیہ از کننگھم صفحات ۲۱۹ تا ۲۲۲

۱۰:- تاریخ لٹان از لالہ حکم چند سال اشاعت ۱۸۸۰ء

۱۱:- سندھ کو جغرافیائی لحاظ سے چار حصوں یعنی سیرو۔ وچلو۔ لاڑو اور تھرو یعنی اوپر کا شمالی سندھ درمیانی جنوبی سندھ اور صحرائی سندھ (تھپار کر) میں تقسیم کرتے تھے اوپر کے شمالی حصہ یعنی سرو کا صدر مقام لٹان ہوتا تھا اس سرو علاقہ کی زبان سرائیکی زبان یعنی سندھ کے شمالی حصہ کی زبان کسرائی

۱۲:- تاریخ سندھ از ابو ظفر ندوی صفحہ ۲۵۳

۱۳:- مولانا ابو ظفر ندوی کی رائیں بنو مبنہ اور بنو سامہ ایک ہی قبیلہ کے دو نام ہیں جو قریش سے تعلق رکھتے تھے اور حجاز سے عمان اور عمان سے لٹان آئے اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے

۱۴:- جلم بن شعبان نے اندازاً "سال ۳۷۳ھ میں لٹان پر قبضہ کیا

۱۵:- داؤد بن نصر اندازاً "۳۹۵ھ میں حکمران بنا

۱۶:- یہ واقعہ ۴۰۱ھ مطابق ۱۰۱۰ء میں ہوا

۱۷:- بعض مورخین نے شیخ حمید اور اس کے خاندان کو لودھی لکھا ہے جو افغانوں کا معروف قبیلہ ہے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ شیخ حمید لودھی کا جلم بن شعبان اسماعیلی سے کیا تعلق تھا اور اس کے بعد وہ لٹان کا کس طرح حکمران بنا لٹان کے اسماعیلی حکمرانوں پر کافی کام کرنے کی ضرورت ہے

۱۸:- بعض مورخین کے مطابق بھتیجا جس کا شجرہ اس طرح بیان ہوا ہے سلطان محمد شاہ بن فرید خان بن سید خضر خان ملاحظہ کریں زبدۃ التواریخ ۴۳-۲۵۷

باب دوم

لنگاہ سریر آراء حکومت ملتان ہوتے ہیں

مشہور مورخ گبن نے اپنی معرکہ الآراء تصنیف ”زوال سلطنت روما“ میں ایشیائی خاندانوں کے عروج و زوال کی داستان کو ایک فقرہ میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے ”ایشیائی خاندانوں کی ابتداء جرات سے ہوتی ہے جو جاہ و جلال و شان و شوکت کا باعث ہوتی ہے پھر تازعات جنم لیتے ہیں جو بالا خر زوال پر منتج ہوتے ہیں“

دنیا کی تاریخ میں عموماً اور ایشیائی تاریخ میں خصوصاً خاندانوں اور قبائل کے عروج و زوال کی داستان بالکل اسی طرح ہوتی آئی ہے لنگاہ یا لنگاہ قبیلہ کے عروج و زوال کی داستان بھی بالکل اسی طرح ہے لنگاہوں کو ان کے ملتان پر قبضہ کرنے سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا وہ گمنامی کے قعر مزلت میں گم تھے ان کے ملتان پر قبضہ کرنے سے پہلے کسی مورخ جغرافیہ دان یا علم الانسان کے ماہر نے کسی تذکرہ میں انکا کوئی ذکر نہیں کیا (۱) نہ ہی رائے سرہ لنگاہ بانی سلطنت لنگاہ کے عروج سے پہلے کسی کتاب میں اس خاندان کے کسی دیگر شخص کا نام کہیں دکھائی دیتا ہے لنگاہ راجپوتوں کے قبیلہ چالوکیہ یا سولنگی (۲) کی ایک شاخ ہے جو سات آٹھ سو سال پہلے ملتان اور جیسلمیر میں آباد تھے لیکن انہیں بھی راجپوتوں نے وہاں سے نکال دیا اور وہ زیریں اور وسطی وادی سندھ اور بلوچستان میں تتر بتر ہو گئے بلوچستان میں وہ برہیوں کے اتحادی بن گئے اور ان میں مدغم ہو گئے یہ گاہے بگاہے موسمی شدت سیاحی سماجی عوامل اور قحط سالی کی وجہ (۳) سے زیریں پنجاب میں نواح ملتان آتے رہتے تھے ان کا سردار رائے سرہ ملتان کے نواح میں واقع ایک موضع (۴) زپڑی (۵) میں آکر قیام پذیر ہوتا تھا اس کی ایک لڑکی مسات ویس کیسائیں (۶) Veskasain مخدوم صاحب اچ شریف حضرت بندگی محمد غوث گیلانی کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی ایک لڑکی مخدوم یوسف قریشی صاحب (۷) سجادہ نشین حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا قریشی ملتان کے نکاح میں تھی

اور ایک لڑکی ملتان کے اس وقت کے گردیزی مخدوم کی زوجہ تھی (۷) اس طرح سے رائے سہرہ لنگاہ کا اثر و رسوخ کافی زیادہ تھا وہ تجارت بھی کرتا تھا اور اسکے قبیلہ کے لوگ نواح ملتان میں کافی تعداد میں تجارت کے سلسلہ میں بھی آتے رہتے تھے سال ۱۲۳۵ء ۸۳۸ھ میں دہلی کا بادشاہ سید محمد شاہ ملتان آیا۔ (۸) ملتان اس کے آبا و اجداد کا وطن تھا ان دنوں ملتان میں بد امنی پھیلی ہوئی تھی اور وہ بد امنی کے خاتمے کے لئے ملتان آیا تھا چنانچہ اس نے بد امنی کے خاتمے کے لئے ملتان کا انتظام خان خانان کے سپرد کر دیا اور خود کچھ عرصہ رہنے کے بعد واپس دہلی چلا گیا (۹) ابھی خان خانان کو ملتان کا انتظام سنبھالے کچھ عرصہ ہی ہوا تھا کہ رائے سہرہ لنگاہ نے اپنے قبیلہ کی طاقت سے اور اپنے سیاسی اثر و رسوخ کے بل بوتے پر ملتان پر قبضہ کر لیا اور خان خانان کے ملازمین کو ملتان سے نکال دیا یہ واقعہ سال ۱۲۳۷ء ۸۴۱ھ میں ہوا (۱۰) لنگاہوں کی ملتان میں سلطنت کی ابتداء اسی سال سے ہوئی

رائے سہرہ کون تھا؟

تاریخ نظامی المعروف طبقات اکبری (۱۱) میں مرقوم ہے کہ رائے سہرہ لنگاہوں کی جماعت کا سردار تھا اور قصبہ سیوی اور اس طرف کا علاقہ اُس سے متعلق تھا۔ تاریخ فرشتہ (۱۲) کے مطابق ”رائے سہرہ سبی اور اس کے گرد و نواح کا سردار تھا“ میر معصوم بکھری نے تاریخ سبندھ المعروف تاریخ معصومی (۱۳) میں رائے سہرہ کو لنگاہوں کا سردار قرار دیا ہے جو ریڑی اور گرد و نواح کے مواضع پر متصرف تھا۔ گزٹیر ضلع سبی سال ۱۹۰۷ء کی رو سے (۱۴) رائے سہرہ ارغونوں کے سبی پر قبضہ سے پہلے سبی کا حکمران تھا جہاں سے امیر تیمور کے حملے کے بعد اس نے ملتان پر قبضہ کر لیا۔ اور بعد ازاں سبی ملتان کے لنگاہوں کے تسلط میں رہا۔ رائے سہرہ لنگاہ کی ملتان میں آمد کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے طبقات اکبری (۱۵) اور تاریخ معصومی (۱۶) میں تحریر ہے کہ رائے سہرہ لنگاہ

کو باپ دادا کے وقت سے سلسلہ سروردیہ سے اعتقاد اور ارادت مندی تھی نیز ملتان میں رشتہ داری تھی جسکی وجہ سے وہ گاہے بگاہے ملتان آتا رہتا تھا تاریخ فرشتہ میں (۱۷۷) تحریر ہے کہ رائے سہرہ کا دعویٰ تھا کہ اس کے باپ دادا کے سلسلہ سروردیہ کے سجادہ نشینوں سے قدیمی دوستانہ مراسم تھے اس لئے وہ ملتان آتے جاتے رہتے تھے تذکرۃ الملتان (۱۸۷) میں سید یوسف شاہ گردیزی رقم طراز ہے کہ ”لنگاہ قوم دراصل بلوچستان کی رہنے والی تھی یہ لوگ ابتداء میں سوداگری پیشہ تھے اور پنجاب کے بڑے شہروں خصوصاً ملتان میں ان کی بہ کثرت آمدورفت تھی رائے سہرہ اس قوم کا سردار اور سرکردہ تھا اس کی رشتہ داری ملتان کے محاذیم سے تھی ان رشتہ داریوں کی وجہ سے اس کی ملتان میں آمدورفت کا سلسلہ کافی بڑھ گیا اسی تذکرہ (۱۹۷) میں ایک اور جگہ تحریر ہے کہ ”قوم لنگاہ جو سیوستان کے علاقے میں سرداری اور حکومت کی علمبردار تھی“ اس کی تائید دوسرے ذرائع (۲۰۷) سے بھی ہوتی ہے

کیا رائے سہرہ لنگاہ خاندان کا پہلا حکمران تھا؟

آئین اکبری (۲۱۷) میں ابوالفضل علائی رقم طراز ہے ”بعض مورخین لکھتے ہیں کہ قبیلہ لنگاہ میں سب سے پہلے جس شخص نے مرتبہ فرمانروائی حاصل کی وہ سلطان قطب الدین تھا“ شاہان ملتان کے ذکر میں ایک اور جگہ آئین اکبری میں تحریر ہے کہ ملتان کی فرمانروائی لنگاہ قبیلہ کے ایک شخص کے ہاتھ آگئی جس نے اپنے آپ کو سلطان قطب الدین کے لقب سے صوبہ ملتان کا فرمانروا بنایا لیکن اسی ابوالفضل علائی نے شاہان ملتان کی جو فہرست آئین اکبری میں مرتب کی ہے اس میں لنگاہ شاہان ملتان کی تعداد سات درج کی ہے اور پہلا لنگاہ بادشاہ سلطان محمود شاہ اور دوسرا سلطان قطب الدین دکھایا ہے سلطان محمود شاہ کا عرصہ حکومت سترہ سال اور سلطان قطب الدین کا عرصہ حکومت سولہ سال درج کیا ہے۔ طبقات اکبری (۲۲۷) کے مطابق پہلا لنگاہ حکمران سلطان قطب الدین تھا جس نے سولہ سال حکمرانی کی طبقات اکبری (۲۳۷) میں ایک جگہ تحریر ہے کہ رائے سہرہ

نے ملتان پر قبضہ کرنے کے بعد اپنا لقب سلطان قطب الدین اختیار کیا نیز طبقات اکبری میں لنگاہ بادشاہوں کی تعداد پانچ درج ہے تاریخ معصومی (۲۳ ج) میں میر معصوم بکھری نے بھی رائے سہرہ المعروف سلطان قطب الدین لنگاہ کو پہلا لنگاہ بادشاہ تحریر کیا ہے تاریخ فرشتہ (۲۵ ج) کی رو سے جب رائے سہرہ نے حکومت ملتان سنبھالی تو قطب الدین لنگاہ کا لقب اختیار کیا اس تاریخ کی رو سے قطب الدین لنگاہ ہی شاہان لنگاہ میں سے پہلا بادشاہ تھا اور ملتان کے پانچ لنگاہ بادشاہ گزرے ہیں تذکرۃ الملتان کی رو سے (۲۶ ج) بھی رائے سہرہ جب ملتان پر قابض ہو گیا تو اس نے اپنا خطاب قطب الدین لنگاہ تجویز کیا اور وہ لنگاہوں میں پہلا حکمران ملتان تھا تذکرۃ الملتان میں صرف چار لنگاہ بادشاہوں کا ذکر ہے تذکرۃ الملتان کے مطابق شاہ حسین لنگاہ کے جانشین سلطان فیروز لنگاہ کو بحالت ولی عہدی والد کی زندگی میں ہی وزیر عماد الملک نے زہر دیکر مار دیا تھا حالانکہ باقی تمام مورخ شاہ حسین لنگاہ کے بعد سلطان فیروز لنگاہ کا ذکر بطور حکمران ملتان کرتے ہیں۔ زبدۃ التواریخ (۲۷ ج) میں سلطان قطب الدین لنگاہ سے پہلے سلطان محمود لنگاہ کو حکمران ملتان دکھایا گیا ہے اس کا عرصہ حکومت سترہ سال درج کیا گیا ہے نیز زبدۃ التواریخ کی رو سے سلطان محمود لنگاہ کے بعد قطب الدین لنگاہ حکمران ملتان ہوا میری ناقص رائے میں خاندان لنگاہ کا پہلا حکمران رائے سہرہ المعروف سلطان قطب الدین لنگاہ ہی تھا اور اسی رائے سہرہ کا پورا لقب سلطان قطب الدین محمود لنگاہ تھا جس کی وجہ سے دو مورخین نے سہواً ایک لنگاہ حکمران کو دو ناموں سے ظاہر کر کے ایک ہی شخصیت کو دو شخصیتیں بنا دیا ہے ایک سلطان قطب الدین لنگاہ اور دوسری سلطان محمود لنگاہ لیکن سلطان محمود لنگاہ کے بارے میں ان مورخین نے مزید کوئی روشنی نہیں ڈالی ان دو مورخین کے علاوہ کسی اور مورخ نے سلطان محمود لنگاہ اول کا ذکر نہیں کیا اس لئے لنگاہ خاندان کا پہلا حکمران قطب الدین لنگاہ ہی تھا جو ملتان میں سال ۱۳۳۸ء میں سریر آرائے حکومت ہوا سلطان محمود لنگاہ فی الحقیقت بانی خاندان لنگاہ رائے سہرہ المعروف سلطان قطب الدین محمود لنگاہ کا پڑپوتا تھا اصل مغالطہ سال آغاز سلطنت خاندان لنگاہ کی وجہ سے ہوئی اور دوسرا مغالطہ سلطان قطب الدین لنگاہ کے عرصہ

حکومت کی وجہ سے پیدا ہوا جو ہرگز سولہ سال ثابت نہیں ہوتا (۲۸) سلطان قطب الدین
لنگاہ نے سال ۱۲۳۸ء سے سال ۱۲۶۹ء تک تقریباً اکتیس سال حکومت کی (۲۹)

حواشی باب دوم

۱:- لنگاہوں کی اصلیت کے بارے میں بحث ضمیمہ صفحات ۱۵۰ تا ۱۵۴ میں ملاحظہ کریں

۲:- بحوالہ ناڈراجہاں صفحہ ۷۹-۹۱

۳:- بلوچستان میں پندرہویں صدی عیسوی میں حالات بے حد دگرگوں تھے مکران سے بلوچ قبائل کی ہمہ گیر ہجرت پندرہویں صدی کے وسط میں شروع ہوئی رندلشار جنگ بھی پندرہویں صدی عیسوی میں ہوئی پندرہویں صدی عیسوی میں بعض شواہد کے مطابق بلوچستان میں طویل قحط اور خشک سالی کا سلسلہ شروع ہوا جس کی وجہ سے بلوچستان کے قبائل نے میدانوں کا رخ کیا چنانچہ بلوچستان کے قبائل کی ہجرت کا یہ سلسلہ تقریباً نصف صدی تک جاری رہا ہو سکتا ہے کہ رائے سرہ لنگاہ اور اس کا قبیلہ انہی عوامل کے تحت بلوچستان سے ہجرت کر کے ملتان کے نزدیک رپڑی میں آکر قیام پذیر ہوا بلوچستان کے قبائل کی ہجرت کے بارے میں مقالہ درہ بولان از یعقوب شاہ ماہنامہ بلوچی دنیا جون ۱۹۹۳ء ملاحظہ فرمائیں

۴:- رپڑی کا موضع تحصیل شجاع آباد میں بھی ہے نیز ایک رپڑی کا موضع تریموں کے نزدیک دریائے راوی کے کنارے پر واقع ہے ایک موضع میلی میں بھی ہے ایک اور موضع روپڑی بیرون پنچند صوبہ ملتان میں بھی ہے (بحوالہ آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۳۳۳)

۵:- پنجاب سٹیٹ گزٹیر جلد ۳۶ صفحہ ۱۱۵

۶:- تاریخ معصومی صفحہ ۵۵ - طبقات اکبری جلد سوم صفحہ ۵۰۸ تذکرۃ الملطان صفحہ ۵۴

۷:- تذکرۃ الملطان صفحہ ۵۴ میں رائے سرہ کی دختر کا مخدوم گردیزی سے نکاح کے علاوہ یہ بھی تحریر ہے کہ لنگاہ قبیلہ کی کئی بیٹیوں کی شادی سادات گردیز کے خاندان میں ہوئی تھیں اور رائے سرہ نے مخدوم گردیزی کی صلاح اور اعانت سے ملتان پر قبضہ کر لیا

۸:- طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۴۲۱

۹:- سید بانو شاہوں کے دور میں خان خانان کے عہدہ پر بھلول خان لودھی فائز تھا وہ انواج ہند کا میر بخشی یعنی کمانڈران چیف تھا بھلول خان لودھی ملک کالا کا بیٹا تھا وہ خاندان شاہوخیل لودھی سے تعلق

رکھا تھا اور ملتان شہر کے محلہ کمکراں میں پیدا ہوا ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۴۵

۱۰:- زبدۃ التواریخ کے مطابق لنگاہوں کے سردار نے سلطان محمد شاہ یا محمود شاہ کا لقب اختیار کیا اور اس سلطان محمود شاہ نے سترہ سال حکومت کی اس کے بعد سلطان قطب الدین سریر آرائے حکومت ملتان ہوا لیکن اُنکے پہلے بادشاہ کے طور پر سلطان محمود شاہ کے نام کی کسی اور مورخ نے تائید نہیں کی اگر یہ بات ہوتی تو سلطان فیروز لنگاہ کے بعد جو سلطان محمود حکمران ہوا تو اسے مورخ سلطان محمود لنگاہ ثانی تحریر کرتے لیکن ایسا نہیں ہے اس امر پر تمام مورخ متفق ہیں کہ رائے سرہ المعروف سلطان قطب الدین لنگاہ اس خاندان کا پہلا حکمران تھا زبدۃ التواریخ کا مصنف غلطی پر ہے جہاں تک سال ابتداء حکومت لنگاہ کا مسئلہ ہے اس میں زبدۃ التواریخ نے جو تاریخ دی ہے وہ درست ہے لنگاہ سال ۱۴۳۵ء سے بہت پہلے سال ۱۴۳۸ء میں ملتان کے حکمران ہو گئے تھے البتہ سلطان قطب الدین بانی سلطنت لنگاہ سولہ سال حکمران نہیں رہا بلکہ اکتیس سال حکمران رہا ہے اس بات کی تائید تاریخ معصومی اور مزید تائید طبقات اکبری سے بھی ہوتی ہے جہاں تحریر ہے کہ جب محمد شاہ سلطان دہلی ملتان گیا تو اس نے ملتان کا انتظام خان جہاں کے سپرد کیا اور اسی سال (۱۴۳۵ء) دہلی واپس آگیا سال ۱۴۳۷ء/۸۴۱ھ میں خبر آئی لنگاہ جماعت کی وجہ سے بد نظمی ہو گئی ہے ملاحظہ ہو طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۴۲۱ قبل ازیں بوقت تخت نشینی محمد شاہ سلطان دہلی نے سرور الملک کو خان جہاں کا خطاب عطا کیا تھا ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۴۱۸ بخشیش سنگھ نے بحوالہ تاریخ مبارک شاہی از سرہندی (باسو) صفحہ ۲۴۶ پر تحریر کیا ہے کہ ملتان میں لنگاہوں نے سال ۱۴۳۷ء میں بغاوت کر کے سیدوں کے مقرر کردہ گورنر کو نکال دیا ملاحظہ ہو پنجاب دورہ سلطانی میں از بخشیش سنگھ نے ص ۸۷ اس کی مزید تائید طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۹۱ سے بھی ہوتی ہے نیز طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۲۹۲ میں تحریر ہے کہ سلطان محمد شاہ نے خضر خان کو ملتان اور دیپال پور کا گورنر مقرر کیا

۱۱:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۰۸

۱۲:- تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۲۸۰

۱۳:- تاریخ سندھ المعروف تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۴

۱۴:- بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیرز جلد سوئم از میجر اے میکناگی سال اشاعت ۱۹۰۷ء

۱۵:- تحقیقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۰۸

۱۶:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۴

۱۷:- تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۳۸۱

۱۸:- تذکرۃ الملتان از یوسف شاہ گردیزی صفحہ ۵۴

۱۹:- تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۵

۲۰:- Punjab castes پنجاب کی ذاتیں از ڈنیزل اینٹن میں مرقوم ہے کہ اس قبیلہ کے لوگ رائے سہرہ لنگاہ کی سرکردگی میں سیوی اور ڈھاڈھر سے تجارت کی غرض سے علاقہ ملتان میں آئے اور موضع رپڑی اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہو گئے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۲

۲۱:- آئین اکبری صفحہ ۱۰۴۶

۲۲:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۰۸

۲۳:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۰

۲۴:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۶

۲۵:- تاریخ فرشتہ جلد ۴ صفحہ ۳۸۳

۲۶:- تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۵

۲۷:- زبدۃ التواریخ صفحہ ۴۴

۲۸:- تاریخ معصومی کی رو سے قطب الدین لنگاہ نے چونتیس سال حکمرانی کی ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۳

۲۹:- حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے تاریخ عبدالحق میں تحریر کیا ہے کہ بڈھن خان سندھی نے جو بلوچوں کے قبیلہ لنگاہ کا سردار تھا اُدچ میں اپنے قبیلے کے لوگوں کو اکٹھا کر کے سال ۸۴۱ھ مطابق ۱۴۳۷ء میں ملتان پر حملہ کر کے خانخانان کو نکال کر قلعہ پر قبضہ کر لیا اور محمود شاہ کا لقب اختیار کر کے ملتان میں لنگاہوں کی آزاد حکومت قائم کر دی وہ سنہ ۸۶۰ھ مطابق ۱۴۶۰ء کو فوت ہو گیا

حضرت محدث دہلوی نے شیخ یوسف قریشی سے دھوکہ سے حکومت ملتان ہتھیانے والا واقعہ نہیں لکھا کسی دیگر مورخ نے بڈھن خان سندھی کو بانی سلطنت لنگاہ نہیں لکھا اور سب مورخ رائے سہرہ

المعروف سلطان قطب الدین لنگاہ کو بانی حکومت قرار دیتے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔ نیز حضرت محدث
 نے بڑھن خان کی حکومت کے دیگر واقعات نہیں لکھے۔ اسلئے یہ معلومات اصل متن کی بنیاد نہیں بن
 سکتیں۔ لہذا حاشیہ میں درج کی گئیں ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ رائے سہو کو عرف عام میں بڑھن خان کہتے ہوں

باب سوئم

ذکر حکومت سلطان قطب الدین محمود لنگاہ

جب سال ۸۴۱ھ ۱۴۳۸ء میں رائے سرہ لنگاہ نے ملتان سے خانخانان کے ملازمین کو بے دخل کر دیا اور وہ ملتان پر قابض و متصرف ہو گیا (۱) تو اس نے اپنا لقب سلطان قطب الدین محمود لنگاہ اختیار کر کے ملتان میں اپنی حکومت کا آغاز کیا اور اس نے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور ملتان میں ایک آزاد اور خود مختار حکومت کی بنا ڈالی۔

سلطان قطب الدین محمود لنگاہ ایک اولوالعزم شخص تھا جو اعلیٰ انتظامی قابلیتوں کا مالک تھا اس نے جلد ہی ملتان کے گرد و نواح طوائف الملوکی پر قابو پا لیا اور ملتان کے باشندے بھی اس کی حکومت پر جلد رضا مند ہو گئے شیخ یوسف قریشی سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی تبدیلی حکومت سے خوش نہ ہوا ان کا خاندان کئی پشتوں سے دہلی کے حکمرانوں کا دم بھرتا تھا (۲) اس نے سلطان دہلی کے اشارہ پر ملتان کی نئی حکومت کے خلاف فتنہ و فساد کا آغاز کیا اور حالات اس نہج پر پہنچے کہ سلطان قطب الدین لنگاہ نے آغاز حکومت کے چند سال بعد شیخ یوسف قریشی کو قلعہ ملتان سے نکال دیا اور قلعہ ملتان کے شمالی دروازہ کو اینٹوں سے بند کر دیا (۳)

سلطان قطب الدین کے دور کا دوسرا اہم واقعہ سلطان محمود خلجی حکمران مالوہ کا ملتان پر براستہ جیسلمیر دھاوا تھا مالوہ کی فوج صحرا میں سے بلائے ناگمانی کی طرح حدود ملتان میں آگئی لیکن سلطان قطب الدین نے اس اچانک حملہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سلطان محمود خلجی بے نیل و مرام واپس چلا گیا (۴)

سلطان قطب الدین لنگاہ اس حملہ کے دو سال بعد سال ۸۴۶ھ میں فوت ہو گیا اس کا جانشین اس کا بیٹا سلطان حسین لنگاہ ہوا قطب الدین لنگاہ ملتان کا پہلا کامل آزاد حکمران تھا

سلطان قطب الدین لنگاہ پر شیخ یوسف قریشی سے دغا بازی کا الزام اور اس کی تصدیق تارخ معصومی۔ طبقات اکبری۔ تارخ فرشتہ اور تذکرۃ الملکان اور دیگر تواریخ کے مصنفین نے تارخ بہادر شاہی کے حوالے سے سلطان قطب الدین لنگاہ پر شیخ یوسف قریشی سجادہ نشین درگاہ حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی سے دغا بازی کر کے حکومت ملتان ہتھیلانے کا الزام عائد کیا ہے۔ ان سب تواریخ میں جو الزام عائد کیا گیا ہے وہ تقریباً مندرجہ ذیل واقعہ سے ملتا جلتا ہے (۵۷) جو اس طرح ہے

(۶۷) ”جب ۸۳۷ھ مطابق ۱۴۳۳-۱۴۳۴ عیسوی میں دہلی کی سلطنت کی فرمانروائی سلطان علاؤ الدین محمد شاہ بن فرید شاہ بن مبارک شاہ بن خضر خان کے قبضہ میں آئی تو حکومت کا کام اور سلطنت کا انتظام درہم برہم ہو گیا ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ ملتان کی ولایت مغول کے قہرمانی حملوں اور بار بار آنے کی وجہ سے حاکم سے خالی ہو گئی شیخ الطریق شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے طبقہ عالیہ کی بزرگی ملتان کے باشندوں اور اس طرف کے تمام زمینداروں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں ہو سکتا اس علاقے کے تمام اعیان اشراف عوام اور جمہور باشندوں نے شیخ یوسف قریشی کو سلطنت و بادشاہی کے لئے منتخب کر لیا ملتان اوج اور بعض قصبات میں ان کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور وہ بھی حکومت کی مہمات کے انتظام میں مشغول ہو گئے فوج کے بڑھانے اور لشکر کے اضافہ میں لگ گئے زمینداروں کے دلوں کو جیت لیا۔ ملکی معاملات میں رونق اور ترقی ہوئی

اتفاق سے ایک روز رائے سرہ جو لنگاہوں کی جماعت کا سردار تھا اور قصبہ سیوی اور اس طرف کا علاقہ اس سے متعلق تھا اس نے شیخ یوسف کو پیغام بھیجا کہ ہمیں موروثی طور سے ارادت و اعتقاد آپ کے سلسلہ خاندان سرورویہ سے ہے اور دہلی کی سلطنت فتنہ و فساد سے خالی نہیں ہے کہتے ہیں کہ ملک بہلول نے دہلی پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنے نام کا خطبہ پڑھواتا ہے اگر حضرت شیخ یوسف قریشی لنگاہوں کے حال پر زیادہ سے زیادہ توجہ

فرمائیں اور ہم سب کو اپنا لشکر خیال کریں تو جو خدمت اور مہم سامنے آئے گی ہم اپنی جانیں فدا کر دینے میں گریز نہیں کریں گے فی الحال اپنی ارادت کے استحکام اور جان سپاری کے ثبوت میں اپنی لڑکی شیخ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور آپکو بطور داماد قبول کرتا ہوں شیخ یوسف یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور رائے سرہ کی لڑکی سے نکاح کر لیا

وہ کبھی کبھی اپنی لڑکی کو دیکھنے کے لئے قصبہ سیوی سے ملتان آیا کرتا تھا اور مناسب تحفے شیخ کی خدمت میں پیش کرتا تھا شیخ احتیاط کی وجہ سے اجازت نہیں دیتا تھا کہ رائے سرہ ملتان میں مقیم ہو وہ بھی شہر کے باہر ٹھہرتا تھا اور تنہا اپنی لڑکی سے ملنے آیا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ اپنے تمام آدمیوں کو لے کر ملتان کی طرف روانہ ہوا اور یہ چاہا کہ مکاری اور فریب و حیلہ کے ذریعے شیخ یوسف کو گرفتار کر کے خود ملتان کا حاکم بن بیٹھے جب وہ ملتان کے نواح میں پہنچا تو شیخ یوسف کے پاس پیغام بھیجا کہ اس مرتبہ میں تمام لنگاہوں کو اپنے ہمراہ لایا ہوں تاکہ میری جماعت کو ملاحظہ کر کے اس کے لحاظ سے خدمات میرے سپرد فرمائیں

شیخ یوسف سادہ لوح اور زمانہ کی مکاری اور دنیا کی دغا بازی سے غافل تھا انہوں نے مہربانی سے ملاقات کی رائے سرہ واجبی طریقے سے ملاقات کرنے کے بعد ایک رات کو اپنے ایک خدمت گار کے ساتھ اپنی لڑکی سے ملاقات کے لئے آیا اور خدمت گار سے طے کر دیا کہ گھر کے کونے میں بکری کے بچے کو ذبح کر لے (۷۷) اور ذبح شدہ کا خون ایک پیالہ میں لیکر میرے پاس آجائے جب خدمت گار نے اس خدمت کو انجام دے دیا تو رائے سرہ نے خون کا وہ پیالہ پی لیا اور کچھ دیر کے بعد مکاری اور فریب سے چپخنے لگا کہ میرے پیٹ میں درد ہے او وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بے صبری اور خوف کا اظہار کرتا تھا آدھی رات کے قریب شیخ یوسف کے وکیلوں کو وصیت کی غرض سے بلایا اور ان وکیلوں کے سامنے خون کی قے کی اور وصیت کے دوران جس میں بے صبری اور خوف شامل تھا اپنے قرابت داروں اور عزیزوں کو کہ جو شہر کے باہر تھے آخری ملاقات کے لئے

بلایا چونکہ شیخ یوسف کے وکیلوں نے رائے سرہ کا حال موت کے قریب دیکھ لیا تھا لہذا اس کے قرابت داروں اور عزیزوں کے آنے پر کوئی مضائقہ نہ سمجھا جب اس کے بہت سے آدمی قلعہ میں آگئے تو وہ سلطنت حاصل کرنے کے لئے بیماری سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے اپنے معتبر نوکروں کو قلعہ کے چاروں دروازوں کی نگرانی اور حفاظت پر مقرر کر دیا کہ شیخ یوسف کا کوئی نوکر قلعہ سے باہر نہ جانے پائے پھر شیخ یوسف کی خلوت سرا میں جا کر اس کو قید کر لیا

رائے سرہ پر اس دعا بازی کے الزام کا تنقیدی جائزہ

رائے سرہ پر شیخ یوسف قریشی کے ساتھ دعا بازی کرنے کے واقعہ کا سب سے اہم تعلق شیخ یوسف کے حکمران ملتان منتخب ہونے سے ہے اور وہ اس صورت میں ہے کہ کبھی حکومت ملتان دہلی کے کسی مقرر کردہ صوبہ دار کے اختیار میں نہ رہی ہو تو ایسی صورت میں شیخ یوسف قریشی کا انتخاب بطور حکمران ممکن ہو سکتا تھا لیکن واقعات ملتان سے ایسی صورت حال ثابت نہیں ہوتی۔ سید خاندان کے چوتھے بادشاہ کے دور تک ملتان دہلی کی حکومت کے ماتحت تھا دہلی کے تذکرہ نویسوں کی رو سے جب سید محمد شاہ بادشاہ دہلی نے ۸۴۱ھ مطابق ۱۴۳۸ء میں ملتان کا دورہ کیا تو ملتان میں امن امان قائم کرنے کے لئے ملتان کی حکومت خانخانان بہلول خان لودھی کے سپرد کر دی (۸) ان دنوں بہلول خان لودھی سرہند کا صوبہ دار تھا اور امیر الامراء اور میر بخشی کے عہدہ پر فائز تھا بادشاہ اس کی بے پناہ طاقت سے خائف تھا اس نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت بہلول خان لودھی کو دار الحکومت دہلی سے دور رکھنے کے لئے ملتان کی صوبہ داری سپرد کی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بہلول خان لودھی نے بادشاہ کی چال بھانپ کر جان بوجھ کر ملتان کی طرف توجہ نہ دی اور اسے اپنے ملازمین کے سپرد کر دیا تا آنکہ رائے سرہ لنگاہ نے ملتان پر بزور قبضہ کر کے اپنی سلطنت کی بنا ڈالی (۹) اس تمام عرصہ میں صوبہ ملتان دو سال کے عرصہ کے لئے

کبھی بھی دہلی کے حکمرانوں کے صوبہ دار یا ناظم کے انتظام کے بغیر نہیں رہا اسی دوران دہلی میں پرچہ نویسیوں نے اطلاع دی کہ رائے سرہ نے خانخانان کے ملازمین کو ملتان سے نکال کر ملتان پر قبضہ کر لیا ہے (ج ۱۰) رائے سرہ کے ملتان پر قبضہ کی مصدقہ اطلاع سال ۸۳۱ھ بمطابق ۱۴۳۸ء میں دہلی میں موصول ہوئی اس طرح دہلی کے حکمران خاندان غلاماں کے دور یعنی ۱۱۹۳ء سے لیکر ۸۳۱ھ مطابق ۱۴۳۸ء تک ایک روز کے لئے بھی ملتان سے دست بردار نہ ہوئے اسی وجہ سے شیخ یوسف قریشی کی بطور حکمران ملتان انتخاب بعید از قیاس و حقیقت ہے نیز طبقات اکبری جس میں دغا بازی والی کہانی تفصیل کے ساتھ درج ہے کے مطابق رائے سرہ نے بہلول لودھی کے تخت دہلی پر قبضہ کے بعد شیخ یوسف قریشی سے ملتان کی حکومت چھینی اس وجہ سے غلط ہے کہ رائے سرہ ۱۴۳۸ء میں ملتان پر قابض ہوا جبکہ بہلول لودھی نے اپنے نام کا خطبہ ۱۸ جنوری ۱۴۵۲ء مطابق ۲۰ ذوالحجہ ۸۵۵ھ کو پڑھوایا اور تخت دہلی پر جلوس کیا اس طرح سے رائے سرہ بہلول لودھی کے بادشاہ بننے سے چودہ سال پہلے ملتان پر قبضہ کر چکا تھا اس افسانہ میں اس بات کا ذکر کہ یوسف قریشی ملتان سے نقل مکانی کر کے بہلول لودھی کے دربار میں دہلی میں حاضر ہو گیا اور وہیں رہنے لگا بھی بے سرو پا ہے رائے سرہ تو ملتان کا حکمران سال ۱۴۳۸ء سے بن چکا تھا اگر اس نے شیخ یوسف سے حکومت چھیننے کے بعد اسے ملتان سے نکال دیا اور شیخ یوسف دہلی چلا گیا تو پھر شیخ یوسف قریشی سید محمد شاہ کے دور میں دہلی گیا ہو گا لیکن اس باب کے ابتداء میں جن تاریخوں کے نام درج کئے گئے ہیں وہ سب متفق ہیں کہ شیخ یوسف نے دو سال حکومت کی اور اسے رائے سرہ نے بہلول لودھی کے عہد حکومت میں ملتان سے نکال دیا ان کی یہ بات واقعات سے ثابت نہیں ہوتی طبقات اکبری کے مطابق بہلول لودھی نے تخت نشین ہوتے ہی ملتان کے لنگاہوں کی آزاد حکومت کے خلاف کاروائی شروع کر دی اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جب رائے سرہ لنگاہ کو بہلول لودھی کے ملتان کے خلاف بد ارادوں کا علم ہوا تو اس نے شیخ یوسف قریشی جو خاندانی لحاظ سے بادشاہ دہلی کا نمک خوار تھا کو حفظ ماتقدم کے طور پر ملتان سے نکال دیا اور خانقاہوں کی زیارت پر پابندی عائد کر دی جس پر

ایک روحانی پیشوا پر سختی کرنے کی پاداش میں اور خانقاہوں کی زیارت پر پابندی عائد کرنے پر اس کے خلاف بے سروپاء الزامات لگائے گئے جن میں سے شیخ یوسف قریشی کے ساتھ دغا بازی والا افسانہ بھی تحریف ہوا میرے خیال میں دغا بازی والا واقعہ دہلی کے سرائے والوں کی گپ شپ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور حقیقتاً سرائے المعروف سلطان قطب الدین لنگاہ نے خانخاناں سے صوبہ ملتان جھینا نیز تاریخ کی کتابوں سے شیخ یوسف قریشی کا دہلی جانا ثابت نہیں ہے البتہ اس کے بیٹے عبداللہ قریشی کا دہلی جانا ثابت ہے جہاں سلطان بہلول لودھی نے اپنی بیٹی کا عقد اس کے ساتھ کر دیا (۱۱) ہو سکتا ہے بہلول لودھی اس کی شہ پر اور اپنے داماد کی بہبود کے لئے ملتان حاصل کرنا چاہتا ہو یا دہلی کی مرکزی حکومت ملتان جیسے اہم صوبہ کی بازیابی کے لئے کوشاں ہو۔

حواشی باب سوئم

۱:- زبدۃ التواریخ صفحہ ۲۵۷

۲:- دہلی کے حکمران یکے بعد دیگرے شیخ یوسف قریشی کے بزرگوں کو ہندوستان کا شیخ الاسلام مقرر کرتے آئے تھے

۳:- یہ دروازہ حضرت غوث صاحب کے مزار واقعہ قلعہ ملتان کے شمال میں واقع تھا اور اسے خضری دروازہ کہتے تھے ملتان کے حکمران حضرت غوث صاحب کے خانوادہ کے مزارات کی زیارت کے لئے لوگوں کو اس دروازہ سے قلعہ میں داخل ہونے دیتے تھے

۴:- آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۰۴ سلطان محمود خلجی سال ۱۳۳۶ء میں تخت نشین ہوا اور سال ۱۳۶۹ء میں فوت ہوا

۵:- شیخ یوسف قریشی حضرت شیخ اسماعیل شہید قریشی کے پڑپوتے کے بیٹے تھے اور حضرت شیخ اسماعیل قریشی حضرت شیخہ کن عالم کے حقیقی بھائی اور حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے پوتے تھے یعنی اس طرح شیخ یوسف قریشی حضرت غوث بہاؤ الدین قریشی کی چھٹی پشت سے تھے

۶:- بحوالہ طبقات اکبری جس میں بالتفصیل یہ واقعہ درج کیا گیا ہے ملاحظہ ہو جلد سوئم صفحہ ۵۰ بے تا

۵۰۹

۷:- فرشتہ بلخ کے خون کا ذکر کرتا ہے آئین اکبری میں اس واقعہ کا ذکر ہے صرف یہ تحریر ہے کہ رائے سرہ نے محل میں آمد و رفت جارحی کی اور تخت ملتان پر کسی سازش سے قیقتہ کرنے میں کامیاب ہو گیا صفحہ ۱۰۴

۸:- کئی تذکروں میں یہ بات درج ہے کہ بسلول خان لودھی گورنر ملتان تھا لیکن سال تقرری درج نہیں ہے

۹:- زبدۃ التواریخ صفحہ ۲۵۷

۱۰:- طبقات اکبری میں ایک جگہ یہ تحریر ہے کہ دہلی کا بادشاہ سید محمد شاہ سال ۱۳۳۵ء میں ملتان گیا جہاں اس نے اس صوبہ کا انتظام خان جہان کے سپرد کیا اب یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ سوا

خاننات کی بجائے خانجمن لکھا گیا ہے یا اس دور میں کوئی امیر خانجمن کہلاتا تھا اور وہ کون تھا ملاحظہ

کریں طبقات اکبری صفحہ ۴۱۸ جلد اول

۱۱۔ زبدۃ التواریخ صفحہ ۷۷

باب چہارم

سلطان حسین خان لنگاہ اول

جب سلطان قطب الدین لنگاہ فوت ہو گیا تو اس کو اسکی وصیت کے مطابق حضرت
 بندگی محمد غوث گیلانی کے مزار واقعہ اچ کے نزدیک دفن کیا گیا (۱) اس بزرگ سے
 سلطان قطب الدین لنگاہ بے حد عقیدت رکھتا تھا اور ان کا قریب تھا مراسم تعزیت و ماتم
 گساری کے بعد سلطان قطب الدین کی سلطنت کے امراء و اراکین نے اسکے بڑے لڑکے
 کو مسند نشین کیا جس نے سلطان حسین لنگاہ کے لقب سے کاروبار حکومت کا آغاز کیا اور
 اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ وہ نہایت قابل مستعد صاحب داعیہ صاحب علم و ذکا اور خدا کی
 مہربانیوں کا مستحق شخص تھا اس کی حکومت کے زمانے میں علم و فضیلت کا درجہ بہت بلند
 ہو گیا اور علماء فضلاء کی بے حد سرپرستی ہوئی (۲)

فتوحات کا آغاز

سلطان قطب الدین لنگاہ نے اپنی زندگی میں ملتان اور اچ اور ان دو شہروں کے ارد
 گرد اور مابین علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت کی حدود مستحکم کی تھیں لیکن سلطان حسین لنگاہ
 نے تخت سلطنت پر جلوس کرتے ہی ملحقہ علاقوں پر ترک و تاز کا آغاز کیا اور اس سلسلہ
 میں اس نے نہ صرف معقول تعداد فوج اکٹھی کی بلکہ لاتعداد سپاہان حرب بھی جمع کیا

شور کوٹ کی فتح

جب جنگی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو سلطان حسین لنگاہ نے دریا عبور کر کے شور کوٹ
 کا رخ کیا اس زمانے میں قلعہ شور کوٹ غازی خان کی تحویل میں تھا جب غازی خان کو

سلطان حسین لنگاہ کی اپنے علاقے میں پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ تیاری کر کے قلعہ شور کوٹ سے فوج کو باہر لے آیا اور دس کوس آگے بڑھ کر جرات و مردانگی سے سلطان حسین لنگاہ سے مقابل آراء ہوا لیکن شکست کھائی اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کی اور شور کوٹ پہنچ کر سامان قلعہ داری بہم پہنچا کر دفاع قلعہ شور کوٹ کا انتظام اپنے اہل و عیال و عزیز و اقارب کے سپرد کر کے خود سید خان حاکم بھیرہ کی طرف چلا گیا تاکہ کمک لائی جاسکے غازی خان کے اہل و عیال قلعہ شور کوٹ کو مستحکم کر کے محصور ہو کر بیٹھ گئے اسی اثنا میں حسین خان نے سختی سے قلعہ شور کوٹ کا محاصرہ شروع کر دیا لیکن محصورین نے بھی زبردست دفاع کیا ان کو یقین تھا کہ سلطان حسین لنگاہ آخر تنگ آکر بے نیل و مرام واپس چلا جائے گا محصورین نے اپنی امداد کے لئے بھیرہ چنیوٹ اور خوشاب آدمی بھیجے یہ سب ملتے سید خان کے زیر انتظام تھے لیکن کسی جگہ سے کوئی امداد نہ آئی نہ ہی غازی خان واپس آیا جب محصورین کمک پہنچنے سے بالکل مایوس ہو گئے اور محاصرہ کی سختی میں بھی اضافہ ہو گیا تو انہوں نے امان طلب کر کے قلعہ سلطان حسین لنگاہ کے سپرد کر دیا (۳)

چنیوٹ کی فتح

سلطان حسین لنگاہ نے قلعہ شور کوٹ پر قبضہ کرنے کے بعد چند یوم قلعہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقے کے انتظام درست کرنے میں صرف کئے اس کے بعد فوج کو لیکر چنیوٹ پر چڑھائی کر دی چنیوٹ کا قلعہ دار ملک مانجھی کھوکھر تھا جو سید خان کا ملازم تھا اس نے چند روز قلعہ بند ہو کر سلطان حسین لنگاہ کی قلعہ پر ترک و تاز کو برداشت کیا لیکن بالآخر محاصرہ کی سختی برداشت نہ کر سکا اور چپکے سے قلعہ چنیوٹ سلطان حسین لنگاہ کے سپرد کر کے بھیرہ چلا گیا سلطان حسین لنگاہ چند یوم چنیوٹ اور اس کے ارد گرد کے علاقے کے انتظام میں صرف کرنے کے بعد واپس ملتان لوٹ آیا (۴)

کوٹ کروڑ کی فتح

چنیوٹ سے واپس آنے کے بعد سلطان حسین لنگاہ نے چند یوم ملتان میں آرام کیا اس کے بعد اس نے فتوحات کا رخ علاقہ کوٹ کروڑ کی طرف پھیرا اور ہمت کر کے نہ صرف کوٹ کروڑ (علاقہ لیہ) فتح کر لیا (۵) بلکہ اپنی فتوحات کا سلسلہ دھنکوٹ سے بھی آگے لے گیا اور سندھ ساگر دواب میں ایک وسیع و عریض علاقہ اپنے قبضہ میں لے آیا ان دنوں دودائی بلوچ (۶) ارغونوں سے شکست کھا کر سندھ سے بھاگ کر سلطان حسین کی سلطنت میں آئے ہوئے تھے سلطان نے انہیں اپنی نئی مقبوضات میں آباد کر دیا (۷) اور ان کی خوب دل جمعی کی

سلطان حسین کے بھائی کی بغاوت

سندھ ساگر دواب فتح کرنے کے بعد سلطان حسین لنگاہ نے اس علاقہ کا انتظام اپنے حقیقی بھائی کے سپرد کر دیا تھا جس نے کوٹ کروڑ کو اپنا مستقر بنا کر حکومت کا آغاز کیا لیکن شورہ پشت طبیعت نے چین لینے نہ دیا اور جیسے ہی سلطان ملتان پہنچا اس نے بغاوت کر کے اپنا لقب سلطان شہاب الدین لنگاہ اختیار کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اس موقع پر سلطان حسین لنگاہ بڑی تیزی سے ملتان سے کوٹ کروڑ پہنچا اور بے مثال جرات اور پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوٹ کروڑ کی قلعہ بندیوں کو توڑ کر شہاب الدین کو گرفتار کر کے آہنی بیڑیاں پہنا کر ملتان ساتھ لے آیا اور کوٹ کروڑ کے علاقے میں ہر طرف امن کا ڈنکا بجا دیا۔ (۸)

باربک شاہ لودھی اور تاتار خان کا ملتان پر حملہ

خانخانان بہلول خان لودھی نے سال ۱۳۵۰ء میں سید خاندان کے آخری حکمران دہلی کی استدعا پر تخت دہلی پر جلوس کیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا وہ جدی ملتانی (۹) تھا اسے ملتان پر لنگاہوں کے قبضہ کا کافی قلق تھا سال ۱۳۳۸ء میں جب رائے سرہ لنگاہ نے اس کے ملازمین کو ملتان سے نکال کر ملتان پر قبضہ کیا تھا تو ان دنوں اس کی نگاہیں تخت دہلی پر لگی ہوئی تھیں اس لئے اس نے ملتان کی بازیابی کو زیادہ اہمیت نہ دی جب وہ دہلی پر قابض ہو گیا تو اسکے ابتدائی سال اپنی حکومت کو مستحکم کرنے میں صرف ہو گئے اور وہ تقریباً ۲۵ سال تک جون پور کے حکمرانوں کے قلع قمع میں مصروف رہا اپنی حکومت کے قیام کے چند سال بعد اس نے ملتان کی لنگاہ حکومت کے خلاف لشکر کشی کے لئے تیاری کی اور سرہند تک آیا تھا لیکن جون پور کی طرف سے دہلی (۱۰) پر حملہ کے خطرہ کی وجہ سے واپس لوٹ گیا سلطان حسین لنگاہ کو دہلی کے سلطان کے ملتان کے خلاف غلط ارادوں کا پوری طرح احساس تھا اس نے اس لئے بلوچستان سے بلوچوں کی کثیر تعداد کو بلا کر اپنے مقبوضات میں جاگیریں دیکر آباد کر دیا اور ان کو اپنی فوجوں میں بھرتی کر کے فوجی طاقت میں اضافہ کر لیا جب سلطان حسین کے بھائی نے اس کے خلاف بغاوت کی تو سلطان بہلول لودھی کو یقین ہو گیا کہ ملتان میں لنگاہ حکومت اندر سے کھوکھلی ہے چنانچہ اس نے ان دنوں جب سلطان حسین لنگاہ دھکوٹ گیا ہوا تھا ملتان کی فتح کے لئے اپنے بیٹے باربک شاہ کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا نیز تاتار خان لودھی گورنر پنجاب کو ہدایت کی کہ وہ بھی پنجاب کے لشکر کے ساتھ باربک شاہ کی امداد کرے (۱۱) اور ملتان کی مہم کو کامیابی سے ہمکنار کرائے چنانچہ باربک شاہ اور تاتار خان متواتر کوچ کرتے ہوئے ملتان کی طرف روانہ ہو گئے جب سلطان حسین لنگاہ اپنے بھائی کی بغاوت فرو کر کے واپس آ رہا تھا تو اسے جاسوسوں نے مطلع کیا کہ باربک شاہ اور تاتار خان کا متحدہ لشکر ملتان کی حدود میں عید گاہ کے قریب جوٹہر کے شمال کی طرف ہے (۱۲) آگیا ہے اور محاصرہ کی تیاری میں مصروف ہیں

سلطان حسین لنگہ راتوں رات دریائے سندھ (۱۳) کو عبور کر کے رات کے آخری حصہ میں قلعہ ملتان میں پہنچ گیا اور اس وقت اپنی تمام فوج کو کہنا کہ جو صبح کو دشمن کی فوج سے مقابل آرا ہونا چاہتے ہیں اور شمشیر زنی کے لئے تیار ہیں وہ میرے ساتھ رہیں اور باقی قلعہ میں چلے جائیں اور قلعہ داری کے انتظام میں مصروف ہو جائیں چنانچہ اس کے بارہ ہزار سوار و پیادہ جان نثار جان ہتھیلیوں پر رکھ کر اسکے جھنڈے تلے دشمن سے مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے صبح کو اسنے طبل جنگ بجا کر تیر اندازی سے جنگ کا آغاز کیا (۱۴) جب ہزاروں تیر ملتانوں کی طرف سے دشمن پر برسے تو دشمن کی فوج میں سخت انتشار اور اضطراب پھیل گیا اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور دشمن کے دل میں اسقدر خوف بیٹھا کہ قرار ہونے کے دوران جب وہ بھاگتے ہوئے قلعہ شور کوٹ پہنچے تو وہ مطلق قلعہ کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور چنیوٹ تک انہوں نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اس شکست سے سلطان حسین کی کامیابی کے ڈنکے ہر طرف بجنے لگے اور ملتان کے لشکر کو خوب سامان جنگ اور دیگر اسباب لوٹ میں ہاتھ آیا

چنیوٹ کی بربادی

جب باربک شاہ اور تاتار خان چنیوٹ پہنچے تو انہوں نے سلطان حسین کے قلعہ دار کو مع تین ہزار آدمیوں کے عمد و پیمان کر کے قلعہ سے باہر نکالا اور پھر دھوکہ سے قتل کرا دیا اور چنیوٹ کو برباد کر دیا (۱۵)

سہراب خان اور فتح خان کی ملتان آمد

جب بلوچوں کے ساتھ سلطان حسین لنگہ کے حسن سلوک کا شہرہ ہوا تو کافی تعداد میں مزید بلوچ بلوچستان سے نقل مکانی کر کے روزگار کی تلاش میں ملتان میں حدود سلطنت لنگہ

میں آگے چنانچہ ایک ابنہ کثیر کے ساتھ ملک سراب دودائی والد اسماعیل خان اور فتح خان بھی سلطان حسین لنگہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملازمت کا خواستگار ہوا (۱۶) سلطان حسین لنگہ نے بلوچوں کو اپنا بازو شمشیر بنانے کے لئے اور انکا دل جیتنے کے لئے تمام بلوچوں کو سراب خان کی سرکردگی میں دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر اپنی مقبوضات جاگیر کر دیں انکی اس عزت افزائی اور قدر دانی کا شرہ سن کر دیگر اقوام بلوچ بھی مکران سے کوچ کر کے ملتان آگئیں چنانچہ ان کو بھی حسب حیثیت قطعات اراضی عطا ہوئے (۱۷) یہاں تک کہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر بلوچ ہی بلوچ نظر آنے لگے چنانچہ اس وقت سے دریائے سندھ کے دونوں کناروں اور مغرب میں سلسلہ ہائے کوہ سلیمان کی وادیوں میں تمنداری سرداری اور زمینداری قوم بلوچ کی ہے اور وہی ان علاقوں میں مقتدر اور معزز خیال کئے جاتے ہیں بلوچوں کی آباد کاری سے اس تمام علاقہ میں امن و امان قائم ہو گیا اور رفتہ رفتہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر بلوچ آباد ہو گئے (۱۸)

نہروں سے سمجھوتہ

سلطان حسین لنگہ ایک طرف سے ان تمام علاقوں پر فوج کشی کر رہا تھا یا فوج کشی کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جو لاہور یا دہلی کے تابع تھے دوسری طرف اس نے اپنے ان ہمسایوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جو نیم آزاد حکومت کر رہے تھے خصوصاً اسے نہروں کی اہمیت کا پورا احساس تھا نہر لودھی پٹھان تھے۔ (۱۹) اور وہ ہملول خان لودھی کے رشتہ دار اسلام خان کی اولاد میں سے تھے انہوں نے لنگاہوں کے ملتان پر قبضہ کرنے سے کچھ عرصہ پہلے سیت پور ضلع مظفر گڑھ کے علاقہ میں دہلی سے آزاد حکومت قائم کی تھی وہ ملتان کے بے حد قریب تھے نیز ان کی حکومت زیریں وادی سندھ اور دو آبہ چناب اور سندھ کے مابین پھیلی ہوئی تھی اور ان کا حلقہ اثر کشمور تک چلا جاتا تھا یہ لودھی نہر

یعنی بھینڑیا ظالمانہ طرز عمل کی وجہ سے کہلاتے تھے سلطان حسین لنگاہ کو خدشہ تھا کہ اگر دہلی کی طرف سے ملتان پر حملہ ہوا تو کہیں نہردہلی کی حکومت سے متحد ہو کر ملتان کو نقصان نہ پہنچائیں چنانچہ سلطان حسین نے بڑی کوششوں کے بعد سیت پور کے نہر حکمرانوں کو اپنا ہم نوا ہم جلیں اور اتحادی بنا لیا اور دونوں گھرانوں کے مابین صلح و آتش کا تعلق اس قدر مضبوط ہو گیا کہ کبھی بھی اس میں ذرا بھر دراڑیں نہ آئیں اور امن اور جنگ میں دونوں خاندان ایک دوسرے کے آئندہ دائمی مدد و معاون و حلیف بن گئے

حاجی خان میرانی کی آمد

دریائے سندھ کے پار کی مقبوضات میں بلوچوں کی آباد کاری سے شاہ حسین لنگاہ نو بے حد فائدہ ہوا تھا سہراب خان کے بیٹوں نے اپنے اپنے ناموں پر ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ فتح خان نامی شہر آباد کئے اور اپنے قبیلہ کے افراد میں اراضیات تقسیم کر کے کافی اراضی قابل کاشت بنائی اور حکومت کی آمدنی میں اضافہ کیا ابھی زیریں سندھ کا علاقہ لنگاہوں کے کنٹرول میں نہیں تھا اور آئے دن نہروں سے سرحدی تنازعات ہو جاتے تھے چنانچہ اسی زمانے میں حاجی خان میرانی نامی سردار سلطان حسین خان کی خدمت میں حاضر ہوا جسے سلطان نے زیریں وادی سندھ کا انتظام سونپ دیا وہ ملتان سے واپس جا کر ساکنڈھ سے جنوب میں دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر قابض ہو گیا اور آہستہ آہستہ طاقت پکڑنے لگا (۲۰) اور بعد ازاں اس نے اپنے بیٹے غازی خان کے نام پر ڈیرہ غازی خان کا شہر آباد کیا (۲۱)

جام بایزید اور جام ابراہیم کی سندھ سے ملتان آمد

سلطان حسین خان لنگاہ کی کرم بخشی اور انسان دوستی کا شہرہ دور نزدیک پھیلا ہوا تھا

اور لوگ جوق در جوق اس کی ملازمت کے لئے آتے تھے اور وہ ہر ایک کو اس کے مرتبے کے مطابق گذر اوقات کا سامان مہیا کرتا تھا چنانچہ اس زمانہ میں جام بایزید اور جام ابراہیم جو سمہ قبیلہ کے اہم سردار تھے (۲۲) جام نظام الدین عرف جام نندا حاکم سندھ (۲۳) سے ناراض ہو کر سلطان حسین لنگاہ کی خدمت میں ملتان حاضر ہوئے چونکہ جام بایزید سلطان حسین کا حقیقی ماموں تھا اس لئے سلطان حسین نے انکی بہت تعظیم و تکریم کی شور کوٹ کا علاقہ جام بایزید کو اور اوج کا علاقہ جام ابراہیم کے سپرد کر دیا اور ان دونوں کو ان علاقوں کے انتظام کے لئے روانہ کر دیا (۲۴)

جام بایزید فضائل علمی سے زیادہ بہرہ ور نہ تھا لیکن ہمیشہ اہل علم کے ساتھ صحبت رکھتا تھا جہاں کہیں کسی عالم کے متعلق سنتا تھا تو اس کے حال پر اس قدر عنایت کرتا تھا کہ وہ بے اختیار ہو کر جام بایزید کی محبت میں چلا آتا تھا اور پھر جام بایزید سے تعلق ختم نہ کرتا تھا کہا جاتا ہے کہ جام بایزید نے علامہ شیخ جلال الدین قریشی جو شیخ حمید الدین حاکم قریشی کی اولاد میں سے تھے اور جنہوں نے خراسان میں مختلف علوم کی تحصیل کی ہوئی تھی اور اپنے وقت کے تبحر عالم تھے باوجودیکہ ان کی ظاہری بینائی بہت کم ہو گئی تھی ان کو بلا کر بہت کوشش سے شیخ الاسلام کا عمدہ ان کے سپرد کر دیا اور تمام ملکی معاملات کے اختیارات انکو دے دیئے

جام بایزید اپنی قیمتی عمر کو اہل علم و فضل کی صحبت میں گزارتا تھا احکام خدا کی اس قدر پابندی کرتا تھا کہ ایک مرتبہ قلعہ شور کوٹ میں ایک عمارت کی بنیاد کھدواتے ہوئے اتفاق سے ایک خزانہ نکل آیا اس پر خود قبضہ نہیں کیا بلکہ وہ سارا خزانہ سلطان حسین لنگاہ کی خدمت میں ملتان بھیج دیا اس کے اس عمل سے سلطان حسین لنگاہ اس کا اور زیادہ معتقد ہو گیا (۲۵)

سندھ کے جام نظام الدین سمہ سے دوستانہ تعلقات

والئے سندھ جام نظام الدین عرف جام نندا سمہ خاندان کا ایک نامور حکمران تھا وہ

سلطان حسین لنگاہ والے ملتان کا ہم عصر تھا اس نے اپنے ارد گرد کے کسی مسلمان حکمران کے خلاف کبھی بھی کوئی جارحانہ کوشش نہیں کی تھی اس کی امن پسندی ضرب المثل تھی اس کے سلطان حسین لنگاہ سے بے حد برادرانہ تعلقات تھے دونوں حکمران ایک دوسرے کو نفیس تحائف بھیجتے رہتے تھے اور خط و کتابت کا سلسلہ بھی متواتر رہتا تھا اور وہ ایک دوسرے کے یار و مددگار تھے (۲۶)

سلطان سکندر لودھی سے معاہدہ صلح

سلطان بھلول لودھی سال ۱۳۵۲ء سے ۱۳۸۸ء تک سریر آرائے تخت دہلی رہا وہ جب تک زندہ رہا لنگاہوں کے ملتان پر تسلط کے خاتمے کے لئے کچھ نہ کچھ کرتا رہا اسے سلطان قطب الدین لنگاہ کے ہاتھوں ملتان سے ہاتھ دھونے کی خفت اٹھانی پڑی تھی ملتان اس کے اجداد کا وطن تھا اس کی جائے پیدائش تھا اسے رہ رہ کر ملتان یاد آتا تھا چنانچہ دو مرتبہ اس نے ملتان پر فوج کشی بھی کی ایک دفعہ اس نے اپنی سرکردگی میں ملتان کا رخ کیا سرہند تک پہنچا تھا کہ سلطان محمود شرقی والے جو پنور نے دہلی کا محاصرہ شروع کر دیا جس پر وہ ملتان کی مہم کو ترک کر کے جلدی واپس دارالسلطنت کو بچانے کے لئے لوٹا دو سری مرتبہ اس نے شہزادہ باربک شاہ اور تاتار خان کی سرکردگی میں ملتان پر حملہ کرایا لیکن وہ حملہ کافی جانی و مالی نقصان کے بعد ناکام ہو گیا اس کے بعد بھی وہ دہلی سے ملتان کے حکمرانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا وہ اپنے داماد شیخ عبداللہ قریشی پر شیخ یوسف قریشی کو ملتان کی حکومت پر متمکن کرانا چاہتا تھا لیکن وہ جیتے جی اپنے ان مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکا سال ۱۳۸۸ء میں سلطان بھلول لودھی فوت ہو گیا اور اس کا نظام خان نامی بیٹا سلطان سکندر لودھی کا لقب اختیار کر کے سریر آرائے سلطنت دہلی ہوا اس موقع پر سلطان حسین لنگاہ نے سلطان سکندر لودھی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے ایک تعزیت نامہ اور ایک

تہنیت نامہ ملتان کے قیمتی تحفوں نفائس اور ہدیوں کے ساتھ ایلچیوں کی معرفت سلطان سکندر لودھی کی خدمت میں بھیجا اور آشتی اور صلح کی تحریک کی (۲۷) سلطان سکندر لودھی نے مشرقی ہندوستان اور جنوبی ہندوستان میں فتوحات کا آغاز کرنے سے پہلے اپنی سلطنت کے شمال مغربی طرف حالت امن قائم کرنے کو ریاستی حکمت عملی قرار دیا اور سلطان حسین لنگاہ کے دوستی کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو گرم جوشی سے تھاما چونکہ سلطان سکندر لودھی میں شریعت کی پاسداری اور خدا پرستی زیادہ تھی لہذا وہ ملتان کے حکمران سے صلح پر راضی ہو گیا اور ہردو فریقین نے آپس میں صلح کر لی شرائط معاہدہ صلح حسب ذیل تھیں

- ۱۔ فریقین آپس میں اتحاد اور اتفاق رکھیں گے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے
- ۲۔ ہر ایک حکمران اپنے مملوکہ اور مفتوحہ علاقے پر قانع اور قابض رہے گا اور دوسرے کے علاقے میں تجاوز نہ کرے گا اور کسی کی فوج اپنی سرحد سے تجاوز نہ کرے گی
- ۳۔ اگر کسی کو مدد و معاونت کی ضرورت ہو تو دوسرا فریق اس کی مدد کرنے سے پہلو تہی نہ کرے گا۔

جب عہد نامہ لکھا گیا تو امراء و اراکین سلطنت کی شہادتوں سے اس معاہدہ کو مکمل کیا گیا اور سلطان سکندر نے حکومت ملتان کے ایلچیوں کو خلعتیں دیکر رخصت کر دیان

(۲۸)

سلطان مظفر شاہ گجراتی سے مراسم دوستی

سلطان حسین لنگاہ نے ملتان کی سلطنت کی مضبوطی کے لئے تمام ہمسایوں سے دوستانہ روابط مستحکم کئے ہوئے تھے جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اسے بیت پور کے نہر حکمرانوں سے حالت امن و جنگ میں اتحاد کیا ہوا تھا سندھ کے سمہ حکمرانوں سے بھی اخلاص یگانگت اور محبت کے رشتے استوار کئے ہوئے تھے دہلی کے لودھی حکمران سے

معاہدہ صلح کر کے ادھر سے کسی ممکنہ خطرہ کا سد باب بھی کر دیا تھا سلطان کی جنوبی حدود اباڑ و اور سروائی کے قلعہ جات تک چلی جاتی تھی جہاں سے حکومت گجرات کی حدود بالکل نزدیک تھیں۔ سلطان حسین لنگاہ کے والد کے دور میں دور دست مالوہ کے حکمران سلطان محمود خلجی نے ملتان پر حملہ کیا تھا۔ گجرات مالوہ سے نزدیک تر ہمسایہ تھا جنوب مشرق کی طرف سے اپنی مملکت پر ممکنہ حملہ کے سد باب کے لئے سلطان حسین لنگاہ نے گجرات کے سلطان محمود شاہ کی طرف بھی دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہوا تھا اور تحفہ تحائف اور ملتان کی نفیس سوغاتیں بھیج کر مضبوط تعلقات استوار کئے ہوئے تھے دونوں حکمران ایک دوسرے سے گاہے بگاہے خط و کتابت کرتے تھے اور دونوں طرف سے رسل رسائل کا سلسلہ کھلا ہوا تھا ایک دفعہ سلطان حسین لنگاہ نے ملتان سے گجرات کے سلطان مظفر شاہ کی خدمت میں قاضی محمد کو سفیر بنا کر بھیجا اس سفارت کا اصل مقصد یہ تھا کہ ملتان کا سفیر احمد آباد کی عالی شان عمارات کے نقشے اور وہاں سے فن تعمیر کے ماہر ہمراہ لائے تاکہ ملتان کو بھی عالی شان عمارات سے مزین کیا جاسکے (۲۰) نیز سلطان حسین لنگاہ نے گجرات کے مدرسوں کی بڑی تعریف سنی تھی اور چاہتا تھا کہ ملتان کا تعلیم کا نظام گجرات کے نظام تعلیم سے ملتا جلتا قائم ہو جائے چنانچہ ملتان سفیر کو ان سب امور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ہدایات دی گئیں تھیں۔ قاضی محمد کو سلطان حسین نے ہدایت کی کہ جب وہ سلطان مظفر سے رخصت ہونے لگے تو اس سے عرض کر کے گجرات کی عمارات کی سیر کرنے کی اجازت حاصل کر لے جب قاضی محمد احمد بادی پینچا تو اس نے تحفہ و ہدایہ پیش کر کے رخصت کے وقت گجرات کی عمارات کی سیر کی استدعا کی جس پر سلطان مظفر نے اپنے خدمتگار کو ہمراہ بھیج کر قاضی محمد کو گجرات کی عمارات کی سیر کرا دی جب قاضی محمد گجرات سے ملتان آیا اور سلطان حسین لنگاہ کو تمام مطلوبہ معلومات بہم پہنچا دیں اور اس نے چاہا کہ سلاطین گجرات کی عمارات کی خوبیوں کا کچھ ذکر کرے لیکن اس نے خود کو انکی تعریف سے قاصر پایا اور گستاخانہ عرض کی کہ اگر مملکت ملتان کی تمام آمدنی ایک محل کی تعمیر پر صرف کردی جائے تو معلوم نہیں کہ تب بھی ویسی عمارت پوری تعمیر ہو سکے گی یا نہیں

سلطان حسین اس بات کو سننے سے رنجیدہ اور مغموم ہوا عماد الملک وزیر اعظم نے ہمت کر کے عرض کی کہ حضور کی سلطنت تاقیامت قائم رہے آپ کے رنج کا سبب معلوم نہیں ہوا سلطان حسین لنگاہ نے کہا کہ میرے رنج کا سبب یہ ہے کہ میں بادشاہ کہلاتا ہوں لیکن بادشاہی کی حقیقت سے محروم ہوں اگرچہ قیامت کے دن میرا حشر بھی بادشاہوں کے ساتھ ہو گا وزیر اعظم عماد الملک نے کہا بادشاہ کو اس بات کا رنج نہیں کرنا چاہیے اس وجہ سے کہ خداوند کرم نے ہر مملکت میں ایک بزرگی رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسری مملکتوں سے معزز و محترم ہوتی ہے

اگرچہ گجرات دکن مالوہ بنگالہ کی مملکتیں زرخیز ہیں اور عیش و عشرت کے سامان وہاں اچھی طرح میسر ہیں لیکن مملکت ملتان مردم خیز ہے اس لئے ملتان کے بزرگ جہاں کہیں گئے ان کا عزت و احترام کیا گیا الحمد للہ شیخ الاسلام ہماؤ الدین ذکر کیا قدس سرہ کے طبقہ عالیہ سے چند لوگ موجود ہیں جو تمام کمالات کے مالک ہیں شیخ یوسف قریشی کی سلطان بسلول لودھی بے حد عزت کرتا تھا۔ (۳۰) اسی وجہ سے سلطان بسلول لودھی نے اپنی لڑکی کا رشتہ ان کے بیٹے سے کیا اس کی کس قدر عزت ہوتی ہے ان کو اور لوگوں پر ترجیح دی جاتی ہے اس طرح بخاری خاندان کے چند بزرگ اوج اور ملتان میں موجود ہیں جو ظاہری و باطنی کمالات سے متصف ہیں اور حاجی عبدالوہاب کے فلسفہ و فکر میں کامل ہیں علماء کے طبقہ میں مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد مولانا عزیز اللہ موجود ہیں جو ملتان کے باشندے ہیں ان میں سے ہر ایک کے ہزاروں شاگرد ہیں (۳۱) ایسے بزرگوں کے وجود پر ملتان تو کجا اہل ہندوستان کو فخر کرنا چاہیے جب اس قسم کی دلاویز باتیں وزیر اعظم نے کیں تو سلطان حسین لنگاہ کے دل کبیدگی دور ہو گئی (۳۲)

سلطان حسین لنگاہ کی تخت سے دست برداری

جب سلطان حسین لنگاہ بوڑھا ہو گیا تو اسے اس بات کا سخت احساس ہو گیا کہ اس

کے قویٰ مضحل ہو گئے ہیں اور ایک حکمران کو جس قدر ذہنی اور جسمانی طاقت کا حامل ہونا چاہیے اس میں وہ طاقتیں مفقود ہو گئی ہیں تو اس نے ایک روز اپنے کاروبار حکومت سے دست برداری کا اعلان کر دیا اور اپنے بڑے لڑکے فیروز خان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اور خود ایک عام شہری کی طرح زندگی بسر کرنی شروع کر دی اور گوشہ نشین ہو کر ہمہ وقت قال اللہ و قال رسول کا شغل اختیار کر لیا اور علماء فضلاء کی مجلس میں بیٹھنے لگا اور عبادت الہی میں بے حد مصروف ہو گیا۔ (۲۲)

حواشی باب چہارم

۱:- مقالہ "اچ" مطبوعہ پاکستان کوارٹرلی سال ۱۹۵۵ء

۲:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۱

۳:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۱

۴:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۱

۵:- پندرہویں صدی میں دریائے سندھ اپنے موجودہ راستے سے بیس کوس مشرق میں موجودہ تھل کے وسط میں بہتا تھا اور لیہ مظفر گڑھ اور علی پور کے علاقے کی اراضیات اور بستیاں اور شہر جو آج کل سندھ کے مشرقی کنارے پر واقع ہیں اس صدی میں مغربی کنارے پر تھیں دریائے سندھ نے اٹھارویں صدی میں اچانک راستہ تبدیل کر لیا اور کافی علاقہ جو دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر تھا وہ مشرقی کنارے پر آگیا اور دریائے سندھ اس کے بعد متواتر اپنے مغربی کنارے کا کٹاؤ کرتا آتا ہے جس کے نتیجے میں ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان کے قدیم شہر دریا برد ہو چکے ہیں پندرہویں صدی میں کوٹ کروڑ اور دھکوٹ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع تھے آئین اکبری کی رو سے اکبر کے دور میں کوٹ مٹھن کے مقام پر دریائے سندھ وادی سندھ کے دوسرے دریاؤں ستلج وغیرہ سے نہ ملتا تھا بلکہ اچ کے بالمقابل شہر سلطان کے پاس دریائے سندھ دریائے پنجند سے ملتا تھا اور علی پور تحصیل کا پورا علاقہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع تھا اچانک سال ۱۷۸۷ء میں دریائے سندھ اپنا سابقہ راستہ تبدیل کر کے اپنے موجودہ راستے پر چلا آیا اس سلسلہ میں تفصیل ملاحظہ کریں مظفر گڑھ گزیٹر سال ۱۹۰۸ء باب نمبر ۱ صفحات ۵، ۶۔

۶:- دودائی بلوچ ایک رند بلوچ باپ اور سسرماں کے بطن سے پیدا ہوئے بڑھے پھلے پھولے مدظلہ ہو گزیٹر ڈیرہ غازی خان صفحہ ۲۱

۷:- مرقع لمٹان صفحہ ۲۰

۸:- اغلباً شہاب الدین کی بغاوت دہلی کی حکومت کی سازش سے ہوئی کیونکہ انہی دنوں دہلی کی طرف سے باربک شاہ لودھی نے لمٹان پر حملہ بھی کر دیا تھا۔

۹:- سلطان بہلول لودھی کا دادا ملک بہرام لودھی شاہو خیل علاقہ روہ کوہ سلیمان سے ہندوستان میں آیا اور ملک مردان دولت کا ملازم ہو گیا اور محلہ کمنگراں ملتان میں گھر بنایا وہ ملک مردان دولت کے توسط سے ترقی کرتے کرتے ملتان کا گورنر بن گیا جب ملتان کی حکومت ملک بہرام کے پاس نہ رہی تو وہ ملتان میں ہی رہائش پذیر ہو گیا اس کے ملک سلطان، ملک کالا، ملک فیروز، ملک محمد، ملک خواجہ، کل پانچ بیٹے تھے جو باپ کے مرنے کے بعد ملتان میں ہی رہے باپ کا منصب ملک سلطان کو ملا سید خضر خان جب ملتان کا گورنر تھا تو ملک سلطان اس کی فوجوں کا کماندار تھا اس نے ایک لڑائی میں بقیل خان کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تو سید خضر خان اس پر بے حد مہربان ہو گیا جب سید خضر خان ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا تو اس خاندان کے دن پھرے سید خضر خان نے ملک سلطان کو اسلام خان کا لقب دیکر گورنر سرہند مقرر کیا اور وہ امیر الامراء کے عہدہ پر فائز ہو گیا اسلام خان نے اپنے بھتیجے ملک بہلول کو اپنا منہ بولا بیٹا، بنایا داماد، بنایا اور اپنا جانشین بنایا جس نے اسلام خان کی وفات کے بعد بے حد ترقی کی اور جلد امیر الامراء میر بخشی ہندوستان خانخانان اور پورے ہندوستان کے بست و کشاد کا مالک ہو گیا اور جب آخری سید بادشاہ دل برداشتہ ہو کر تارک الدنیا ہونے لگا تو اس نے حکومت دہلی ملک بہلول لودھی کے حوالے کر دی بالتفصیل مطالعہ کے لئے تاریخ خان جہان لودھی اور تاریخ فرشتہ جلد اول صفحات ۵۳۵ تا ۵۵۰ ملاحظہ کریں

۱۰:- گزنیئر ضلع ڈیرہ غازی خان سال ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۱ + ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ایشوری پرشاد صفحہ ۳۱۸

۱۱:- طبقات اکبری صفحہ ۵۱۱ جلد سوئم

۱۲:- طبقات اکبری کی بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ لنگاہ دور میں ملتان کے شمال میں ایک عید گاہ تھی جیسے آج کل ملتان کے شمال میں موجودہ عید گاہ ہے موجودہ عید گاہ سال ۱۷۳۵ء/۱۱۳۸ھ کو مشہور تورانی سردار عبدالصمد خان دلیر جنگ نے محمد شاہ رگپلا کے دور حکومت میں جب وہ گورنر ملتان تھا تعمیر کرائی جو مغل فن تعمیر کا شکار ہے اغلباً موجودہ عید گاہ کی جگہ پر کوئی پرانی عید گاہ لنگاہ دور کی ہوگی جس کو عبدالصمد خان نے از سر نو تعمیر کرایا ملتان کی موجودہ عید گاہ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں ملتان کی ابتدائی تاریخ از سید محمد لطیف صفحہ ۶۷

۱۳:- اس عبارت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملتان ان دنوں دریائے چناب کے غریب کنارے پر آباد تھا اور علاقہ سندھ ساگر سے آتے ہوئے ملتان پہنچنے کے لئے صرف دریائے سندھ کو عبور کرنا پڑتا تھا کہ ملتان آجاتا تھا اور دریائے چناب ملتان کے جنوب مشرق میں بہتا تھا یا طبقات اکبری کی یہ عبارت غلط ہے

۱۴:- طبقات اکبری کے مطابق شاہ حسین لنگاہ نے جنگ کے روز تمام فوج کو پیادہ پا ہونے کا حکم دیا اور خود بھی سب سے پہلے پیدل ہو گیا اور حکم دیا کہ تمام فوج تین تین تیر دشمن کی طرف چلائے جب پہلی مرتبہ ہزار تیریک لخت چلے تو دشمن تیروں کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا اس دور میں جنگجو سوار عموماً جنگ کے وقت پیادہ پا ہو کر دشمن سے لڑتے تھے خصوصاً راجپوتوں کا طریقہ جنگ اسی طرح تھا اور سواروں کے رسالہ کے مشترکہ حملہ کا رواج نہ تھا ملاحظہ کریں نوٹ پیادہ پا لڑائی از ایلٹ اینڈ ڈائن تاریخ ہندوستان جلد اول صفحہ ۵۳۵ اور طبقات اکبری کی بالا عبارت ملاحظہ کریں جلد سوئم صفحہ

۵۱۲

۱۵:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲

۱۶:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲

۱۷:- تذکرۃ الملکان صفحہ ۵۲ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲

۱۸:- تاریخ فرشتہ کے مطابق سیت پور سے دھن کوٹ تک تمام علاقہ بلوچوں کو عطا ہوا اس کے علاوہ دریائے سندھ کے کنارے وہ علاقہ بھی بلوچوں کو عطا ہوا جو بلوچستان سے ملحق تھا ملاحظہ ہو جلد چہارم صفحہ ۳۸۸ دھنکوٹ میانوالی میں اب بھی کھنڈرات کی صورت میں ہے۔

۱۹:- نہروں کی سیت پور کی آزاد حکومت پر کافی تحقیق کرنے کی ضرورت ہے نہر ناغر افغان بھی ہو سکتے ہیں اور نہروں بلوچ بھی لیکن مورخین متفق ہیں کہ ان کو نہر (بھیریا) عرف عام میں ان کے ٹاٹمانہ دہیہ کی وجہ سے کہا جاتا تھا اور وہ شاہو خیل لودھی افغان تھے اور اسلام خان لودھی کی اولاد سے تھے یہ ملتان پٹمان تھے اور متی افغانوں کی ایک شاخ سے تھے اس زمانے میں دریائے سندھ شہر سلطان کے قریب اچ کے بالکل سامنے پہنچنے سے ملتا تھا اور نہروں کا علاقہ سیت پور علی پور وغیرہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع تھا اس طرح انکی سلطنت اچ سے ہرنڈ شرقاً غرباً واقع تھی اور شمالاً

جنوبیت پور سے شکار پور تک پھیلی ہوئی تھی کشور بھی ان کی حدود سلطنت میں واقع تھا وہ لنگاہوں کے بڑے مضبوط اتحادی تھے انکی رعایا کی اکثریت بلوچوں پر مشتمل تھی اور وہی انکے پانچے شیر زن تھے اسلام خان لودھی بانی خاندان کے بعد اس کا بیٹا حکمران ہوا اس کے بعد اسلام خان کے پوتے قاسم خان سلیم خان اور طاہر خان مشترکہ حکمرانی کرنے لگے لیکن جلد ہی آپس میں لڑ پڑے اور سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لیا موجودہ تحصیل علی پور کا سالم علاقہ طاہر خان نہر کے حصہ میں آیا جس نے بیت پور کو اپنا صدر مقام بنایا وہ پسندیدہ اطوار کا مالک تھا اور خنی طاہر خان کہلاتا تھا اس کی زندگی تک بیت پور کی حکومت مضبوط رہی بعد ازاں نائل جانشینوں کے ہاتھوں اور مخدوم بیت پور اور ڈیرہ غازی خان کے میرانی حکمرانوں کی درازو دہستیوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ خاندان حکومت سے محروم ہو گیا بیت پور میں خنی طاہر خان کا مقبرہ اور مسجد نہروں کے دور حکومت کی یادگار کے طور پر باقی ہے ارغونوں سے مقابلے کے لئے اس خاندان نے لنگاہوں کی بے حد امداد کی تھی

۲۰۔ بعد میں سلطان حسین لنگاہ کے پوتے سلطان محمود کے دور میں حاجی خان میرانی نے لنگاہ سلطان کی ملازمت ترک کر کے آزاد حکومت قائم کی جس کا صدر مقام ڈیرہ غازی خان تھا

۲۱۔ گزیر ڈیرہ غازی خان سال ۱۸۹۷ء ر ۱۸۹۳ء حاجی خان نے ڈیرہ غازی خان کا شہر ۱۳۸۳ء میں آباد کیا

۲۲۔ سر قبیلہ سندھ کا حکمران خاندان تھا یہ قبیلہ سکھر اور ٹھٹھہ کے درمیان آباد تھا اور یہ لوگ اصلاً یادپو چندر بنی راجپوت تھے جب حکمران ہوئے تو جمشید کی اولاد کہلانے لگے سال ۷۵۲ھ مطابق ۱۳۵۱ء کو یہ قبیلہ سرا خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر کے سندھ کا حکمران ہوا اور انہوں نے ۹۳۷ھ مطابق ۱۵۲۱ء تک سندھ پر حکومت کی جب ارغونوں نے ان سے سندھ چھین لیا

۲۳۔ جام نظام الدین المعروف جام نندا سر ۸۶۶ھ مطابق ۱۳۶۶ء میں جام سبخر کی وفات کے بعد سندھ کا حکمران ہوا اس نے اڑھتالیس سال حکومت کی اس کا دور حکومت سنہری دور شمار ہوتا ہے اس کے بیٹے جام فیروز کے دور میں سال ۹۶۷ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں شاہ بیگ ارغون نے سندھ پر حملہ کر کے کچھ علاقے چھین لئے اور آہستہ آہستہ سال ۹۳۷ھ مطابق سال ۱۵۲۱ء تک تمام سندھ پر قابض ہو کر سرہ حکومت کا خاتمہ کر دیا

۲۳:- تاریخ فرشتہ کی رو سے جام بایزید اور جام ابراہیم دونوں بھائی تھے اور جام نظام الدین عرف نندا
 سلطان سندھ اپنی قوم کے سرداروں سے خوف کھاتا تھا اور گاہے بگاہے ان کا قلع قمع کرتا رہتا تھا
 ملاحظہ کریں جلد چہارم صفحہ ۳۸۹ .

۲۵:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۳

۲۶:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۳۳

۲۷:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۳

۲۸:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۳

۲۹:- تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۸۹ جلد چہارم

۳۰:- اگر شیخ یوسف قریشی کے ساتھ رائے سرہ لنگاہ نے دعا بازی کی ہوئی ہوتی تو ملتانی سفیر سلطان
 حسین لنگاہ کے سامنے شیخ یوسف قریشی کی تعریف ہرگز نہ کرتا

۳۱:- تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۹۰ جلد چہارم

۳۲:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۶

۳۳:- تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۹۱ جلد چہارم

باب پنجم

سلطان فیروز لنگاہ

سلطان حسین خان کی گوشہ نشینی کے بعد اس کا بڑا بیٹا سلطان فیروز شاہ کے نام سے ملتان میں تخت نشین ہوا اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور وزارت کا قلمدان حسب سابق عماد الملک کے سپرد رہا۔ سلطان فیروز لنگاہ نا تجربہ کار تھا اس کی تمام قوتوں پر نفسانی خواہشات غالب اور مسلط تھیں نیز وہ سخاوت کے خاندانی وصف سے بھی محروم تھا وہ نا اہل بد کردار اور پکا ستمگر تھا سلطان حسین لنگاہ کو اپنے آخری دنوں میں اپنے وزیر عماد الملک پر بے حد اعتماد تھا سلامت روی اور انسان دوستی کے جذبے سے سرشار ہونے کی وجہ سے سلطان حسین لنگاہ اپنے وزیر اعظم عماد الملک کے بیٹے بلال کو اس کے بچپن سے بے حد چاہتا تھا اور بلال بھی اپنے حسن سیرت و صورت کی وجہ سے پوری لنگاہ مملکت میں بہت مقبول تھا سلطان فیروز بچپن سے بلال سے سخت حسد کرتا تھا اسے ناحق یہ خوف تھا کہ کہیں وزیر اور اس کا بیٹا اپنے اثر و رسوخ اور مقبولیت کی وجہ سے سلطنت نہ ہتھیا لیں یا اس کے باپ کو اس کی نالائقیوں کی وجہ سے اس سے بدراہ نہ کر لیں

وزیر کے بیٹے بلال کا قتل ناحق

چنانچہ بلال کے بارے میں جوں جوں لوگوں میں مقبولیت بڑھتی گئی سلطان فیروز کا غصہ اور غیض و غضب میں روز بروز اضافہ ہو گیا آخر ایک روز اس نے اپنے غلاموں میں سے ایک سے کہا کہ بلال شاہی دولت پر قبضہ کر کے قتل انگیزی کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کو اپنے موافق کر رہا ہے اور خود سلطنت پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے سلطنت کی مصلحت یہ ہے کہ قتل سے پہلے مفید کا سد باب کر دینا چاہیے اس پر وہ بد بخت غلام بلال

کے قتل پر آمادہ ہو گیا

بلال ایک روز مغرب کی نماز کے بعد ملتان شہر میں گلیوں سے ہوتا ہوا گھر آ رہا تھا کہ اس غلام نے کمین گاہ سے نکل کر ایک تیر بلال کے سینہ میں مارا جو پھوٹا ہو گیا اور بلال ختم ہو گیا۔ بلال کے خون ناحق پر ملتان کے باشندگان نے بہت افسوس کیا اور رائے عامہ سلطان فیروز لنگاہ کے خلاف ہو گئی اور سلطنت میں سخت بے چینی پھیل گئی (۲۰)

سلطان فیروز لنگاہ کا قتل

بوڑھا وزیر اعظم عماد الملک نے اپنے بیٹے کے خون ناحق پر بہت شور مچایا اور بہت داد فریاد کی لیکن کسی نے نہ سنی آخر تھک ہار کر غصہ سے مغلوب ہو کر اس نے خود بدلہ لینے کی ٹھانی۔ اور کچھ عرصہ بعد وزیر اعظم نے موقع پا کر سلطان فیروز شاہ کو زہر دلو کر قتل کرا دیا (۲۱) اور اپنے لڑکے بلال کے خون ناحق کا بدلہ لے لیا سلطان فیروز لنگاہ کا عرصہ حکومت ایک سال اور چند دن تھا

حواشی باب پنجم

- ۱:- طبقات اکبرنی میں وزیر کا نام عماد الملک لوک درج ہے لیکن کسی دوسری تاریخ میں لوک عرف کا ذکر نہیں ہے احمد نبی خان نے بوبک تحریر کیا ہے جسکے فارسی میں معنی ہدیہ۔ ووشیزہ اور احمق کے ہیں
- ۲:- تذکرۃ المملتان کی رو سے محمود خان پسر سلطان فیروز کو جب سلطان حسین خان نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تو وہ سال ۸۹۸ھ مطابق ۱۴۹۲ء تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلطان فیروز کو اس سال زہر دیکر مارا گیا ملاحظہ صفحہ ۵۶

باب ششم

سلطان حسین لنگاہ بار دوم

جب ضعیفی اور گوشہ نشینی کے دوران سلطان حسین لنگاہ کو بیٹے کے قتل کا صدمہ پہنچا اور اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو انہیں میر کی طاقت نہ رہی فریاد و واویلا کرتا تھا اور زار زار اور ہائے ہائے کر کے روتا تھا آخر لوگوں نے سمجھا بجا کر اسے دوبارہ نظام حکومت اپنے ہاتھوں میں لینے پر آمادہ کر لیا جس پر اس نے مملکت کی حفاظت اور بیٹے کا انتقام لینے کی غرض سے پھر اپنے نام کا خطبہ پڑھایا اور سلطنت سے دست برداری کا حلف توڑ کر امور مملکت اپنے ہاتھ میں دوبارہ لے لئے اس نے محمود خان پسر سلطان فیروز خان لنگاہ کو اپنا ولی عہد نامزد کیا اور حسب سابق عماد الملک کو وزیر کے عہدہ پر برقرار رکھا اور اس سے مصلحتاً مطلق رنجش و کلفت کا اظہار نہ کیا (ج ۱)

وزیر اعظم عماد الملک کی گرفتاری

سلطان حسین لنگاہ نے جب سلطنت کے امور پر مکمل گرفت حاصل کر لی تو اس نے چند روز کے بعد جام بائزید حاکم شور کوٹ کو بلایا اور خلوت میں اسے کہا کہ تم میرے ماموں ہو اور تمہیں میرے درد دل کا بخوبی علم ہے ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ اس نمک جرام عماد الملک سے ہم اپنا انتقام لیں جام بائزید نے اس خدمت کو بخوشی قبول کیا اور رخصت ہو گیا ملتان شہر سے باہر آنے کے بعد اس نے رات کو اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ سلطان صبح کو لشکر کا معائنہ کرنا چاہتا ہے تیاری کی جائے اور تمام لشکر تیار ہو کر سلطان کے در دولت پر صبح کو حاضر ہو صبح کو تمام لشکر ہتھیار بند ہو کر جام بائزید کی سرکردگی میں در دولت پر حاضر ہو گیا سلطان کو اطلاع کی گئی جس پر سلطان نے وزیر اعظم عماد الملک سے کہا

کہ جا کر جام بایزید کے لشکر کا صحیح طریقے سے معائنہ کرو جب عماد الملک محل سے باہر معائنہ کے لئے آیا تو جام بایزید کے آدمیوں نے عماد الملک کو گرفتار کر کے پایہ زنجیر کر دیا (۲۷)

جام بایزید کی وزارت عظمیٰ پر تقرری

جب سلطان حسین لنگاہ نے عماد الملک سے چھٹکارا حاصل کر لیا تو اپنے ماموں جام بایزید کو وزارت عظمیٰ کا عہدہ تفویض کر کے خود امور سلطنت سے کنارہ کش ہو گیا نیز جام بایزید کو اپنے پوتے اور ولی عہد محمود خان بن فیروز خان کا اتالیق بھی مقرر کر دیا تاکہ اس کی امور مملکت کے سلسلہ میں خوب تربیت ہو سکے (۲۸)

سلطان حسین خان لنگاہ کی وفات

سلطان حسین لنگاہ کی صحت کافی عرصہ سے دگرگوں تھی لیکن بیٹے کی ناگہان موت اور سلطنت کے کاموں کی پریشانیوں کی وجہ سے جسمانی حالت مزید خراب ہو گئی چنانچہ سلطان حسین لنگاہ شکستہ دل نا آسودہ ۲۶ صفر ۹۰۸ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۵۰۲ء کو اتوار کے روز اس جہان فانی سے عالم عقبی کو سدھارا (۲۹) اس کی سلطنت کی مدت ایک قول کے مطابق چونتیس سال اور دوسرے قول کے مطابق چھتیس سال ہوئی

سلطان حسین لنگاہ کی شخصیت پر ایک نظر

سلطان حسین لنگاہ ایک ہمہ صفت موصوف شخص تھا وہ نہ صرف خود عالم فاضل تھا بلکہ علم و ادب کو پھیلانے کا دلدادہ تھا اس نے ملتان میں اپنے دور حکومت میں بڑے

عالیشان مدرسے (۵) قائم کئے جہاں وقت کے علماء فضلاء طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتے تھے وہ عدل و انصاف سخاوت کے وصف سے مکمل طور آراستہ تھا اس کے دور حکومت میں مخلوق خدا مطمئن اور آرام سے زندگی بسر کرتی تھی اور ملتان کی آزاد مملکت تمام برصغیر میں قابل رشک جگہ بن گئی تھی وہ صاحب جرات سیاست و شوکت و دبذبہ تھا وہ تلوار کا دھنی تھا اور اس نے اپنی عسکری طاقت بڑھانے میں بے حد کوشش کی اس طرح سے وہ اس قابل ہو گیا کہ ہندوستان کی مرکزی حکومت باوجود بسیار کوشش کے اس کا بال بھی بیکانہ کر سکی وہ جس طرف اپنا لشکر بڑھاتا تھا فتح و نصرت اس کے قدم چومتی تھی وہ علماء فضلاء کی صحبت کو پسند کرتا تھا اور ان کی سرپرستی کرتا تھا وہ صحیح العقیدہ شخص تھا اور شریعت پر پابندی کی کوشش کرتا تھا آخری عمر میں اس کا زہد کمال درجہ کو پہنچ گیا وہ خوف خدا سے زار و قطار رہتا تھا وہ جب اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس کی مملکت اس کے باپ کے دور سے دو گنی وسیع ہو چکی تھی اور خزانے پر تھے ہر طرف امن و امان تھا رعایا خوشحال تھی اور تمام ہمسایہ حکمرانوں سے تعلقات برادرانہ تھے اس لحاظ سے اس کا دور حکومت لنگاہ حکمرانوں میں سنہری دور حکومت قرار دیا جاسکتا ہے

حواشی باب ششم

- ۱۔ بحوالہ حاشیہ نمبر ۲ باب پنجم سلطان حسین نگاہ دوسری بار سریر آرائے سلطنت سال ۸۹۸ھ مطابق ۱۳۹۳ء میں ہوا اس طرح اس نے دوسری بار دس سال حکمرانی کی
- ۲۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۷
- ۳۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۷
- ۴۔ تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۳۹ ایک اور قول کے مطابق سلطان حسین نگاہ ۹۰۴ھ مطابق ۱۴۹۸ء کو فوت ہوا ملاحظہ ہو طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۷
- ۵۔ ہندوستان میں ترویج تعلیم (انگریزی) از این این لا صفحہ ۱۰۵

باب ہفتم

سلطان محمود خان لنگاہ

جب سلطان حسین لنگاہ کی تجیز و تکفین کی رسوم ادا ہو گئیں تو دوسرے روز پیر کے دن ستائیس صفر المظفر ۹۰۸ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۵۰۲ء کو وزیر اعظم جام یازید نے امراء و اکابر اور اشراف کے مشورہ سے اور سلطان حسین لنگاہ مرحوم کی وصیت کے مطابق محمود خان پسر سلطان فیروز خان لنگاہ جسے اس کے والد کی وفات کے بعد سلطان حسین لنگاہ نے ولی عہد نامزد کیا تھا تخت سلطنت لنگاہ پر متمکن کیا وہ لنگاہوں کا چوتھا حکمران تھا (۱)

سابق وزیر اعظم عماد الملک کا قتل

تخت نشین ہوتے ہی سلطان محمود خان لنگاہ نے سب سے پہلے سابق وزیر اعظم عماد الملک کے قتل کا حکم جاری کیا بوڑھا اور نیک سلطان حسین خان لنگاہ بلوجود یکہ عماد الملک کو اپنے بیٹے سلطان فیروز کا قاتل سمجھتا تھا وہ عماد الملک کی سابقہ خدمات اور خدا خونی کی وجہ سے اس کے قتل پر تیار نہ ہوا اور اسے قید میں رکھا لیکن نوجوان سلطان اقتدار میں آتے ہی اپنے غیض و غضب پر قابو نہ رکھ سکا اور اپنے والد کے خون کے عوض سابق وزیر اعظم کو قید سے نکلا کر تلوار کے گھاٹ اتار دیا (۲) اور بوڑھے عماد الملک کو قید و بند کی مصیبتوں اور اس ناہنجار دنیا کی آلائشوں سے ہمیشہ کے لئے پاک اور آزاد کر دیا

سلطان محمود لنگاہ اور قوم لنگاہ کی چیرہ دستیایں

سلطان محمود لنگاہ کی بچپن میں سلطان فیروز لنگاہ کی لاپرواہیوں کی وجہ سے صحیح طور پر تربیت نہ ہوئی تھی سلطان حسین خان امور سلطنت میں استقدر مگن تھا کہ وہ اپنی اولاد کو نہ سنوار سکا سلطان فیروز لنگاہ کی ناعاقبت اندیشی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ لہو و لعب میں استقدر غرق تھا کہ اس نے اپنے بیٹے کی تربیت کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دی اور جلد ہی فوت ہو گیا سلطان حسین لنگاہ جب دوسری بار سلطان فیروز لنگاہ کے قتل کے بعد سریر آرائے سلطنت ہوا تو اسے اپنے جانشین کی فکر ہوئی اس کا پوتا محمود خان اس وقت تک محل سراء میں کینروں کے قبضہ میں تھا اسے دادا محل سراء سے باہر لایا اور اس کی تربیت اپنے ماموں اور وزیر اعظم جام بایزید کے سپرد کر دی یہ معلوم نہیں کہ سلطان محمود خان کی تربیت میں جام بایزید کس قدر کامیاب ہوا لیکن جب سلطان محمود خان مطلق العنان حکمران ہو گیا تو اس نے پر پرزے نکالنے شروع کئے اس میں بوئے سلطانی نام کی کوئی چیز نہ تھی سنجیدہ امور مملکت میں ذرا بھرد لچپی نہ لیتا تھا اس کا زیادہ وقت ناچ گانے امتہنزاء ہنسی مذاق اور ٹھٹھہ مخول میں گذرتا تھا پرانے ملازموں کے ساتھ وہ ایسے عملی مذاق کرتا تھا کہ وہ عاجز آکر خانہ نشین ہو گئے نالائق اوباش نوجوان بھانڈ اور مسخرے اس کے گرد جمع ہو گئے اووہ کم عمری اور ناسمجھی کی وجہ سے وزیر اعظم جام بایزید اور دوسرے بزرگوں کی نصیحتوں اور مشوروں کو ایک کان سے سنتا تھا اور دوسرے کان سے اڑا دیتا تھا (۳) چنانچہ جب حکمران کا یہ وطیرہ ہو گیا تو اہلکاران سلطنت اور لنگاہ امراء مادر پدر آزاد ہو گئے اور نظام سلطنت درہم برہم ہونے لگا اور لنگاہ قوم کے امراء چیرہ دست ہو گئے اور انہوں نے لوگوں پر ظلم و ستم کرنے شروع کر دیے اور ہر طرف ظلم و ستم کا دور دورہ ہو گیا اور بوڑھا وزیر اعظم جام بایزید بالکل بے اثر و بے اختیار ہو گیا اور کاروبار سلطنت چوہٹ ہو گیا

ماموں بھانجے کا قتل

ملتان شہر میں دو سید تھے ایک ماموں تھا دوسرا بھانجا تھا دونوں عابد زاہد تھے اور اپنے

حسن سلوک کی وجہ سے شہر میں بے حد مقبول تھے ان کا امور سلطنت اور ملکی سیاست سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن ایک روز سلطان محمود خان لنگاہ کے ایک ہم قوم حواری نے معمولی سی بات پر دونوں کو بے دردی سے قتل کر دیا (۴) مملکت شہر میں اس ظالمانہ فعل پر سخت کرام مچا لوگوں نے بہت شور مچایا اور سلطان کو اس قتل پر داد و فریاد دی لیکن سلطان نے اپنے لنگاہ حواری کو کوئی سزا نہ دی جس کی وجہ سے لوگوں میں عظیم بے اطمینانی پیدا ہو گئی اور نظام سلطنت پر ان کا اعتبار اٹھ گیا اور شرقا اور مغربا معززین سلطنت نے نفرت سے خانہ نشینی اختیار کر لی اور شریف درباری سلطان کے سامنے جانے سے انکاری ہو گئے

وزیر اعظم جام بایزید سے مخالفت کا آغاز

سلطان محمود خان لنگاہ کے بد معاش کینے درباری آہستہ آہستہ اس پر حاوی ہو گئے اور اسے شریفوں کی پرورش ترک کر دی جب اویاشوں نے اس کے مزاج پر پوری طرح قبضہ کر لیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی راہ میں سب سے بڑا کٹنا وزیر اعظم جام بایزید ہے اس کانٹے کو نکالنے کے لئے انہوں نے طے کیا کہ سلطان کو وزیر اعظم سے لڑا دیا جائے اور اس مقصد کے حصول کے لئے جام بایزید کے بارے میں جھوٹے قصوں کا طوفان کھڑا کر دیا گیا اور سلطان کے کان جام بایزید کے خلاف بھرے گئے ان دنوں جام بایزید مملکت شہر سے ایک فرخ (۵) کے فاصلے پر دریائے چناب کے کنارے اپنے ڈیرہ پر رہائش پذیر تھا اور شہر میں نہیں آتا تھا اور تمام سرکاری امور اور ملکی معاملات وہیں بیٹھے طے کیا کرتا تھا اور اس طرح اپنے اوقات خوش اسلوبی سے گزارتا تھا (۶) جام بایزید کو اس کے خلاف سلطان کے حواریوں کی سازش کا بھی علم تھا اور جو جھوٹے الزامات مرتب کئے جا رہے تھے وہ ان کے بارے میں بھی بخوبی جانتا تھا لیکن اس کا اعتماد اپنی استعداد پر ذرا بھرتل نہ ہوا

اس زمانے میں ایک دن جام بایزید نے بعض قصبات کے تحصیلداروں کو معاملہ سرکار کی وصولی کے سلسلہ میں اپنے ڈیرہ پر طلب کیا چونکہ ان میں سے بعض تحصیلداروں نے سرکشی کی تھی لہذا جام بایزید نے ان کے سرمنڈوا کر ان کی ملتان شہر میں تشہیر کرا دی چغل خوروں نے سلطان محمود سے جا کر کہا کہ جام بایزید نے سلطان کے وفادار ملازموں کی اہانت اور سزا دہی شروع کر دی ہے اور اس نے شاہی دربار میں رعونت کی وجہ سے آمدورفت بند کر دی ہے اپنا دربار ڈیرہ پر لگاتا ہے اور اپنے بیٹے عالم خان کو دربار سلطانی میں بھیج دیتا ہے مصلحت سلطنت اسی میں ہے کہ مجلس میں عالم خان کی اہانت کی جائے تاکہ جام بایزید کی عوام میں وقعت کم ہو جائے اور لوگوں کی نظروں میں وہ ذلیل و خوار ہو جائے اور اس پر سلطان کی ناراضگی ظاہر ہو (ج ۷)

عالم خان کی درگت

جام بایزید کا بیٹا عالم خان ایک قابل نوجوان تھا اور اپنے ہم عصروں میں حسن سیرت و صورت میں ممتاز تھا اتفاق سے ایک روز عالم خان سلطان محمود کے سلام کے لئے آیا وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ حاسدوں نے سلطان محمود کے ساتھ ملکر اس کے خلاف کیا سازش کی ہوئی ہے جب وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو سلطان کے حواریوں میں سے ایک نے اس سے پوچھا کہ فلاں فلاں تحصیلدار کی کیا خطا تھی جو جام نے ان کے سر کے بال منڈوا کر ان کی شہر میں تشہیر کرائی ہے

انصاف تو یہ ہے کہ اس کے بدلہ میں تیرے سر کے بال منڈوا دئے جائیں چونکہ اس قسم کے نامناسب الفاظ عالم خان نے کبھی نہیں سنے تھے لہذا یہ الفاظ اس کو ناگوار گزرے اس نے سلطان کے حواری کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بد بخت تیری یہ مجال کہ سلطان کی مجلس میں تو میرے ساتھ اس طرح کی گفتگو کرے ابھی عالم خان کی بات ختم نہ

ہوئی تھی کہ دربار میں اطراف و جوانب سے بارہ آدمی نکل آئے اور عالم خان پر ٹوٹ پڑے انہوں نے عالم خان کی پگڑی اتار کر اسے خوب لاتوں اور مکوں سے پیٹا عالم خان نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنا پیش قبضہ بمشکل میان سے نکالا اور پیش قبضہ والا ہاتھ اونچا کیا سلطان محمود ساتھ ہی کھڑا عالم خان کی پٹائی کا تماشا دیکھ رہا تھا اس داروگیر میں عالم خان کے خنجر کی نوک سلطان کی پیشانی پر لگی سلطان چیخ مار کر گر پڑا سلطان کے گرتے ہی اس کے حواریوں نے عالم خان کو چھوڑ دیا اور سلطان کی طرف متوجہ ہو گئے عالم خان بحالت مفروبی جان بچانے کے لئے ننگے سر بھاگا جب وہ سلطان کے محل کے دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ اس کو تالا لگا ہوا ہے اس نے جس طرح ہو سکا طاقت سے دروازہ کو توڑ دیا اور باہر نکل آیا جہاں اس نے اپنے ملازم سے لنگی لیکر سر پر باندھی اور گھر کا رخ کیا (۸۷)

جام بایزید کی بغاوت اور لنگاہ سلطنت میں خلفشار

عالم خان جب وزیر اعظم جام بایزید کی خدمت میں پہنچا اور جو کچھ گزری تھی اس کا ماجرا بیان کیا تو وزیر اعظم کو بہت افسوس ہوا وزیر اعظم نے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے جو حرکت کی ہے وہ دونوں جہاں میں شرمندگی کا باعث ہے اب چونکہ جو فعل سرزد کر چکے ہو اس کا کوئی مداوا نہیں کیا جاسکتا تیر کمان سے نکل چکا ہے لہذا تم نہایت عجلت سے شور کوٹ چلے جاؤ (۸۸) اور وہاں موجود تمام فوج کو میرے پاس بھیج دو تاکہ ہم سے پہلے سلطان محمود اپنے لشکر کو تیار کر کے حملہ آور نہ ہو جائے عالم خان اسی وقت عجلت سے شور کوٹ روانہ ہو گیا اور جب شور کوٹ سے اس کا لشکر آیا تو جام بایزید نے نقارہ بجوا کر شور کوٹ کا قصد کیا

سلطان محمود کو جب جام بایزید اور اس کے لشکر کی اسہ نقل و حرکت کا علم ہوا تو اس نے بھی اپنی فوج چند امراء کی سرکردگی میں جام کے تعاقب پر مامور کر دی جام بایزید نے جب دیکھا کہ سلطان کی فوج سر پر آ پہنچی ہے تو وہ واپس پلٹا اور تعاقب کرتی ہوئی سلطانی

فوج پر حملہ آور ہو گیا اور طرفین کے کار آزا جوان جنگ کرتے ہوئے خاک و خون میں مل گئے آخر کار جام بایزید نے سلطانی فوج کو شکست دیکر بھگا دیا اور خود تیزی سے شور کوٹ کی طرف روانہ ہو گیا

سلطان سکندر لودھی کا معاہدہ صلح سے انحراف اور جام بایزید کی ناحق طرفداری

شور کوٹ پہنچتے ہی جام بایزید نے علی اعلان بغاوت کا اظہار کرتے ہوئے سلطان سکندر لودھی والے ہندوستان کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور جو کچھ اس کے ساتھ گزری تھی ایک عریضہ میں لکھ کر اپنی طرف سے تابعداری کے اعلانات کے ساتھ سلطان سکندر لودھی کے پاس دہلی روانہ کر دیا سلطان سکندر لودھی نے نگاہ حکمرانوں کے ساتھ سابقہ تعلقات کا لحاظ نہ کیا اور جو سلطان حسین لنگاہ کے دور میں دونوں سلطنتوں کے مابین معاہدہ دوستی و عدم مداخلت طے ہوا تھا اس کو درخور اعتنائہ سمجھتے ہوئے محسن کش جام بایزید کے خط ملتے ہی اس کو تسلی و تشفی و امداد کے وعدوں بھرا خط لکھا اور ایک خلعت فاخرہ بھی روانہ کی نیز ایک شاہی حکم نامہ پنجاب کے گورنر دولت خان لودھی کو روانہ کیا جس میں اس کو ہدایت کی گئی تھی کہ ہر گاہ جام بایزید نے ہم سے پناہ طلب کی ہے اور ہمارے نام کا خطبہ اس کے علاقے میں پڑھا گیا ہے لہذا اس علاقے کو اپنا علاقہ سمجھتے ہوئے وہاں کے حالات سے باخبر رہو اور جب جام بایزید کو تمہاری امداد و اعانت کی ضرورت پڑے تو امداد فراہم کرنے میں ذرا بھردریغ نہ کرو اور فی الفور لشکر لیکر جام بایزید کے پاس چلے جاؤ (۱۰)

سلطان محمود خان لنگاہ بھی اس پخت و پز سے بے خبر نہ تھا اس نے چند روز تیاری کرنے کے بعد ایک مضبوط لشکر سے شور کوٹ کی تسخیر کا آغاز کیا جام بایزید اور عالم خان نے سلطان کے پہنچنے سے پہلے شور کوٹ سے دس کوس باہر جنگ کے لئے اپنی فوجیں آراستہ کر لیں اور فریقین میں خوریز جھڑپیں شروع ہو گئیں جو کچھ دن جاری رہیں کہ اسی

انشاء میں جام بایزید کی دعوت پر دولت خان لودھی گورنر پنجاب فوجیں لیکر جام بایزید کی امداد کے لئے پہنچ گیا جام نے چند معتبر لوگوں کو سلطان محمود لنگاہ کی خدمت میں بھیج کر صلح جنیبی کا آغاز کیا بالاخر دولت خان لودھی کی کوشش سے صلح کی صورت نکل آئی شرائط صلح کے مطابق جام بایزید نے شور کوٹ کے علاقے میں قابض و متمکن رہنا تھا اور فریقین کے مابین جنگ بندی ہونی تھی دولت خان لودھی نے سلطان محمود لنگاہ کو صلح کی رو سے ملتان روانہ کیا اور خود جام بایزید کو قلعہ شور کوٹ پہنچا کر لاہور واپس چلا گیا لیکن یہ صلح دیرپا ثابت نہ ہوئی اور فریقین میں کچھ دنوں کے بعد فتنہ و فساد پھر برپا ہو گیا (۱۱۷)

علماء ملتان کی ملتان سے شور کوٹ ہجرت

سلطان قطب الدین لنگاہ اور سلطان حسین لنگاہ علماء کے سرپرست اور حامی تھے وہ علماء کو دور و نزدیک سے ملتان بلاتے تھے ان کے معقول مواجب مقرر کرتے تھے۔ اور انہیں روزگار زندگی سے بے پرواہ کر دیتے تھے۔ ہر وقت علماء کی صحبت سے تمتع حاصل کرتے تھے۔ سلطان حسین تو غلو کی حد تک علماء کا والا و شیفتہ تھا۔ چنانچہ اس دور کے کافی معروف علماء لنگاہ دربار سے منسلک ہو گئے۔ اور ہر طرف علم و فضل کا چرچا تھا۔ سلطان محمود خان لنگاہ لموولعب میں اس قدر غرق تھا کہ اسے علمی سرپرستی کا ہوش نہ رہا اس کے اوباش درباری بات بات پر علماء کی تذہیک سے نہ چوکتے تھے جس کی وجہ سے علماء نے لنگاہ دربار میں جانا بند کر دیا جس پر ان کے مواجب کی ادائیگی میں بھی بے قاعدگی پیدا ہو گئی اور دربار سے منسلک علماء کی جان کے لالے پڑ گئے۔ جام بایزید جو اپنی ذات سے کریم تھا وہ علماء و صلحاء پر بہت مہربانی کیا کرتا تھا چنانچہ جب اسے ملتان کے علماء کی حالت زار کا علم ہوا تو اس نے مخالفت کے دور میں شور کوٹ ملتان کے صلحاء کیلئے وظیفے اور تنخواہیں مقرر کر دیں جس پر ملتان کی حکومت نے برا منایا اور علماء کی جان خطرہ میں پڑ گئی اس پر کافی علماء نے مولانا عزیز اللہ تلبنوی جو اپنے وقت کے بحر العلوم تھے کی سرکردگی میں

شور کوٹ کا رخ کیا جہاں جام بایزید نہایت تعظیم سے علماء کو شہر میں لایا اور بے حد تکلیف سے اپنی حرم سراء میں لے گیا مولانا عزیز اللہ اور دیگر علماء کے ہاتھ دھلوائے اور اس پانی کو برکت کے خیال سے مکان کے چاروں کونوں میں چھڑک دیا اور علماء صلحا اور فضلاء کی مدد و معاش کا انتظام کر کے انہیں فکر معاش سے آزاد کر دیا (۱۲)

میر چاکر خان رند کی ملتان میں آمد

سال ۱۵۱۸ء اور ۱۵۱۹ عیسوی کے مابین مسبی کے حصول کے لئے جام نندا اور شاہ بیگ ارغون کے مابین لڑائیاں ہوئیں جس میں جام فیروز سمہ کو شکست ہوئی اور شاہ بیگ ارغون نے مسبی پر قبضہ کر لیا (۱۳) میر چاکر خان رند نے ان محاربات میں شاہ بیگ ارغون کا ساتھ دیا تھا اسے امید تھی کہ نیا حکمران مسبی کی حکومت اس کے سپرد کر دے گا لیکن اسے جلد مایوسی ہوئی اور شاہ بیگ ارغون نے مسبی کا انتظام اپنے پاس رکھا جس پر چاکر خان حالت مایوسی میں ترک وطن کر کے ملتان سلطان محمود لنگاہ کے دربار میں اپنے دو بیٹوں میر شہداد اور میر اللہ داد (۱۴) کے ہمراہ آیا۔ وہاں سراب خان دودائی عروج پر تھا جو میر چاکر خان رند سے منہ صمت دکھتا تھا چنانچہ اس نے سازش کر کے میر چاکر خان کی لنگاہ دربار میں پذیرائی نہ ہونے دی میر چاکر اپنے کثیر ساتھیوں کے ساتھ ملتان میں کچھ عرصہ رہا لیکن جب اس نے دیکھا کہ سلطان محمود لنگاہ اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا اور اس کے حسب نشاء اور مرتبہ اس کی سرپرستی اور عزت افزائی نہیں ہو رہی تو اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملتان سے کوچ کیا اور شور کوٹ جام بایزید کے پاس چلا گیا جس نے میر چاکر اور اس کے ساتھیوں کی عزت افزائی کی اور ان کے گزارے کے لئے معقول جاگیریں اور اراضیات عطا کر دیں (۱۵) لیکن میر چاکر رند (۱۶) شور کوٹ پر سلطان محمود لنگاہ کے آئے دن کے حملوں کی وجہ سے زیادہ عرصہ شور کوٹ میں نہ رہ سکا اور وہاں سے دریائے راوی کے پار حدود سلطان سکندر لودھی میں چلا گیا جہاں دہلی کے حکمران نے

ست گرہ (حال ضلع ساہیوال) میں اس کی جاگیر مقرر کر دی اور وہ فارغ البالی سے گزر بسر کرنے لگا اس طرح سلطان محمود لنگاہ کی لاپرواہی اور اس کے دربار کی سازشوں کی وجہ سے ملتان کی لنگاہ حکومت میر چاکر خان رند جیسے جنگجو جرنیل اور رندوں کی مضبوط عسکری طاقت کی اعانت سے محروم ہو گئی

ارغونوں کا سندھ پر قبضہ اور اس کے ملتان پر اثرات

جام نظام الدین عرف جام نندا والے سندھ طویل عرصہ حکومت (۱۷ ج) کرنے کے بعد سال ۹۱۳ھ مطابق ۱۵۰۸ء میں اس جہاں فانی سے عالم عقیم کو سدھارا اس کے دور حکومت میں سندھ کی حکومت اور ملتان کی لنگاہ حکومت کے مابین تعلقات مثالی تھے۔ اور دونوں فریقین ایک دوسرے کی سرحدات کا لحاظ کرتے تھے اور اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرتے تھے جام نظام الدین کی زندگی میں ہی قندھار سے شاہ بیگ ارغون نے حدود سندھ میں مداخلت کر کے لاکھڑا۔ چانڈوکا اور سندھ بھا کے علاقے لوٹ لئے تھے جس پر جام نظام الدین نے ایک بڑی فوج سے ارغونوں پر حملہ کیا اور درہ قریب کے مقام پر ارغونوں کو شکست فاش دیکر بھگا دیا اس لڑائی میں شاہ بیگ ارغون حاکم قندھار کا بھائی سلطان محمد مارا گیا (۱۸ ج) ارغون چنگیز خان کی اولاد میں سے تھے شاہ بیگ ارغون کا والد ذوالنون امیر بصری ارغون کی اولاد میں سے تھا جو ارغون خان ترخان ولد آبا کا خان ولد ہلاکو خان ولد تولى خان ولد چنگیز خان خاقان کا بیٹا تھا۔ یہ تیموریوں کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ذوالنون ارغون تیموری سلطان حسین مرزا والے ہرات کے دربار سے منسلک تھا اور اپنی بہادری اور ذہانت کی وجہ سے اس کا بے حد چہیت تھا اس نے ذوالنون ارغون کو غور زمیندار اور قندھار کا حاکم مقرر کیا جس نے وہاں کے شریک قبائل کو قابو میں کر کے امن و امان قائم کر دیا جب شیبانی خان نے ہرات پر حملہ کیا تو ذوالنون ارغون شیبانی خان کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا شاہ بیگ ارغون ہوا۔ ذوالنون ارغون

اپنی زندگی میں علاقہ شمال اور مستونگ پر قبضہ کر چکا تھا۔ بادشاہ ظہیر الدین بابر کے قہار پر دباؤ کی وجہ سے ارغونوں نے جب قہار کی حکومت اپنے ہاتھ سے جاتی دیکھی تو انہوں نے ایک دوسرا مستقر قائم کرنے کے لئے سبھی کی فتح کا ارادہ کیا چنانچہ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے شاہ بیگ نے ۱۵۱۹ء میں سبھی کو فتح کر لیا اور سندھ پر تاخت و تاراج کا آغاز کیا جام فیروز الدین عرف جام مندا کی وفات کی وجہ سے سندھ میں نظام حکومت ابتر ہو چکا تھا جام فیروز کی حکومت کی مخالفت میں کئی سرکردہ لوگ مصروف عمل تھے چنانچہ سندھ کے اندرونی خلفشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شاہ بیگ نے سال ۱۵۲۰ء میں ٹھٹھہ کو فتح کر لیا (۱۹) اور جام فیروز سے سندھ کا علاقہ نصف نصف کرنے کا معاہدہ کر لیا لیکن یہ صلح دیر پا ثابت نہ ہو سکی اور فریقین کے مابین حالت جنگ قائم ہو گئی اسی اثنا میں شاہ بیگ ارغون اگست ۱۵۲۳ء میں فوت ہو گیا اس کا بیٹا مرزا شاہ حسن ارغون اس کا جانشین ہوا جس نے نومبر ۱۵۲۳ء کو جام فیروز کو شکست دیکر سالم سندھ پر قبضہ کر لیا (۲۰) اس طرح سے ارغونوں کی سلطنت کی حدیں لنگہ حکومت کی حدود سے ملحق ہو گئیں اور جام نظام الدین کے دور میں جو حالت امن سندھ اور ملتان کی حکومتوں کے مابین قائم چلی آتی تھی وہ ختم ہو گئی

ملتان کی حکومت اور سندھ کے ارغون حکمرانوں کے مابین تصادم کا آغاز

جب مرزا شاہ حسن نے پورا سندھ فتح کر لیا تو اس نے اپنی مملکت کی شمالی سرحد کی طرف توجہ دی چنانچہ وہ ہالا سے ہوتا ہوا دسمبر ۱۵۲۳ء میں بھکر آیا تو اسے اس کے شمالی سرحدی شہر میرپور متیہلو کے مہر قبیلہ کے لوگوں نے لنگاہوں کی حدود میں رہنے والے ڈاہر اور ماچھی قبائل کے لوگوں کی چیرہ دستی اور آئے دن کی چوری چکاری کی شکایت کی اس سے پہلے سمہ دور میں ایسے مسائل اور شکایات سمہ حکمرانوں کے بھکر کے کاردار لنگاہوں کے اچ کے کاردار آپس میں صلح صفائی و گفت و شنید سے طے کر لیتے تھے

ابن شاہ حسن نے ان شکایات کے سدباب کے لئے گفت و شنید کی بجائے فوج کشی کا ارادہ کیا اور اس نے میر فاضل کو کلتاش کے بڑے بیٹے بابا احمد کو فوج دیکر حدود ملتان میں مداخلت کرنے اور ڈاھر اور ماچھی قبائل کو سبق سکھانے کے لئے مامور کیا بابا احمد فوج تیار کر کے حدود ملتان میں واقع بھٹہ واہن اور اوباڑہ کے نواح میں حملہ آور ہوا اور مال مویشی لوٹ کر میرپور ماتھیلو کو واپس لوٹ گیا ڈھر قبیلہ کے لوگ لنگاہوں کے قلعہ سیورائی کے بلوچ قلعہ دار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسکو ارغونوں کی دراز دستی اور لوٹ کھسوٹ سے آگاہ کر کے استدعا کی کہ جب تک ارغونوں کے سدباب کے لئے پیش دستی نہ کی جائے گی وہ ایسا ہی کرتے رہیں گے اس پر سیورائی کے بلوچ لشکر نے اپنے سردار کی سرکردگی میں میرپور ماتھیلو کے مہروں پر حملہ کر کے ان کی گوشالی کی اسی اثناء میں بابا احمد کو اس حملہ کی اطلاع ملی تو وہ بلوچوں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اوباڑہ کے قریب دونوں لشکروں کے مابین تصادم ہوا اور بلوچوں کو شکست ہوئی اور بابا احمد ڈاھر قبیلہ کے لوگوں کو گرفتار کر کے لے گیا۔ مرزا شاہ حسن ارغون نے علاقہ ملتان میں مزید دراز دستی کرتے ہوئے کنڈائی اور ولہار کے قلعوں پر بھی فوج کشی کی اور وہاں آباد بلوچوں کی گوشالی کی اور واپسی پر ارغونوں کے اس لشکر نے اوباڑہ کے علاقے کے ماچھیوں کو خوب لوٹا اور بابا احمد نے اوباڑہ پر قبضہ کر کے ارغونوں کی سلطنت میں شامل کر لیا لیکن ان تمام زیادتیوں کے باوجود سلطان محمود لنگاہ کے کان پر جوں تک نہ رہنمائی اور ارغونوں کے سدباب کے لئے کوئی چارہ جوئی نہ ہوئی۔

انہی دنوں سیلاب کے موسم میں میرپور متھیلہ کے قریب مرزا شاہ حسن کے کافی اونٹ محمد فراش کی نگرانی میں چراگاہوں میں آئے ہوئے تھے جب اس بات کا علم لنگاہوں کی رعایا کو ہوا تو ارغونوں کی لوٹ کھسوٹ کے بدلے میں سیورائی کے بلوچ ڈیر آور اور فتح پور کے جاٹ جمعیت بنا کر ارغونوں کے علاقے میں آئے اور مرزا شاہ حسن کے اونٹ پکڑ کر لنگاہوں کے علاقے ڈیر آور لے گئے جب یہ خبر بکھر میں پہنچی تو کھرام مچ گیا جس پر بابا احمد تین سو سواروں کی سرکردگی میں تیزی سے دن رات تعاقب کرتا ہوا ڈیر آور جا پہنچا

اور اونٹ چوروں کو قتل کر کے اونٹ برآمد کر کے واپس بکھر لوٹا جب وہ بھٹہ واہن کے قریب پہنچا تو سیورائی کے بلوچوں نے اس کا راستہ روک لیا جس پر دونوں فریقین کے مابین شدید تصادم ہوا اور بابا احمد سخت زخمی ہو کر میدان جنگ سے منہ موڑ کر واپس لوٹا جیسے ہی وہ میرپور مٹھیلو کے قریب پہنچا زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گھوڑے سے گر پڑا اور اس کی روح قفس غصری سے عالم عقبیٰ کو سدھاری (۲۱۷)

ابو الفتح کا لنگاہوں کے علاقہ پر حملہ اور ارغونوں اور لنگاہوں کے مابین حد بندی

جب بکھر میں بابا احمد کی موت کی اطلاع ملی تو ارغونوں کو سخت صدمہ ہوا خصوصاً بابا احمد کے بھائی ابو الفتح یہ خبر سن کر بے تاب ہو گیا اس نے مرزا شاہ حسن ارغون سے لنگاہ علاقے پر حملہ کی اجازت چاہی تاکہ بھائی کی موت کا بدلہ لیا جاسکے مرزا شاہ حسن نے اسے حملہ کی اجازت دے دی لیکن ابو الفتح کے لڑکھن کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے سر میر قاسم کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اس مہم میں ابو الفتح کا ساتھ دے۔ سب سے پہلے میر ابو الفتح نے میر قاسم کی ہمراہی میں جا کر میرپور مٹھیلو سے اپنے بھائی کی لاش حاصل کی اور اسے تدفین کے لئے بکھر روانہ کیا۔ پھر چند روز وہاں حملہ کے لئے مناسب موقع کی تلاش میں ٹھہرا رہا تا آنکہ ایک روز موقع ہاتھ آگیا اور وہ رجموڈہر اور بلوچوں کی ایک بڑی جمعیت پر حملہ آور ہوا اور انہیں قتل کرتا ہوا اور لنگاہ علاقے میں بڑھتا ہوا مومبارک (۲۱۷) کے قلعہ تک جا پہنچا جہاں بلوچوں کے ساتھ اس کی خوفناک جنگ ہوئی اور بلوچوں کو شکست فاش ہوئی آخر کار فریقین کے مابین صلح ہو گئی اور طے پایا کہ آئندہ لنگاہوں کی رعایا لوٹ کھسوٹ نہیں کرے گی اور ارغونوں اور لنگاہوں کے مابین بھٹہ

واہن حد شری (۲۳۷) اس روز سے میر ابو القلاح اپنے بھتیجے میر محمد قلی کے ہمراہ بھٹہ واہن میں رہائش پذیر ہو گیا ایک رات اطلاع ملی کہ بلوچ اوباڑہ سے جانور چرا کر لے جا رہے ہیں میر ابو القلاح ہتھیار بند ہو کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ہوا بے حد گرم تھی اسے لو لگ گئی اور وہ راستے میں ہی ہلاک ہو گیا اس حادثہ کا مرزا شاہ حسن کو سخت صدمہ ہوا اور وہ ملتان کے لنگاہوں سے بدلہ لینے کے لئے تل گیا (۲۳۷)

بابر بادشاہ کے پاس ملتان کی رعایا کی شکایت

جس زمانے میں ارغونوں اور لنگاہوں کے مابین سرحد پر عسکری تصادم ہو رہے تھے ملتان کے لنگاہ حکمران کا زیادہ وقت عیش و عشرت میں گزر رہا تھا جام بایزید کی بغاوت کے بعد وہ شور کوٹ کے علاقے سے ہاتھ دھو چکا تھا سندھ کی سرحد پر اس کی رعایا پر ارغونوں کے ہاتھوں جو کچھ گزر رہی تھی اس کو اس کی بھی اسکو پرواہ نہ تھی اس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے اس کی اپنی قوم لنگاہ بے حد چہرہ دست ہو گئی تھی اور انہوں نے رعایا پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا ان دنوں ظمیر الدین بابر بادشاہ نے کابل فتح کر کے پنجاب پر ترک و تاز کا آغاز کیا ہوا تھا اور ہندوستان کو فتح کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا جب اس نے پہلی مرتبہ لاہور فتح کیا (۲۵۷) تو ملتان کے لوگوں کا ایک وفد جو ملتان کے معززین اور سرکردہ لوگوں پر مشتمل تھا اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے قوم لنگاہ کے مظالم کی داستان بابر بادشاہ کے گوش گزار کر کے عرض کی کہ وہ ملتان کی طرف توجہ کر کے انہیں لنگاہوں کے ظلم سے چھٹکارا دلائے اس پر بابر بادشاہ نے مرزا شاہ حسن ارغون کو ملتان پہنچ کر وہاں کی رعایا کی دادرسی کرنے کا حکم صادر کیا (۲۶۷)

مرزا شاہ حسن کی ملتان پر حملہ کی تیاری

مرزا شاہ حسن بابر بادشاہ کی طرف سے ملتان پر حملہ کی ہدایت ملنے سے پہلے ملتان فتح

کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور موقع کی تلاش میں تھا اس حکم نے ممیز کا کام کیا اور اس نے
 ملتان پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں اس سلسلہ میں اپنی سرحدوں کو چھوڑ کر ملتان کی
 حدود میں داخل ہونے سے پہلے وہ ممبئی کے قلعہ جہاں پر اس کے اتحادیوں ارغونوں
 بکدری اور ہزارہ قبائل کے اہل و عیال رہتے تھے کو محفوظ کرنا چاہتا تھا اور اپنی رعایا کے
 ان بلوچوں کے خلاف تادیبی کارروائی کرنا چاہتا تھا جو ممکن طور پر اس کی اپنے علاقہ سے غیر
 حاضری پر اس کے علاقہ میں بد امنی پھیلا سکتے تھے چنانچہ وہ سیدھا ممبئی گیا وہاں ممبئی کے
 قلعہ میں اپنے اتحادیوں کے بال بچوں کی حفاظت کے لئے ایک ہزار سوار تعینات کئے
 ممبئی کے قلعہ کی قلعہ بندیوں کو مستحکم کیا اور اپنے اتحادیوں کے ہر قسم کے خدشات دور
 کر کے مطمئن کر دیا وہاں سے وہ سیدھا یلغار کرتا ہوا رند اور بگٹی بلوچوں (۲۷) پر حملہ
 آور ہوا اور انہیں اسیر و مطیع کیا اور پھر گرفتار شدہ بلوچوں سے قول و قرار لیکر انہیں آزاد
 کیا اور انکے وڈیروں اور سرداروں کو اپنے ساتھ ضمانت کے طور پر لیکر بکھر آیا اور ملتان
 پر حملہ کی تیاریاں عروج پر پہنچا دیں

حواشی باب ہفتم

۱:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۸

۲:- تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۰

۳:- تذکرۃ الملتان صفحہ نمبر ۵۲

۴:- تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۷

۵:- تین میل کی مسافت اور ہر میل چار ہزار گز کا اور گز چوبیس انگشت کا یعنی چھ منھی کا ہوتا تھا

۶:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۸

۷:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۹

۸:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۹۔ میرے خیال میں چونکہ طبقات اکبری کا مصنف خواجہ نظام

الدین احمد ارغونوں کا حامی ہے لگاہوں کے بارے میں اس کی اطلاع من و عن تسلیم نہیں کی جاسکتی
ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے کہ عالم خان نے کسی بات پر طیش کھا کر سلطان محمود خان پر ناکام قاتلانہ حملہ کیا
اس سلسلہ میں وزیر اور عالم خان کی گفتگو پر غور فرمائیں

۹:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۰

۱۰:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۰

۱۱:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۱

۱۲:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۱

۱۳:- ملاحظہ فرمائیں بلوچ اور بلوچستان از جسٹس میر خدا بخش مری صفحہ ۱۷۷

۱۴:- بعض مورخین نے میرالہ داد کا نام میر شاہک بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو تحفہ اکبر شاهی صفحہ ۳۳

۱۵:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۱ تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۶۱۵

۱۶:- چاکر خاں سال پیدائش ۱۳۶۸ء تاریخ وفات ۱۵۵۶ء بحوالہ میر خدا بخش مری صفحہ ۱۷۵

۱۷:- طبقات اکبری کے مطابق جام نندا نے باٹھ سال حکومت کی ملاحظہ ہو جلد سوئم صفحہ ۵۰۰

۱۸:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۵۰

- ۱۹:- تاریخ معصومی کی رو سے یہ واقعہ ۱۱ محرم ۹۲۷ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۵۲۰ء کو ہوا ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۴
- ۲۰:- ایلیٹ اور ڈاسن جلد اول صفحہ ۴۹۰ کی رو سے سندھ کی سمر حکومت کا خاتمہ سال ۹۲۷ھ مطابق ۱۵۲۱ء میں ہوا لیکن تاریخ معصومی کے مطابق نومبر ۱۵۲۳ء زیادہ معتبر ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۳-۱۳۴

- ۲۱:- تاریخ معصومی صفحہ ۱۹۹
- ۲۲:- رحیم یار خان سے چھ میل شمال مشرق میں واقعہ ہے
- ۲۳:- اس سے پہلے حد اوباڑہ تھی
- ۲۴:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۰
- ۲۵:- یہ واقعہ مرزا شاہ حسن کے بھگڑنے کے بعد ہوا
- ۲۶ تذکرۃ الملکان صفحہ ۵۷
- ۲۷:- مرزا شاہ حسن بلوچوں کو لنگاہوں کا اتحادی سمجھتا تھا
- ۲۸:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۶

باب ہشتم

ملتان کی حدود میں مرزا شاہ حسن کا پہلا حملہ (۱۲)

جب مرزا شاہ حسن کو اپنی جنگی تیاریوں کے بارے میں یقین ہو گیا تو اس نے سال ۹۳۱ھ مطابق ۱۵۲۳-۲۵ء حدود ملتان کی طرف کوچ کیا۔ منزل بہ منزل بڑھتا ہوا جب وہ سیورائی کے قلعہ کے نزدیک پہنچا تو اس نے اس قلعہ کے ارد گرد تمام علاقہ برباد کر دیا جس پر قلعہ میں موجود کچھ بلوچوں نے راہ فرار اختیار کی لیکن کچھ قلعہ بند ہو کر مقابلہ آراء ہوئے۔ سیورائی کا قلعہ اپنی بلندی اور مضبوطی کی وجہ سے اس نواح میں سب سے اہم قلعہ شمار ہوتا تھا۔ مرزا شاہ حسن خود تو ایک جھیل کے کنارے چھاؤنی لگا کر بیٹھ گیا اور سلطان محمود خان (۱۲۰۷ء) کو قلعہ پر حملہ کا حکم دیا۔ بلوچوں نے ان حملہ آوروں کا قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور ان کے دو سو جوان کام آئے اس شکست نے بلوچوں کو بے حوصلہ کر دیا وہ قلعہ سے نکل کر فرار ہو گئے اور سلطان محمود خان نے قلعہ پر قبضہ کر لیا دوسرے روز صبح کو جب مرزا شاہ حسن کو یہ خوش خبری سنائی گئی تو وہ جھیل سے اٹھ کر قلعہ کے نزدیک آیا اور اس نے قلعہ کو تباہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ قلعہ ارغونوں نے ایک ہفتہ کے اندر زمین کے برابر کر دیا سیورائی کے قلعہ کو تباہ کرنے کے بعد مرزا شاہ حسن مؤ مبارک کے قلعہ کی طرف متوجہ ہوا اور مؤ مبارک کے قریب جھیل کے کنارے منزل انداز ہوا۔ اور قلعہ مؤ کا سختی سے محاصرہ شروع کر دیا (۱۲۰۷)

چند روز بعد مرزا شاہ حسن سے قلعہ مؤ سے قدامت العارفین مرشد الطالبین شیخ روح اللہ (۱۲۰۷ء) جو قطب المحققین و غوث الواصلین شیخ حماد قریشی کے فرزند تھے ملنے کے لئے تشریف لائے اور بوقت ملاقات انہوں نے محاصرہ کی وجہ سے اہل قلعہ کی عاجزی اور پریشانی کا ذکر کیا۔ اس پر مرزا شاہ حسن نے مرزا مسکین ترخان کو حکم دیا کہ وہ کچھ آدمیوں کے ساتھ قلعہ مؤ کے اندر جائے اور قلعہ میں سامان رسد کا جائزہ لے اور قلعہ سے

لنگاہوں اور بلوچوں کا صفایا کر دے صرف ان لوگوں کی جان بخشی کرے جو حضرت شیخ حماد قریشی کے مزار میں پناہ لے لیں۔ مرزا مسکین ایک معقول جمعیت کے ساتھ قلعہ مٹو کے اندر گیا اور صرف ان لوگوں کو کچھ نہ کہا جنہوں نے خانقاہ مذکور میں پناہ لی ہوئی تھی باقی تمام لنگاہ اور بلوچ سپاہیوں کو گرفتار کر کے لایا اور مرزا شاہ حسن کے روبرو پیش کیا (۵)۔

مرزا شاہ حسن دو تین روز قلعہ مٹو کے باہر ٹہرا ہوا اس کے بعد وہ قلعہ مٹو کو ملاحظہ کرنے کے لئے قلعہ کے اندر داخل ہوا جہاں وہ حضرت شیخ روح اللہ قریشی کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور اس بزرگ سے یہ یقین دہانی حاصل کی کہ وہ اس کے ملازمین کے کاموں میں مداخلت نہیں کریں گے اور مرزا شاہ حسن کے مخالفین کی امداد سے بھی احتراز کریں گے۔ اس موقع پر شیخ روح اللہ قریشی نے مرزا شاہ حسن سے رجمو ڈہر کی جان بخشی کی استدعا کی لیکن مرزا شاہ حسن نے کہا کہ چونکہ اس کے آدمیوں نے سلطان محمود خان بکھری کے دو بھائی قتل کئے ہیں اس لئے یہ مسئلہ اس سے متعلق ہے۔ بعد میں اس نے رجمو ڈہر کو طلب کیا۔ رجمو ڈہر گردن میں تلوار لٹکا کر جان بخشی کا امیدوار بن کر اپنے قصوروں پر پشیمان ہو کر اس کے سامنے حاضر آیا۔ اس موقع پر سلطان محمود خان نے رجمو ڈہر کے قصوروں کو معاف کر دیا جس پر رجمو ڈہر نے اپنی بھتیجی کا رشتہ سلطان محمود خان کے لئے تجویز کیا جسے سلطان محمود خان نے قبول کر لیا چنانچہ جام جیون ڈہر کی دختر سلطان محمود خان کے حرم میں داخل کر دی گئی (۶)۔

قلعہ مٹو سے مرزا شاہ حسن نے قبیلہ لاڑ کے علاقے نوشہرہ (ججہ) کا رخ کیا اور ہراول کے طور پر پانچ سو سپاہیوں کا دستہ محب ترخان کی سرکردگی میں اس طرف روانہ کیا اور خود بھی ان کے پیچھے روانہ ہو گیا جہاں وہ لاڑ قبیلہ کے علاقے میں خیمہ گزین ہو گیا۔ جہاں ملتان کا ایک اہم عہدہ دار بندہ ڈہر نے آکر اطاعت قبول کر لی۔ مرزا شاہ حسن نے اس کو خلعت فاخرہ عطا کر کے سلطان محمود خان بکھری کے ماتحت کر دیا وہاں سے مرزا شاہ حسن نے اچ کا رخ کیا (۷)۔

فتح اچ

جب مرزا شاہ حسن اچ کے نزدیک پہنچا تو اس کے آنے سے پہلے ملتان سے لنگاہ سردار ایک لشکر کثیر کے ساتھ اچ کو پہچانے کے لئے آئے ہوئے تھے ملتان کی فوج مرزا شاہ حسن کی فوج سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اور اس میں لنگاہوں کے علاوہ بلوچ اور نہر قبیلہ کے لوگ بھی شامل تھے بلکہ ملتان کے لشکر کے ہراول کی سرداری نہروں کے سپرد تھی مرزا شاہ حسن نے اپنی فوج کے میمنہ کی سرداری محمد مسکین ترخان اور مرزا عیسے ترخان کے سپرد کی جبکہ میسرہ کی کمان میر فرخ میر الیکا ارغون کے سپرد کی اور فوج کا ہراول سلطان محمود خان اور سلطان مقیم ہنگلو کے حوالے کر دیا اور قلب میں مرزا شاہ حسن خود اور اس کی امداد کے لئے میر فرخ ارغون سلطان قلی ہنگلو مقرر ہوئے (۸۷) اور میر محمود سربن (۹۷) اور میر ابو مسلم کو طلائیہ پر معمر کیا

جب یہ دونوں طاقتور فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو مرزا شاہ حسن کی فوج نے جنگ کی ابتداء کی۔ لنگاہ اور بلوچوں نے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی لیکن مرزا شاہ حسن کے میمنہ نے اپنے سامنے دشمنوں کو میدان سے بھگا دیا اور میسرہ نے بھی دشمن پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ دشمن بے ترتیب ہو گیا بھلول رائے زادہ (۱۰۷) اور بہت سے دوسرے لوگ میسرہ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے مرزا شاہ حسن نے ان کے قتل کا حکم دیا اور ملتان کا لشکر میدان سے پسپا ہو کر اچ کی قلعہ بندیوں کی پناہ میں چلا گیا اور قلعہ بند ہو کر مقابل آراء ہوا۔

مرزا شاہ حسن نے اب اچ کے قلعہ کی طرف توجہ دی اور زبردست حملہ کر کے قلعہ کا دروازہ توڑ دیا اور محصورین کو دوبدو مقابلہ پر مجبور کر دیا محصورین قلعہ کی دیواروں پر چڑھ کر مرزا شاہ حسن کی فوج پر تیر اور پتھر برسانے لگے اور جان توڑ کر دفاع کیا اس پر مرزا شاہ حسن نے لنگاہ سرداروں کے سر نیزوں پر محصورین کو دکھانے کے لئے بلند کئے تو

محصورین حوصلہ ہار کر قلعہ کی دیواروں اور برجوں سے کود کر جان بچانے کے لئے بھاگنے لگے مرزا شاہ حسن نے ان کے اور شہر کے تمام مکینوں کے قتل عام کا حکم دیا اور شہر میں داخل ہو کر قتل عام اور لوٹ مار کا آغاز کیا چنانچہ اس روز اچ کے کافی شہری قتل ہوئے اور لوٹ مار کا بازار خوب گرم ہوا آخر کار مرزا شاہ حسن کی خدمت میں اچ کے معززین کا ایک وفد جو سید زین العبدین بخاری، شیخ ابراہیم، شیخ اسماعیل، قاضی ابوالخیر اور قاضی عبدالرحمان پر مشتمل تھا حاضر ہوا اور شہر کے لوگوں کی مظلومیت کے بارے میں عرض کی اس پر مرزا شاہ حسن نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ آج کے بعد اچ کے لوگوں کو کچھ نہ کہا جائے قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے اور جو لوگ حکم سے سرتابی کریں ان کے سر نیزوں پر چڑھائے جائیں اس کے بعد مرزا شاہ حسن نے اچ کے قلعہ اور عمارتوں کو مسمار کرنے کا حکم صادر فرمایا جس پر فی الفور عمل ہوا اس کے بعد برباد شدہ عمارتوں کی لکڑی کشتیوں میں رکھوا کر نکھر روانہ کر دی (۱۱)

سلطان محمود لنگاہ کی جنگی تیاریاں

جب اچ کی فتح کی خبر ملتان پہنچی تو سلطان محمود لنگاہ خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اس نے ارغونوں کے سد باب کے لئے جنگی تیاریوں کے سلسلہ میں اپنے تمام اتحادیوں - بلوچوں - جتوں - رندوں - دودائیوں کورائیوں - چاندنیوں اور نہروں اور دوسرے سپاہیوں کا لشکر جمع کرنے کے لئے قاصد روانہ کر دئے اور ایک ماہ کے اندر اس کے جھنڈے تلے ایک لاکھ سوار کار آرماء جمع ہو گئے اور سلطان محمود لنگاہ بہت کرفر سے ملتان سے باہر آیا اور دریائے ستلج کی طرف رخ کیا مرزا شاہ حسن کو جب سلطان محمود لنگاہ کی فوجی تیاریوں کی اطلاع ملی تو وہ دریائے ستلج کے کنارے خیمہ زن ہو گیا (۱۲)

مرزا شاہ حسن اور سلطان محمود لنگاہ کے مابین صلح

جب دریائے ستلج کے کنارے پر دونوں لشکر آمنے سامنے خیمہ زن تھے تو سلطان محمود

لنگاہ نے صلح کے لئے کوششوں کا آغاز کیا (۱۳) اس سلسلہ میں سلطان محمود لنگاہ نے حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے اس وقت کے سجادہ نشین مخدوم شیخ بہاؤ الدین قریشی کو سفیر بنا کر صلح کی گفتگو کے لئے مرزا شاہ حسن کے پاس بھیجا اور مولانا بہلول کو جنکی علمی استعداد مسلمہ تھی اور جو حسن عبارت اور ادائے مقاصد میں بے نظیر زمانہ تھے شیخ بہاؤ الدین کے ہمراہ روانہ کیا جب دونوں سفیر مرزا شاہ حسن کے لشکر گاہ میں پہنچے تو مرزا شاہ حسن ملتان کے سفیروں کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ جب ملتان کے سفیروں نے عرض مدعا کیا تو مرزا شاہ حسن نے جواب میں کہا کہ میری ملتان کی طرف آنے کی غرض و غایت سلطان محمود کی تربیت اور غوث الاعظم شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی علیہ رحمت کی زیارت ہے مولانا بہلول نے عرض کی سلطان محمود لنگاہ کی تربیت حضرت اولیں قرنی کی طرح ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت اپنی روحانیت سے فرمائی تھی۔ مرزا شاہ حسن کو شیخ بہاؤ الدین قریشی کے اپنے پاس آنے اور تکلیف کرنے کا بہت خیال تھا۔ چنانچہ ان کے بار بار کہنے پر مرزا شاہ حسن نے صلح پر آمادگی ظاہر کر دی اور فریقین کے مابین معمولی رد و کد کے بعد عہد نامہ صلح لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا ”چونکہ گھارہ واہ یعنی ستلج ملتان اور بکھر کی مملکتوں کے مقبوضہ جات کے مابین بہتا ہے اس وجہ سے آج کے بعد دونوں حکمران اس حد سے آگے نہیں بڑھیں گے“ معاہدہ صلح پر دستخطوں کے بعد شیخ بہاؤ الدین قریشی ملتان کی طرف روانہ ہونے لگے تو مرزا شاہ حسن نے مخدوم شیخ بہاؤ الدین قریشی کی خدمت میں نو گھوڑے اونٹوں کی قطار اور دیگر نقد و جنس ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ اور مخدوم قریشی کو بے حد راضی خوشی روانہ کیا (۱۴)

حکومت ملتان کے ملازمین میں بددلی

سلطان محمود لنگاہ حکومت ملتان کے عمال میں مقبول نہ تھا طبقہ امراء بھی اس کے غلط

طور طریقوں کی وجہ سے ٹاللاں تھا چنانچہ ارغونوں کے ساتھ صلح کے بے حد مضر اثرات مرتب ہوئے اور حکومت ملتان کی اس قدر بے رحمی ہوئی کہ حکومت ملتان کے ملازمین اور امراء ارغونوں کی طرف دیکھنے لگے چنانچہ اسی اثناء میں سلطان محمود لنگاہ کا ایک اہم ملازم اقبال خان راہ وفا کو ترک کر کے مرزا شاہ حسن ارغون کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اس نے اس کی خیر خواہی کا اظہار کیا اور ارغونوں کی ملازمت کا خواست گار ہوا جسے مرزا شاہ حسن نے بخوشی قبول کر لیا اور اسے کافی توجہ سے سرفراز کر کے اس کی ملازمت کی استدعا قبول کر لی اقبال خان نے تو کھل کر ایسی حرکت کی تھی لیکن دیگر اہم منصب داروں اور ملتان کی حکومت کے عمال نے خفیہ طور پر مرزا شاہ حسن سے رابطے قائم کر لئے جن میں لنگر خان لنگاہ اور قوام خان لنگاہ پیش پیش تھے (۱۵)

مرزا شاہ حسن کی واپسی

جب مرزا شاہ حسن نے سلطنت لنگاہ میں نفاق کا بیج بو دیا تو اس نے سندھ واپسی کی تیاری شروع کی اور اپنے عمال کو اچ میں دوسرا قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا (۱۶)

سلطان محمود لنگاہ کی اچانک وفات

جب مخدوم بہاؤ الدین قریشی اور مولانا بملول مرزا شاہ حسن کے ساتھ معاہدہ صلح طے کر کے دریائے گھارا کے کنارے سلطان محمود لنگاہ کی لشکر گاہ میں واپس آئے اور اسے شرائط صلح سے مطلع کیا جسے سلطان محمود لنگاہ نے قبول نہ کیا رات کو سلطان محمود لنگاہ اچانک فوت ہو گیا۔ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ لنگر خان لنگاہ نے اپنے آقا کو زہر دے دی (۱۷) سلطان محمود خان کی وفات ۹۳۱ھ مطابق ۱۵۲۵ء/۱۵۲۳ء میں ہوئی اس کی سلطنت کی معیاد تینس سال ہوئی

مرزا شاہ حسن کا ڈیر آور پر حملہ اور کامیابی اور سندھ واپسی

مرزا شاہ حسن کو جیسے ہی سلطان محمود لنگاہ کی موت کی خبر ملی اس نے سندھ واپس جانے کا ارادہ ملتوی کیا اور سلطان محمود لنگاہ کی موت کو ملتان کی فتح کا سبب سمجھا اسی اثناء میں قوام خان لنگاہ اور لنگر خان (۱۸) جو سلطان محمود لنگاہ کے امیر الامراء تھے فرار ہو کر مرزا شاہ حسن سے جا ملے اور ملازمت کے خواہاں ہوئے جسے مرزا شاہ حسن نے خوشی سے قبول کیا اور ان کی ان کے حسب منشاء خاطر مہارت کی انہوں نے ملتان کے مقبوضات پر مرزا شاہ حسن کا قبضہ کرانے کا بیڑا اٹھایا اس موقع پر اقبال خان لنگاہ نے جو ملتان سے بھاگ کر مرزا شاہ حسن کی ملازمت اختیار کر کے خیر خواہی دکھا چکا تھا مرزا شاہ حسن کی خدمت میں عرض کی کہ ڈیر آور کے قلعہ میں سابقہ سلاطین کے زبردست خزانے مدفون ہیں (۱۹) اور سلطان محمود لنگاہ کا بھی تمام خزانہ اس قلعہ میں محفوظ ہے لہذا اس قلعہ کو فتح کیا جائے قوام خان اور لنگر خان نے بھی اس کی تائید کی چنانچہ مرزا شاہ حسن نے ڈیرہ آور کے قلعہ دار غازی خان (۲۰) کی دلجوئی کے لئے ایک فرمان جاری کیا جس میں یہ تحریر تھا کہ اچ میں ہمارا قیام ہے اور گھارا دریا کے اس طرف کی تمام مقبوضات ہماری سلطنت کا حصہ ہیں اس لئے مناسب ہے کہ تم قلعہ کے سارے باشندوں سمیت اطاعت قبول کر کے بلا تاخیر ہماری خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ لیکن غازی خان نے اس خط کی پرواہ نہ کی اور قلعہ کو مضبوط کرنے پر توجہ دیکر مرزا شاہ حسن کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ اور حکومت ملتان سے وفادار رہا آخر یکم رجب سال ۹۳۲ھ مطابق ۱۳ اپریل ۱۵۲۶ء صبح کے وقت مرزا شاہ حسن نے حکم دیا کہ اس کا لشکر ایک ماہ کی رسد پانی غلہ فراہم کر کے ڈیر آور کی مہم کے لئے روانہ ہو اس کے علاوہ سنبل خان خاص خیلوں (۲۱) پیادوں۔ سواروں اور توپچیوں کو ہمراہ لیکر ڈیر آور کے قلعہ کو جا کر چاروں طرف سے گھیر لے اور خیمہ زن ہو کر قلعہ کے گرد مورچے تقسیم کرے اور انتہائی کوشش کے ساتھ محاصرہ کا

آغاز کرے اور قلعہ کو حاصل کرنے کے لئے جنگ شروع کر دے۔

قلعہ ڈیر اور ایک ایسا قلعہ تھا کہ جو بلندی اور مضبوطی میں سد سکندری کومات دیتا تھا اور یہ قلعہ ایک ایسے نیابان میں واقع تھا جہاں پانی نہ ملنے کی وجہ سے پرندوں کی نگاہیں بھی ہمیشہ بادلوں کی منتظر رہا کرتی تھیں (۲۲)۔

محاصرہ شروع ہونے کے تیسرے دن ارغونوں نے تین سو کنوئیں کھود کر لشکر کے لئے وافر مقدار میں پانی مہیا کر دیا۔ چوتھے دن مرزا شاہ حسن خود بھی اچ سے پہنچ گیا اور محاصرہ میں شدت پیدا ہو گئی جب محاصرہ کو کچھ مدت گزر گئی تو اہل قلعہ کی حالت تنگ ہونے لگی اور انہیں کہیں سے بھی کوئی کمک یا مدد نہ پہنچ سکی۔ محاصرہ کے طول پکڑنے کی وجہ سے سامان رسد کی اس قدر قلعہ میں کمی ہوئی کہ انتہائی کوشش کے باوجود قلعہ والوں کو ابلا ہوا چمڑہ بھی میسر نہ آتا تھا۔

اس اثناء میں سنبل خان کی زیر سرکردگی ارغونوں نے دو طرف سے سرتف لگا کر قلعہ کے سامنے والی فصیل اور برجی مسمار کر دی جب قلعہ کے لوگوں نے موت کو سامنے دیکھا تو انہوں نے ارغونوں پر آگ کی ہانڈیاں اور انگارے پھینکنے شروع کر دیے اور جنگ بے حد شدید شروع ہو گئی جس پر ارغونوں نے ڈھالوں کو سر پر باندھا اور ہلہ کر کے قلعہ کی فصیلوں اور برجیوں پر جا پہنچے۔ اہل قلعہ نے اپنے جسم کی آخری ربت تک خوب مقابلہ کیا بیشتر قتل اور زخمی ہو گئے اور باقی گرفتار کر لئے گئے مرزا شاہ حسن کو بے شمار خزانہ اور دھینے ہاتھ آیا اس نے خزانہ اور دھینے شمار کرنے کے لئے معتمد افرو مامور کئے۔ پھر دوسری صبح کو کثیر مقدار سونا سپاہیوں میں تقسیم کر کے باقی اپنے خزانہ میں محفوظ کیا اور بنیل گاڑیوں پر لدوا کر براستہ اچ بکھر روانہ ہو گیا اور پندرہویں دن بکھر جا پہنچا جہاں ان فتوحات اور عظیم خزانہ کے دستیاب ہونے کی خوشی میں جشن مسرت منایا اور لوگوں کو خوشحال کیا (۲۳)۔

حواشی باب ہشتم

۲۹:- تذکرۃ المملتان کی رو سے مرزا شاہ حسن کے جدود ملتان پر پہلے حملے سے لیکر سقوط ملتان تک

تین سال کا عرصہ لگا

۳:- تاریخ معصومی کی رو سے اس معرکہ میں سلطان محمود خان نے اپنے ہاتھوں سے تیس بلوچوں کو

قتل کیا

۴:- شیخ روح اللہ قریشی اپنے وقت کے مرتاض روحانی پیشوا تھے آپ حضرت جلال سرخ بخاری کے

خلیفہ تھے اور سروردی سلسلہ طریقت سے نسبت رکھتے تھے آپ کا مزار پر انوار مہ مبارک میں مزید
خلافت ہے

۵:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۷

۶:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۸

۷:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۸

۸:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۹

۹:- سرین افغانوں کا قبیلہ ہے ملاحظہ ہو قیس عبدالرشید کی اولاد کی تفصیل تاریخ خان جہاں لودھی

میں

۱۰:- لنگاہ شہزادے رائے کہلاتے تھے اس لئے یہ شاہی خاندان کا فرزند معلوم ہوتا ہے۔

۱۱:- تاریخ معصومی ۲۱۰

۱۲:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۱

۱۳:- معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ملتان کے حکمران طبقے میں دو پارٹیاں بن چکی تھیں ایک پارٹی صلح

کے حق میں تھی اور دوسری جنگ کے حق میں قائم ہو چکی تھی سلطان محمود صلح والی پارٹی کے زیر اثر
نہ تھا۔

۱۴:- تاریخ معصومی ۲۱۲

۱۵:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۳

۱۶:- اس قلعہ کو آج بھی اچ مغلہ کہتے ہیں

۱۷:- مصنف تاریخ معصومی نے سلطان محمود لنگاہ کی اچانک وفات کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”شیخ شجاع بخاری نے کہ جو سلطان حسین لنگاہ کا داماد تھا اور جسے امور ملکی و مالی میں بڑا اقتدار حاصل تھا کسی موقع پر کینزوں اور خواص میں بے بعض سے خیانت کی تھی یہ خبر جب سلطان محمود لنگاہ کے علم میں آئی تو وہ سخت غضبناک ہوا جس کی وجہ سے متعلقہ لوگوں نے اپنی زندگی کو سلطان محمود لنگاہ کی موت پر منحصر سمجھ کر اپنے بہر دار کو ہلاک کر دینے پر کمر باندھ دیا اور بارے حقوق فراموش کر کے زہر ہلاک کو جو اس کے خزانے میں دوسروں کے لئے رکھا ہوا تھا اس پر استعمال کیا جس کا آدھا گھونٹ پیتے ہی وہ ایسا بیہوش ہوا کہ پھر اسے ہوش نہ آیا“ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۱ تاریخ معصومی کی یہ کہانی اس لئے ناقابل یقین ہے کہ سلطان محمود لنگاہ ایک ماہ سے ملتان سے باہر آکر لشکر گاہ میں فوج کے ساتھ مقیم تھا شیخ شجاع بخاری کو اچانک زہر دینے کا خیال کیسے ہو گیا معلوم یہ ہوتا ہے کہ شرائط معاہدہ صلح پر سلطان محمود لنگاہ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جس پر وہ لوگ جو ارغونوں سے ہر حال میں صلح چاہتے تھے اور مرزا شاہ حسن سے رابطہ رکھتے تھے انہوں نے صلح کے کام کو بگڑتے دیکھ کر رات کو ہی سلطان محمود لنگاہ کا کام تمام کر دیا اور مرزا شاہ حسن سے جا کر مل گئے آئندہ واقعات اس کی تائید کرتے ہیں اس سلسلہ میں طبقات اکبری جلد سوئم بھی زیر مطالعہ رکھیں

۱۸:- طبقات اکبری میں لنگر خان کے نام کے ساتھ لنگاہ کا لاحقہ درج نہیں ہے ملاحظہ ہو طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۳ نور احمد خان فریدی اسے ملح قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو تاریخ ملتان جلد دوم صفحہ ۱۹:- قلعہ ڈیر اور چولستان کے وسط میں آبادیوں سے کافی دور ہزاروں سالوں سے محفوظ مقام سمجھا جاتا رہا ہے ہر دور میں اس میں خزانوں کے دفن ہونے کا تذکرہ ملتا ہے کافی حملہ آور ان خزانوں کی تلاش میں اس قلعہ کے لئے سرگردان رہے ہیں اور کئی حکمران اس میں لا حاصل کھدائیاں کرتے رہے ہیں بہاولپور کے آخری عباسی حکمران بھی ہصول دینہ کے سلسلہ میں کھدائیاں کرتے رہے ہیں معلوم نہیں لنگاہوں نے ملتان سے اتنا دور اس قلعہ میں اپنے خزانے کیوں دفن کئے ہوئے تھے۔

۲۰:- معلوم نہیں یہ شخص غازی خاں میرانی ہے جس کے والد حاجی خاں نے لنگاہوں کے باجگزار کے طور پر اپنے بیٹے کے نام پر ڈیرہ غازی خاں کا شہر آباد کیا تھا

۲۱:- مرزا شاہ حسن کے ہم قوم ارغون ترکوں اور منگولوں پر مشتمل فوج خاص خیل کسلاتی تھی یہ فوج

خاص یعنی CAMMANDO TROOPS تھے

۲۲:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۳

۲۳:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۵

باب نہم

سلطان حسین نگاہ ثانی

جب سلطان محمود نگاہ کی والدہ کو صبح کو سلطان کی اچانک حسرت ناک موت کا علم ہوا تو اس عصمت ماب خاتون نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور فرمایا کہ مناسب یہ ہے کہ اس منزل پر قیام کرے اس سانحہ کو دو تین دن پوشیدہ رکھیں تاکہ سلطنت میں افرا تفری نہ پھیلے ہم صورت حال اسی اثناء میں سنبھال لینگے لیکن سلطان کی ناگہاں وفات کی خبر کو چھپایا نہ جاسکا جس سے نگاہ قبیلہ کے سردار پریشان ہو کر بھاگ بھاگ کر ملتان جانے لگے ناچار والدہ مذکور سلطان محمود نگاہ کی نعش کو لیکر ملتان پہنچی اور تدفین کے مراسم طے کر کے سلطان محمود کا بیٹا جو بالکل کمسن تھا اسے سلطان حسین ثانی کا لقب دیکر اپنا بادشاہ بنایا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا جملہ سرداران اور عمال حکومت نے نئے بادشاہ کی اطاعت قبول کی شیخ شجاع الملک بخاری جو سلطان حسین ثانی نگاہ اول مرحوم کا داماد تھا کو عہدہ وزارت پر فائز کیا گیا۔^(۱)

حکومت ملتان میں انتشار

شیخ شجاع الملک بخاری نگاہ سرداروں میں مقبول نہیں تھا اسے وزارت کا عہدہ شاہی خاندان کی با اثر خواتین خصوصاً مرحوم سلطان کی بیوہ کے اثر کی وجہ سے ملا تھا۔ نیا وزیر نگاہوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کی سرپرستی کرتا تھا اور شاہی خاندان سے رشتہ داری اور قرابت کی وجہ سے مغرور اور مستبد تھا۔ چنانچہ مرحوم سلطان کے رشتہ داروں اور نگاہ امراء کے مابین عداوت اور مناقشے پیدا ہو گئے اور امراء خود سر ہو کر اطاعت سے رو بہ انحراف کر گئے کم عمر سلطان حسین نگاہ ثانی شیخ شجاع الملک بخاری اور شاہی خاندان کی

عورتوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا۔ کسی کو بھی یہ خیال نہ تھا کہ مرزا شاہ حسن کی وقت ملتان پر حملہ آور ہو سکتا ہے نیز مرزا شاہ حسن نے حکومت ملتان کے ملازمین سے جو ساز باز کر رکھی تھی اسکے سد باب کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دی جا رہی تھی ہر طرف سخت بد امنی بے اطمینانی انتشار اور ظلم و جور کا دور دورہ ہو گیا ان حالات میں امراء ممتاز افراد اور عوام کسی دوسرے حکمران کے متلاشی ہوئے اور جس کا بھی جو دل میں آیا اس نے وہی کیا (۲۷)

لنگر خان کی ملتان پر حملہ کے لئے مرزا شاہ حسن کو دعوت

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کچھ لوگ جو ملتان میں اہم عہدوں پر فائز تھے وہ لنگہ حکمرانوں سے ذاتی عناد کی وجہ سے یا اپنے طبعی سفلہ پن کی وجہ سے ملتانوں کے مفادات سے غداری کرتے ہوئے کافی عرصے سے حکومت ملتان کے خلاف مازشوں میں مصروف تھے۔ اس سلسلہ میں وہ قبل ازیں وفد بنا کر بابر بادشاہ کی خدمت میں بھی حاضر ہو چکے تھے (۲۸) اور اسے ملتان پر حملہ کرنے کی دعوت دے چکے تھے جب مرزا شاہ حسن نے حدود ملتان میں پہلی مرتبہ مداخلت کی اور اچ تک بیڑہ آیا تو ان لوگوں نے اس سے بھی رابطہ قائم کر لئے اور ملتان میں مرزا شاہ حسن کی ایک حامی پارٹی وجود میں آگئی اس پارٹی کا سرغنہ لنگر خان تھا اس نے مرزا شاہ حسن کے پہلے حملہ کے موقع پر ملتان اور اس کے مقبوضات پر مرزا شاہ حسن کو قبضہ کرانے کی حامی بھر لی تھی سلطان محمود لنگہ کی اچانک وفات نے اس کے ہلاک ارادوں کے لئے ہمیز کا کام کیا اور نئے سلطان کے تقرر پر نظام حکومت میں بد نظمی نے اسے اس قدر دلیر اور شیر بنا دیا کہ وہ سندھ چلا گیا اور مرزا شاہ حسن کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتان کے دیگر گوں انتظامی حالات سے اسے مطلع کر کے اس سے التماس کی کہ وہ ملتان پر حملہ آور ہو کر لوگوں کو مصیبتوں سے نجات دلائے مرزا شاہ حسن تو پہلے ہی تاک میں تھا اس نے سابقہ معاہدہ کو پس پشت ڈال کر ملتان پر حملہ کی

مرزا شاہ حسن ارغون کا ملتان پر دوسرا حملہ

مرزا شاہ حسن نے ملتان پر دوسرے حملے کے آغاز سے پہلے سال ۹۳۲ھ مطابق ۱۵۳۶ء کے آخری ایام میں مرزا مسکین ترخان کو بطور ہراول سندھ سے ملتان کی طرف روانہ کیا (۳) اور چند یوم کے بعد خود بھی ملتان کی طرف روانہ ہوا جب ملتان کے لنگا ہوں کو مرزا شاہ حسن کے برے ارادوں کا علم ہوا اور ارغون فوج حدود ملتان کے نزدیک پہنچی تو سلطان حسین ثانی کی داوی فکر مند ہوئی اس نے عہدۃ المشائخ شیخ اسماعیل قریشی سے صلاح کی اور انتظام سلطنت کی کمزوری اور امراء کی بدینتی کا ذکر کر کے صلح کی کوشش کی طرف مخدوم قریشی کو متوجہ کیا۔ حضرت شیخ نے بطور سفیریہ خدمت انجام دینا قبول کیا اور مرزا شاہ حسن کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے مرزا شاہ حسن اسوقت مؤ مبارک میں خیمہ زن تھا جہاں مخدوم شیخ اسماعیل قریشی نے اس سے ملاقات کی مرزا شاہ حسن شیخ اسماعیل سے بے حد تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آیا اور بطور مہمانی بہت کچھ نقد و جنس شیخ کے ملازموں کو عطا کئے جب شیخ اسماعیل نے صلح کے لئے سلسلہ صیافی شروع کیا تو مرزا شاہ حسن نے زیادہ توجہ نہ دی اور گفتگو بے نتیجہ رہی اور مرزا شاہ حسن نے شیخ اسماعیل کو اپنے لشکر میں روکے رکھا ناچار شیخ اسماعیل نے لنگر خان لنگاہ کو کہا کہ مرزا حسن کو کہو کہ اگر ملتان نہیں جانے دیتا تو مجھے ٹھٹھہ میں اپنے عزیزوں کے پاس جانے دے اس پر لنگر خان لنگاہ نے مرزا سے عرض کی چونکہ شیخ اسماعیل کے عزیز و اقارب ٹھٹھہ میں ہیں اگر حکم ہو تو وہ ٹھٹھہ روانہ ہو مرزا شاہ حسن نے لنگر خان کی درخواست قبول کر کے شیخ کو سندھ جانے کی اجازت دے دی اور ٹھٹھہ کے نواح میں ایک موضع متھر شیخ کو جاگیر کے طور پر عطا کیا (۵)

جب شیخ کی سفارت ناکام ہو گئی تو مرزا شاہ حسن منہر لیں طے کرتا ہوا ملتان کی طرف روانہ ہو گیا جب مرزا شاہ حسن کا لشکر ملتان کے نزدیک پہنچا تو لنگر خان نے مرزا کے لشکر

کی امداد سے ٹھٹھہ گھلوں پر حملہ کیا اور وہاں سے کثیر غلہ مویشی اور دیگر اشیاء لوٹ کر مرزا کے لئے لایا (۷۷) ارغونوں کا لشکر جب ملتان کے قریب پہنچ گیا تو لنگاہوں میں ہر اس پیدا ہو گیا اور وہ سب جہاں بھی تھے ملتان میں آکر جمع ہو گئے اور صلح کے لئے آخری کوشش کے طور پر انہوں نے لنگاہ سلطان کے ایک نابالغ بھائی کو وزیر شیخ شجاع بخاری کے بھائی کے ہمراہ مرزا شاہ حسن کی خدمت میں بھیجا اور اطاعت و فرمانبرداری قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی مرزا شاہ حسن نے ان پر نوازشیں کر کے کہا اپنے بھائی سے جا کر کہو کہ وہ قلعہ سے باہر آکر ہم سے ملے اور اطاعت قبول کرے تاکہ ہماری ہر طرح کی مہربانیوں سے تمتع حاصل کر سکے ہم قلعہ اس کے حوالے کر کے سندھ واپس چلے جائیں گے لنگاہ سلطان کا بھائی اور اس کے ساتھی قلعہ ملتان میں واپس گئے اور مرزا شاہ حسن کا پیغام سنایا لیکن کسی نے اس پیغام پر کان نہ دھرا اور قلعہ سے باہر آکر مرزا شاہ حسن سے ملاقات نہ کی (۷۸) اور ارغون لشکر کے مقابلے اور مدافعت کے لئے کمرہت باندھ کر ملتان کے لنگاہوں نے زور شور سے حربی تیاریاں شروع کر دیں (۷۹)

محاصرہ ملتان

جب مرزا شاہ حسن نے دیکھا کہ ملتان کے حکمران صلح پر آمادہ نہیں ہیں تو اس نے بڑھ کر ملتان کے شر اور قلعہ کا محاصرہ کا آغاز کر دیا محاصرہ کو چند روز گزرے تھے کہ ملتانی قلعہ کے دروازے کھول کر اچانک باہر نکلے اور محاصرین پر تیر و تیر و شمشیر سے شدید حملے کر کے بہتوں کو قتل کر دیا (۸۰) اس واقعہ پر مرزا شاہ حسن کے غضب کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے قلعہ کے مشرق میں سٹشی دروازہ کے سامنے اپنا خیمہ نصب کیا اور قلعہ پر دباؤ بڑھانے کے لئے قلعہ کے چاروں طرف مورچے تقسیم کر کے محاصرہ میں شدت پیدا کر دی ملتانیوں نے بھی دفاع ملتان میں کوئی کسر نہ چھوڑی دونوں جانب سے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ دروازہ زور شور سے جنگ مچتی تھی اور ملتانیوں نے بے مثال مدافعت

کا جذبہ دکھایا اور قلعہ سے نکل کر کئی مرتبہ ارغونوں پر حملہ کیا اور ان کے مورچے تھس
نہیں کر دئے اور ان کو جانی نقصان پہنچایا۔

قلعہ ملتان اپنی مضبوطی میں برصغیر میں ضرب المثل تھا لیکن قلعہ میں سامان رسد
زیادہ نہ تھا جب چند ماہ محاصرہ کو گزرے اور مرزا شاہ حسن نے محاصرہ چھوڑ کر جانے کا نام
نہ لیا اور قلعہ میں کھانے پینے کے سامان میں قلت پیدا ہو گئی تو محصورین میں بے دلی کے
آثار پیدا ہو گئے اور فوج کے سپاہی بھوک سے عاجز آکر شیخ شجاع بخاری وزیر جو کہ محاصرہ
کی جان تھا کے پاس آئے اور کہا کہ ابھی تک ہمارے گھوڑے تازہ دم ہیں اور ہمارے
جسموں میں کافی طاقت ہے اور ہم میں جنگ کرنے کی پوری قوت موجود ہے بہتر یہی ہے
کہ فوجوں کو ترتیب دیکر ایک آخری حملہ قلعہ سے باہر نکل کر غنیم پر کرنا چاہیے ممکن
ہے کہ ہماری فتح ہو جائے طویل محاصرہ اور قلعہ داری تو کسی کمک یا بیرونی مدد کی امید پر
ہوتی ہے جس کی موجودہ حالات میں آپ کو علم ہے کہ کسی طرف سے توقع نہیں ہے قلعہ
میں حالت محصوری میں تڑپ تڑپ کر مرنا عیب ہے آخری حملہ کرنے کی اجازت دیں
ملتانى جوانوں کو اپنی ہوس مٹانے دیں

شیخ شجاع بخاری نے اس مجلس میں سپاہیوں کے سہنچوں کو تو کوئی جواب نہ دیا اور
ان کو ٹال دیا لیکن تنہائی میں معتبر سرداروں کو بلا کر کہا کہ ابھی تک سلطان حسین لنگہ ثانی
کی حکومت پائیدار نہیں ہے اور منافقت عام ہے اگر ہم سب جنگ کے ارادہ سے قلعہ
سے نکل کر حملہ آور ہوں تو گمان غالب ہے کہ اکثر لوگ مرزا شاہ حسن سے مل جائیں
گے اور بہت کم لوگ باغیرت اور عزت دار ہیں جو ناموس رکھتے ہیں اور وہ لڑائی ثابت
قدمی سے کریں گے اور لڑتے ہوئے شہید ہو جائیں گے

جب محاصرہ کو چند ماہ گزر گئے تو ملتان میں خوراک کا سامان ناپید ہو گیا اور قحط اور
سخت گرانی پیدا ہو گئی مرزا شاہ حسن کی فوجوں نے گھیرا سخت تنگ کر کے قلعہ میں
آمدورفت کے تمام راستے مسدود کر دئے اور باہر سے امداد کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا نہ
کوئی اندر جاسکتا تھا اور نہ باہر آسکتا تھا اگر کوئی باہر آتا تو ارغون اس کو قتل کر دیتے رفتے

رفتہ اہل قلعہ کی زندگی اور گزران کا یہ عالم ہو گیا کہ اگر کبھی کوئی بلی یا کتا ہاتھ آجاتا تو اسکے گوشت کو وہ حلوان (۱۰۷) تصور کر کے کھا جاتے بیل کی سری دس تنکھ (۱۱) اور ایک من ملتان غلہ (۱۱) سو تنکوں میں فروخت ہونے لگا بیشتر لوگ سوکھے چمڑوں اور بیل کی کھالوں کو جو کھانے کے قابل نہیں ہوتے ابال کر گزارہ کرنے لگے

قلعہ کی نگرانی کے لئے شیخ شجاع بخاری نے اپنا ایک معتمد رجاہہ ماچھی (۱۲) کو مقرر کیا ہوا تھا اس کے ماتحت تین ہزار دیہاتی پیادہ قلعہ کی حفاظت اور اندرونی امن و امان قائم کرنے کے لئے مقرر تھے رجاہہ ماچھی کے ذمہ سامان خوراک اکٹھا کرنا بھی تھا محاصرہ کی تنگی اور خوراک کی کمی کی وجہ سے وہ باشندگان شہر قلعہ پر بہت سختی کرتا تھا اسے جس گھر میں اناج ہونے کا ذرا بھر شک ہوتا فی الفور جا کر اس گھر کو لوٹ لیتا اس نامناسب روش سے تنگ آکر لوگ لنگاہوں کی بادشاہت کا زوال چاہنے لگے اور اس قدر تنگ آ گئے کہ قتل ہونا قبول کر کے قلعہ کی فصیلوں سے باہر خندقوں میں چھلانگ لگانے لگے پہلے پہل تو جو بھی قلعہ سے کودتا ارغون اسے قتل کر دیتے لیکن جب مرزا شاہ حسن کو محصورین کی مجبوریوں کا علم ہوا تو اس نے اپنے قتل سے ہاتھ اٹھالیا (۱۳)

سقوط ملتان شہر

جب مصیبت انتہا کو پہنچ گئی اور محاصرہ ملتان شہر اور قلعہ کو ایک سال سے زائد عرصہ (۱۴) گزر گیا اور ملتان آخری سانس لے رہے تھے تو ۱۱ ربیع الثانی (۱۵) سال ۹۳۳ھ مطابق جنوری ۱۵۲۷ء کو ارغون فوج نے شہر پر زبردست حملہ کا آغاز کیا کئی دن کی تیر اندازی اور کشت و خون کے بعد ایک دستہ فوج تیروں اور گرزوں کے زور سے ملتان شہر کے لوہاری دروازہ کو توڑ کر ملتان شہر میں داخل ہو گیا اور جاتے ہی نہایت بے دردی کے ساتھ قتل و غارت شروع کر دی اور سات سال سے ستر سال کا جو آدمی بھی سامنے آیا قتل کر دیا گیا اور جو بچ گئے وہ قید کر دئے گئے جس کے متعلق یہ خیال ہوا کہ یہ مالدار ہے اس

کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر سخت ایذا پہنچا کر رقیس اٹھتے تھے کافی لوگ درگاہ حضرت یوسف شاہ گردیزی کی چار دیواری میں پناہ گزیں ہو کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے دس بارہ دن شہر میں لوٹ مار جاری رہی اور بے شمار جانیں مال و عزت تباہ ہوا اور کروڑوں کی دولت ارغونوں کے ہتھے چڑھی (۱۶)

قلعہ ملتان کی فتح

دس بارہ دن ملتان شہر کو فتح ہوئے ہو چکے تھے اور قلعہ ملتان کے مدافعين پر مردنی چھائی ہوئی تھی اور لنگاہ مزید دفاع سے مایوس ہو چکے تھے جب ارغون ملتان شہر کی لوٹ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنی تمام توجہ قلعہ ملتان کے حصول پر صرف کر دی آخر کار ایک رات محب ترخان کچھ فوج لیکر قلعہ کی دیوار پھلانگ کر قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا (۱۷) قلعہ میں داخل ہو کر ارغونوں نے وہاں بھی لوٹ مار اور قتل عام شروع کر دیا اور قلعہ کی بیشتر عمارتوں کو آگ لگا دی اور خانقاہ حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کو بھی نہ بخشا وہاں کافی لوگ پناہ گزین تھے ان کو لوٹا گیا اور خانقاہ میں بھی کافی خونریزی ہوئی اس قتل عام میں لنگاہ اور ملتانیوں کا بیشتر لشکر لڑتا ہوا مارا گیا ارغونوں کو ملتان کی لوٹ مار میں بے شمار خزانے اور جواہرات اور قیمتی سامان ہاتھ لگے تب کہیں مرزا شاہ حسن کا ایک ہفتہ بعد غصہ فرو ہوا اور اسے باقی ماندہ اہل ملتان کو معاف کر کے مزید کشت و خون کو سختی سے منع کر دیا اور مقتولوں کو راستے سے اٹھا کر گڑھوں میں دفن کرنے کی اجازت دی (۱۸)

جب جنگ کی آگ ٹھنڈی ہوئی تو مخدوم زادہ شیخ بہاؤ الدین قریشی نے سلطان محمود لنگاہ مرحوم کے بیٹے سلطان حسین لنگاہ ثانی (۱۹) اور اس کے کم سن بھائی اور سلطان محمود لنگاہ کی دختر جو سب اس کی پناہ میں تھے کو مرزا شاہ حسن کے روبرو پیش کیا ان کی اور شاہی خاندان کے باقی ماندہ افراد کی جان بخشی کی استدعا کی مرزا شاہ حسن نے سلطان محمود لنگاہ

مرحوم کے دونوں بیٹے اور اس کی لڑکی اپنے ایک اہم امیر مرزا مسکین ترخان کے سپرد کر دئے (۲۰) مرزا مسکین ترخان نے سلطان محمود لنگاہ کی لڑکی کا شرعی قاعدہ کے مطابق اپنے ساتھ نکاح ڈال لیا اور اس کے بیٹوں کو اپنی فرزندگی میں لے کر سندھ روانہ کر دیا (۲۱) اور شاہی خاندان کے دیگر افراد جو زندہ بچے ان کی جان بخشی کر دی شیخ شجاع بخاری وزیر کو ہر طرح سے ذلیل کیا گیا اور اس پر نقد و جنس کی وصولی کے سلسلہ میں روزانہ تشدد کرتے تھے

ملتان شہر و قلعہ کی فتح کے بعد ملتان کے حالات

ملتان شہر و قلعہ کی فتح کے بعد مرزا شاہ حسن نے ملتان میں دو ماہ قیام کیا اس دوران اس نے شہر و قلعہ کی بربادی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا اور ملتان کی ویرانی اس حد کو پہنچ گئی کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ شہر دوبارہ کبھی آباد بھی ہو گا انہی دنوں مرزا شاہ حسن کو اپنے امراء کی عرضی پہنچی کہ کھنگر (۲۲) ٹھٹھہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے چنانچہ وہ فی الفور ملتان سے بھکر اور پھر وہاں سے ٹھٹھہ روانہ ہو گیا (۲۳)

جب مرزا شاہ حسن بکھر واپس ہونے لگا تو اس نے دوست میر آخور اور خواجہ شمس الدین ماحونی کو دو سو سوار، سو پیادے اور توپچی دے کر ملتان کا انتظام سپرد کر دیا اور لنگر خان لنگاہ (۲۴) کو انکا امدادی مقرر کر دیا لنگر خان نے ملتان کی آبادی اور معموری پر بہت توجہ دی لئے پٹے لوگوں کو دلاسا اور مالی امداد دیکر ان کی تالیف قلب کی اور ملتان کو پھر سے آباد کر دیا

شہر آشوب ملتان

ملتان نے ویسے تو اپنی طویل تاریخ میں بہت سے مصائب جھیلے ہیں معلوم تاریخ کی

رو سے سکندر اعظم کے حملے محاصرہ اور قتل عام سے لیکر محمد بن قاسم کے محاصرے اور قتل عام اور پھر چنگیز خان کے منگول کمانداروں کے محاصرے الخ خان خلجی کا محاصرہ امیر تیمور کے پوتے پیر محمد کے طویل محاصرے کے تجربات سے ملتان دو چار ہو چکا تھا لیکن سندھ کے ارغونوں کے ایک سال سے زائد عرصہ محاصرہ اور سقوط ملتان کے بعد قتل عام آگ لوٹ مار بے عزتی اور تباہی بربادی کی مثال رہتی دنیا تک لوگوں کو یاد رہے گی اس محاصرہ کے دوران ملتان کے لوگوں نے دفاع ملتان میں بڑی جان فشانی دکھائی تھی اور سخت کمزور اور سقیم حالت میں بھی ہتھیار نہ ڈالے تھے اور مرزا شاہ حسن کی گھیرے میں لینے والی فوج پر قلعہ سے نکل کر تابڑ توڑ حملے کئے تھے اور ان کو جانی نقصان پہنچایا تھا جس کا مرزا شاہ حسن اور اس کے وحشی ارغونوں کو سخت غصہ تھا برصغیر میں ان کے نفوذ کے بعد کسی جگہ پر بھی ان کا اس طرح جان فشانی اور شدت کے ساتھ مقابلہ نہیں ہوا تھا نہ ہی انہیں اس سے پہلے کسی بھی مخالف کے ہاتھوں اس قدر جانی اور مالی نقصان پہنچا تھا نہ ہی اتنے طویل محاصرہ کا انکو کبھی سامنا کرنا پڑا تھا محاصرین نے جب طویل عرصہ تک مشکلات کا سامنا کیا تو ملتان پر فتح حاصل کرنے کے بعد محصورین سے اس کا وحشیانہ بدلہ لیا گیا اور لوگوں کو بے دریغ قتل کیا گیا عمارتوں کو آگ لگا دی گئی عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور مال و دولت لوٹ کر لوگوں کو محتاج کر دیا گیا (۲۵) محاصرہ کی ابتداء میں ملتان کے مدافعين طویل محاصرہ کے لئے تیار نہ تھے سامان رسد کا ذخیرہ بھی طویل محاصرہ کی ضرورت کے لئے مکفی نہ تھا چنانچہ اہل ملتان نے خوراک کی کمی کی وجہ سے محاصرہ کے دوران کافی مصائب برداشت کئے نیز حکمرانان ملتان نے خوراک کی دستیابی کے سلسلہ میں چیرہ دستی کا مظاہرہ بھی کیا جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے اس وجہ سے بھی لوگوں نے سخت مصائب جھیلے یعنی اپنے اور بیگانوں سب کے ہاتھوں ملتانیوں پر قیامت گزر گئی اس وقت ملتان کی ویرانی اس حد تک پہنچ گئی کہ کسی کو یہ خیال بھی نہیں آتا تھا کہ یہ دوبارہ کبھی آباد ہو سکے گا اور جب ملتان فتح ہو گیا اور سات آٹھ روز کے کشت خون کے بعد مرزا شاہ حسن کا غصہ فرو ہوا تو ملتان کے شرفاء پر مظالم کا ایک اور سلسلہ شروع ہوا تمام سفید پوش معززین جنکے

مکانات سے ذرا بھر خوش حیشتی کا اظہار ہوتا تھا ان کو باندھ کر لاتے تھے ان کو ٹکٹکیوں پر کھینچ کر کوڑے مارے جاتے اور ان سے رقم بٹور کر جان بخشی کی جاتی تھی ان مظالم سے صرف شاہی خاندان کے افراد حکمران طبقے کے لوگ ہی دو چار نہ ہوئے بلکہ ملتان کے تاجر اہل حرفہ یا جو بھی قتل عام کے بعد زندہ بچایا جنگی دولت کے بارے میں حق یا ناحق کسی نے چغلی کھائی اس ظلم کا شکار ہوا اور ان مظالم کے خلاف اس وقت ماسوائے ایک سندھی بزرگ مخدوم شیخ بلال رحمت اللہ علیہ جن کا زہد و تقویٰ میں کوئی ہم سر نہ تھا اور جو ٹلٹی کے رہنے والے تھے کسی اور نے آواز بلند نہ کی انہوں نے ملتان پر مرزا شاہ حسن کے مظالم کے بارے میں سن کر بے ساختہ فرمایا مرزا شاہ حسن ظالم ہے جب یہ ظالم مرزا شاہ حسن کے گوش گزار ہوا اور جب مرزا ملتان فتح کر کے واپس سندھ پہنچا تو اس نے جبرا "حضرت مخدوم بلال کو اپنی مجلس میں طلب کیا اور ان کی سخت بے ادبی کی لیکن مخدوم صاحب نے مرزا شاہ حسن کے منہ پر بر ملا کہا پہلے تمہیں ظالم کہا تھا اب میں تمہیں اظلم (بڑا ظالم) کہتا ہوں (۲۶۷) یہ احتجاج اس وقت ملتان سے سینکڑوں میل دور ایک سندھ کی باشعور اہم سماجی شخصیت کی طرف سے تھا جس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ملتان کس قسم کے مصائب سے دو چار ہوا اور مرزا شاہ حسن نے کتنے مظالم کئے لیکن آج تک ملتان کے کسی شخص کی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہ بھی ان مصائب کا تذکرہ کرتا یا نظم یا نثر میں ملتان کے ان مصائب پر کوئی شر آشوب ہی لکھ دیتا

حواشی باب نہم

- ۱:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۵
- ۲:- تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۸
- ۳:- ملاحظہ فرمائیں باب ہفتم یہ واقعہ سلطان محمود لنگاہ کے ابتدائی دور میں ہوا
- ۴:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۵
- ۵:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۶
- ۶:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۶
- ۷:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۷
- ۸:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۲۱۷
- ۹:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۷
- ۱۰:- بکری کے تازہ پیدا شدہ میمنے کو کہتے ہیں
- ۱۱:- چاندی کا سکہ جس کا وزن ۱۷۲ چاول تھا اس کے کا نام بعد میں شیر شاہ سوری نے روپیہ رکھ دیا
- ۱۲:- بعض تاریخوں میں جاہد یا جادو ناچھی بھی تحریر ہے
- ۱۳:- تاریخ معصومی ۲۱۸
- ۱۴:- طبقات اکبری کی رو سے محاصرہ ایک سال اور کئی مہینے جاری رہا ملاحظہ ہو جلد سوئم صفحہ ۵۲۵
- ۱۵:- تاریخ معصومی میں یہ تاریخ درج ہے اس بات پر سب ملتان مورخ متفق ہیں کہ محاصرہ ایک سال سے زائد عرصہ تک جاری رہا تھا اور طبقات اکبری سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے اس طرح سے سقوط ملتان اغلباً دسمبر ۱۵۲۷ء یا جنوری ۱۵۲۸ء میں ہوا صحیح تاریخ جنوری ۱۵۲۸ء معلوم ہوتی ہے جس کی تائید تذکرۃ الملتان سے بھی ہوتی ہے
- ۱۶:- تاریخ معصومی (صفحہ ۲۱۸)
- ۱۷:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۹
- ۱۸:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۹

۱۹:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۹

۲۰:- تذکرۃ الملتان کے مطابق سلطان حسین لنگاہ ثانی گرفتار ہونے کے کچھ عرصہ بعد مر گیا اس کا عرصہ حکمرانی آٹھ سال تھا ملاحظہ ہو صفحہ ۵۸ لیکن اتنا طویل عرصہ حکمرانی درست معلوم نہیں ہوتا زبدۃ التواریخ کی رو سے سلطان حسین لنگاہ ثانی گرفتار ہونے کے بعد قتل کر دیا گیا تھا جو غلط معلوم ہوتا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۷ سلطان حسین لنگاہ ثانی کا عرصہ حکومت اندازاً دو سال تھا

۲۱:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۶

۲۲:- کھنگر گرنار کاٹھیا واڑ کے حکمرانوں کا خاندانی لقب تھا جو ذات کے جریجہ راجپوت تھے

۲۳:- تذکرۃ الملتان کی رو سے مرزا شاہ حسن کا حدود ملتان پر حملے کی ابتداء سے لیکر سقوط قلعہ ملتان تک تین سال کا عرصہ صرف ہوا جس میں ایک سال سے زائد محاصرہ ملتان پر صرف ہوئے ملاحظہ ہو صفحہ ۵۸

۲۴:- تذکرۃ الملتان میں لشکر خان کی بجائے لشکر خان لنگاہ کا نام درج ہے صفحہ ۵۸ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی شخص کے دو مختلف نام ہیں میں نے ملتان کے مورخ کی تائید میں لشکر خان ہی لکھا ہے۔
لشکر خان کو ہی لشکر خان سمجھیں

۲۵:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۶

۲۶:- ذخیرۃ الخواص صفحہ ۱۷ بحوالہ مقالہ رجال السند شہید بلال سمون از غلام محمد لاکھو (ماہانہ

السند اسلام آباد) شمارہ مئی ۹۳

باب دہم

لشکر خان لنگاہ کا دور حکومت

مرزا شاہ حسن کے ملتان سے جانے کے بعد کچھ عرصہ تک خواجہ شمس الدین اور لشکر خان لنگاہ ایک دوسرے سے ملتان کے انتظام کے سلسلہ میں تعاون کرتے رہے لیکن چند ماہ میں لشکر خان لنگاہ نے ملتان میں کافی طاقت حاصل کر لی اور عسکری لحاظ سے اسقدر مضبوط ہو گیا کہ اسے ارغون دستہ فوج کی ذرا بھر پرواہ نہ رہی اور جب ملتان کے نظم و ضبط پر اس کی گرفت بے حد مضبوط ہو گئی تو اس نے ایک روز خواجہ شمس الدین اور ارغون دستہ فوج کو بزور ملتان بدر کر دیا اور تنہا ملتان پر حکومت کرنے لگا (۱)۔ جب ملتان سے ارغونوں کا عمل دخل ختم ہو گیا تو لشکر خان لنگاہ نے ملتان کی تعمیر و ترقی کی طرف توجہ دی اس کی شبانہ روز محنت اور توجہ سے ملتان پر طویل محاصرہ اور تباہی کے اثرات کچھ عرصے میں رفع ہو گئے اور ملتان دوبار آباد ہو گیا (۲)۔

لسان بادشاہ دہلی کی حکومت کے تحت

لشکر خان لنگاہ نے ہمت کر کے ارغونوں کے اثر سے کامل طور پر ملتان کو آزاد تو کر لیا لیکن اسے پتہ تھا کہ اگر ارغونوں نے ملتان کی بازیابی کے لئے کوشش کی تو وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا چنانچہ اس نے ارغونوں سے بچاؤ کے لئے دہلی کے حکمرانوں کا سارا ڈھونڈھا جب ۷ اپریل ۱۵۳۶ء کو بابر بادشاہ نے سلطان ابراہیم لودھی کو پانی پت کے میدان میں شکست دیکر سلطنت ہندوستان حاصل کر لی اور پنجاب بابر کے قبضے میں چلا گیا تو اس موقع پر لشکر خان لنگاہ نے سندھ کے ارغونوں کے سدباب کے لئے بابر بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی اور ملتان سے روانہ ہو کر بابر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی

ملازمت اختیار کر لی (۲۷) جب مرزا شاہ حسن کو لشکر خان لنگاہ کی اس حرکت کا علم ہوا تو اس نے بھی صوبہ ملتان بابر بادشاہ کے حوالے کرنے کی عرضداشت بابر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دی (۲۸)

سال ۹۳۳ھ / دسمبر ۱۵۲۷ء کو بابر بادشاہ نے اپنے بیٹے مرزا عسکری کو ملتان جاگیر کے طور پر عطا کیا لیکن لشکر خان لنگاہ کو حسب سابق نظامت ملتان کے عہدہ پر بحال رکھا تاکہ وہ مرزا عسکری سے تعاون جاری رکھے لیکن جلد ہی ملتان کی انتظامی بہتری کے لئے بابر نے یہ صوبہ مرزا عسکری سے لیکر جمادی الثانی ۹۳۵ھ مطابق فروری ۱۵۲۹ء کو مرزا کامران کو جاگیر میں دے دیا (۲۹) لیکن مرزا کامران ان دنوں کابل اور قندھار کے انتظام میں مصروف تھا اس لئے اس نے بابر کی زندگی میں ملتان کا انتظام نہ سنبھالا اس پر بابر نے ایک اور افسر محمد کو کلتاش کو لشکر خان لنگاہ کی معاونت کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر ملتان بھیجا اور ان دونوں نے ملتان پر سال ۹۳۵ھ مطابق ۱۵۲۹ء تک بلوچوں کی یلغاروں کا دلیری سے مقابلہ کیا اور حصول ملتان کے لئے بلوچوں کی کوششوں کو ناکام بنا دیا

جب بابر بادشاہ فوت ہو گیا اور ہندوستان کی سلطنت (۳۰) ہمایوں بادشاہ کے قبضہ و اختیار میں آگئی (۳۱) تو ہمایوں بادشاہ نے کابل قندھار کے صوبے اپنے بھائی مرزا کامران کی جاگیر میں دے دئے (۳۲) لیکن مرزا کامران نے کابل سے آکر جب لاہور پر قبضہ کر لیا تو اسنے لوگوں کو بھیج کر لشکر خان لنگاہ کو ملتان سے اپنے پاس لاہور بلایا (۳۳) لشکر خان لاہور پہنچا اور مرزا کامران کی خدمت میں حاضر ہوا مرزا نے ملتان کے عوض اسے کابل میں جاگیر عطا کی اور لاہور میں رہائش کے لئے کچھ عمارتیں اور اراضی مختص کی جہاں اسنے رہائش اختیار کر لی وہ جگہ دائرہ لنگر خان کے نام سے معروف ہوئی اور لاہور کا معروف محلہ ہے (۳۴) اس وقت سے ملتان مرزا کامران کی عملداری میں آگیا یہ واقعہ اندازاً سال ۱۵۳۰ء مطابق ۹۳۸ھ میں ہوا پس ملتان پھر دہلی کے سلاطین کے قبضہ میں آگیا اور اس کی بیانونے سالہ آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔

حواشی باب دہم

۱:- ملتان پر خواجہ شمس الدین یعنی ارغونوں کی حکومت گیارہ ماہ رہی ملاحظہ ہو تاریخ معصومی صفحہ ۲۲۰

۲:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۷

۳:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۲۰

۴:- تاریخ معصومی صفحہ ۲۲۰

۵:- بابر نامہ جلد دوم صفحہ ۶۴۵

۶:- بابر نامہ جلد دوم صفحہ ۶۳۸

۷:- سال ۱۵۳۰ء مطابق ۹ جمادی الاول ۹۳۷ھ

۸:- طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۵۵ معلوم ہوتا ہے کہ مغلوں کے ابتدائی دور میں ملتان حدود صوبہ

پنجاب میں واقع تھا اکبر کے دور میں ملتان علیحدہ صوبہ بنا دیا گیا

۹:- مرزا کا مران کابل اور قندھار کے صوبوں پر راضی نہ تھا اس نے دریائے سندھ کو عبور کر کے

لاہور کو فتح کر لیا اور تمام پنجاب کو اپنے دائرہ اختیار میں لے آیا ملاحظہ فرمائیں مسلمانوں کی حکومت

از ایثوری پر شاد صفحہ ۲۹۸

۱۰:- اس محلہ کو گزر لنگر خان کہتے ہیں تاریخ فرشتہ میں یہی نام درج ہے نیز کابل میں جاگیر عطا ہونے

کی بجائے طبقات اکبری میں خطہ بابل میں جاگیر عطا ہونے کا حوالہ ہے ملاحظہ ہو جلد سوئم صفحہ ۵۲۷

یہی لنگر خان لشکر خان بھی کہلاتا تھا میں نے تذکرۃ المملتان میں درج نام کی پیروی کرتے ہوئے لنگر

خان کو لشکر خان ہی لکھا ہے فی الحقیقت لنگر خان کو قصبہ پائل ضلع پٹیالہ (پٹیالہ سے ۳۴ میل دور

قصبہ) بطور جاگیر عطا کیا گیا ملاحظہ ہو شیر شاہ از قانونگو صفحہ ۴۶۷ یہ محلہ گزر لنگر خان خانقاہ شاہ چراغ

نزد ہائی کورٹ کے نزدیک تھا۔

باب یازدہم

عروج بخشو خان لنگاہ

مرزا کامران نے تقریباً دس سال ملتان کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا تھا کہ ۱۷ مئی ۱۵۳۰ء مطابق ۱۰ محرم ۹۳۷ھ (۱۷۷۱) کو شیر شاہ سوری نے ہلگوار کی لڑائی میں دریائے گنگا کے کنارے ہمایوں بادشاہ کو شکست فاش سے دو چار کر دیا اور آگے بڑھ کر آگرہ اور دہلی پر قبضہ کرنے کے بعد تخت سلطنت پر جلوس کیا اور جلد ہی ہمایوں کے تعاقب میں پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا ہمایوں کی شکست نے مغلوں کے پاؤں ہندوستان سے اکھڑ دئے اور وہ ہزاؤں کی تعداد میں بال بچوں سمیت شمال کی طرف بھاگنے لگے اور لاہور میں ایک ابنوہ کثیر اکٹھا ہو گیا شیر شاہ سوری جیسے سیاستدان بادشاہ کو پتہ تھا کہ مغلوں کی طاقت شمال میں مرزا حیدر سلطان کی سرکردگی میں کشمیر میں مجتمع ہو رہی ہے مغرب میں کابل میں کامران مرزا مغل مہاجرین کی کافی تعداد کو پناہ دے رہا ہے جو مستقبل میں خطرہ کا باعث ہو سکتے ہیں جنوب میں سندھ میں مغلوں کے رشتہ دار اور خانہ زاد ارغون شاہ حسن مضبوطی سے حکومت کر رہا ہے اور کافی جمعیت کا مالک ہے اور ہمایوں شکست سے دو چار ہونے کے بعد بیس میل روزانہ کی رفتار سے سندھ کی طرف بڑھ رہا ہے چنانچہ اس نے کچھ فیصلے فی الفور کئے اور کچھ فیصلے اس نے دور رس نتائج کو مد نظر رکھ کر کئے اس نے فی الفور اپنے دو بہترین جرنیلوں خواص خان اور برہم جیت گوڑ کو ہمایوں اور بھاگتے ہوئے مغلوں کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود آہستہ آہستہ ان کے پیچھے روانہ ہوا اس نے اپنے ان دو جرنیلوں کو ہدایت کی کہ وہ مغلوں کو دباتے جائیں اور انہیں نکلنے نہ دیں اور لڑائی کی نوبت نہ آنے دیں ۲۳ جون ۱۵۳۰ء کو ہمایوں بھاگتا ہوا سر ہند پہنچ گیا اور وہاں سے وہ مارا

مارا لاہور پہنچا لیکن وہاں اس کے بھائی بند یعنی عسکری سلطان مرزا کامران مرزا ہندال یادگار ناصر مرزا دیگر مرزا اور خواتین کسی منفقہ حکمت عملی پر آمادہ نہ ہو سکے اور جس کسی کا جدھر دل آیا اُڑھروانہ ہو گئے ہمایوں نے بھائیوں کو جو بھی تجویز پیش کی انہوں نے رد کر دی (۲۷) ناچار وہ بادل ناخواستہ لاہور سے سندھ کی طرف روانہ ہوا ہمایوں لاہور سے خوشاب پہنچا اور وہاں سے وہ ملتان کی طرف یلٹا اور چند روز میں اچ پہنچ گیا جہاں سے وہ ہندال اور یادگار ناصر مرزا کی معیت میں ۲۶ جنوری ۱۵۴۱ء کو روہڑی پہنچ گیا (۲۸)

شیر شاہ سوری بھی ہمایوں کے پیچھے آہستہ آہستہ تعاقب میں آ رہا تھا اسے پتہ تھا کہ لنگاہوں کے دور میں پورے جنوبی پنجاب میں بلوچوں کی وسیع پیمانے پر آباد کاری ہوئی ہے اور وہ اس علاقے میں کافی مقتدر ہو چکے ہیں نیز وہ کوہ سلیمان میں پٹھانوں کے ہمسائے ہیں اور ایران سے آنے اور جانے والے تمام راستے ان کے قومی وطن سے گزرتے ہیں اس نے ہمایوں کی ہندوستان واپسی کے تمام راستے مسدود کرنے کے لئے اور اپنی مملکت کے شمالی علاقہ جات میں اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے لئے افغان بلوچ اتحاد کی بنیاد ڈالی اس کے خیال میں ان دو قوموں کے اتحاد سے اس کی آئندہ سلطنت کی حکمت عملی مضبوط ہو گی چنانچہ اس نے خوشاب (۲۹) کے مقام پر بلوچوں اور افغانوں کا ایک عظیم جرگہ منعقد کیا جہاں روہ کے افغان سردار اور ڈیرہ جات کچھی اور تھل کے بلوچ سردار فتح خان دودائی اسماعیل خان اور غازی خان کی سرکردگی میں اس سے آملے اس جرگہ میں اس نے چند دور رس فیصلے کئے اس نے روہ کے افغان سرداروں کے بموجب لودھیوں کے دور کی طرح بحال کر دئے اور اسماعیل خان دودائی کو بلوچوں کا متدار نامزد کر کے تمام بلوچوں کو اپنی فوج کی فہرست سپاہیاں میں شامل کر کے ان کی شاہی فوج کی طرح خزانہ سے تنخواہ مقرر کر دی (۳۰) اس طرح سے اس نے پانچ ہزار کار آزما بلوچ سواروں کا اپنی فوج میں اضافہ کر لیا اور دریائے سندھ اور جہلم کے درمیان اس نے بلوچوں کی آباد کاری کی مزید حوصلہ افزائی کر کے ایک مضبوط بلوچ خطہ تشکیل دے دیا تاکہ روہ کے افغان بھی دریائے سندھ سے پار اس کی مملکت کی طرف ترک تازہ کر سکیں اب خوشاب سے اس نے

ہمایوں کے پیچھے جاتے ہوئے ملتان کا رخ کیا چنانچہ وہ سال ۱۵۳۱ء کے موسم گرما کے شروع میں ملتان کے نواح میں پہنچ گیا (۶۷) یہاں اس نے لنگاہوں کو دوبارہ اقتدار کی امید دلائی اور سندھ کے ارغونوں سے انتقام لینے کے لئے مدد کا وعدہ کیا لنگاہ سردار ملتان کی حکومت کے خواستگار تھا لیکن ان کے بازو شمشیر زن بلوچ تھے لیکن بلوچوں نے چرب زبانی سے شیر شاہ کو مجبور کر دیا کہ وہ ملتان کا انتظام ان کے حوالے کر دے

شیر شاہ سوزی کو بلوچوں کی طاقت کا خوب اندازا تھا وہ اس وقت بلوچوں کو ناراض نہ کر سکتا تھا۔ بلوچ تین گروہوں میں اندرونی طور پر بٹے ہوئے تھے ایک گروہ جو تعداد اور طاقت میں زیادہ تھا غازی خاں میرانی کے ماتحت اور دوسرا گروہ جو زیادہ طاقتور نہیں تھا فتح خان دودائی کے ماتحت تھا اور تیسرا گروہ ست گہرہ کے سردار چاکر خان رند کے تابع تھا یہ تینوں سردار ایک دوسرے سے حسد کرتے تھے چنانچہ شیر شاہ سوری ملتان کے گرد و نواح میں ایک ماہ مقیم رہنے کے بعد برسات شروع ہونے سے پہلے ملتان سے جب لاہور روانہ ہونے لگا تو اس نے ملتان کا انتظام فتح خان دودائی بلوچ کے سپرد کر دیا (۷) اور اوچ کے بخشو خان لنگاہ جو خاندان لنگاہ کی کھوئی ہوئی عظمت کی آخری یادگار تھا کو اپنے پاس بلا کر دریائے ستلج کے پار حدود سندھ تک کے تمام علاقے کا انتظام سپرد کر دیا اور سندھ کے ارغونوں سے بدلہ لینے کے سلسلہ میں اپنی اغانت کا یقین دلایا (۸)

بخشو خان لنگاہ شیر شاہ کی ملتان آمد سے بہت پہلے دریائے ستلج کے کنارے بچی کچھی لنگاہ طاقت کے سہارے اپنی ذاتی کوشش سے اس قابل تھا کہ ہمایوں جیسے بادشاہ کو اٹھارہ راہ میں امداد دے سکتا تھا (۹) اور ہمایوں کی شکست کے بعد جنوبی پنجاب میں جو طوائف الملوکی ہوئی اس میں جن سرداروں نے نام پیدا کیا ان سب میں وہ ممتاز تھا لیکن اس کی ابتدائی زندگی پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں شیر شاہ سوری نے ملتان آکر اس کی معقول سرپرستی کی تھی اسے شمالی سندھ کی فتح کی مہم کا علمبردار بنایا تھا اور پنجاب کے گورنر بہیت خان نیازی کو ہدایت کی تھی کہ وہ بخشو خان لنگاہ کی امداد کر کے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے (۱۰)

بخشو لنگاہ اور شیر شاہ سوری کا اتحاد اور اس کے نتائج

شیر شاہ سوری نے اپنے ملتان کے دورے کے دوران بخشو لنگاہ کی سرپرستی کر کے لنگاہوں کے دل جیت لئے تھے جس کا بلوچوں کو رنج تھا۔ لنگاہ سردار اور خان اور زمیندار جو ملتان کو اپنا وطن سمجھتے تھے بلوچوں کے ملتان کے انتظام سے خوش نہ تھے۔ فتح خان اور اس کے بلوچوں کو بھی گذشتہ پچاس سال سے ملتان سے اس قدر انیسیت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ بھی اس کو اپنا وطن سمجھتے تھے چنانچہ ان دو قبائل کی باہمی آویزش سے ملتان کے حالات ٹھیک نہ تھے ملتان کے بلوچوں نے لنگاہوں اور چاکر خان رند سے مقابلے کے لئے کوٹ قبولہ کے فتح خان جاٹ سے اتحاد کیا ہوا تھا اور یہ سب ملکر لاہور اور ملتان کے مابین لکھی جنگل (۱۱) میں لوٹ کھسوٹ کرتے تھے ملتان میں فتح خان دودائی بلوچ کا نظام حکومت خراب تھا بلوچوں کے عرصہ حکومت میں ملتان میں خوشحالی اور فارغ البالی پیدا نہ ہو سکی تھی رعایا بلوچوں کے ظالمانہ رویے سے تنگ تھی (۱۲) جس پر شکایات ملنے پر شیر شاہ سوری نے ملتان کے بلوچوں اور کوٹ قبولہ کے فتح خان جاٹ کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے ۱۵۴۳ء کا سال چنا (۱۳)

بخشو خان لنگاہ کا ملتان کے نزدیک قلعہ کی تعمیر

شیر شاہ سوری کی سیاسی حکمت عملی تازہ بہ تازہ بدلتے ہوئے سرحدی حالات کے پیش نظر اس بات کی متقاضی تھی کہ ملتان جیسا اہم مقام اس کے اپنے قبضہ میں رہے چنانچہ اس نے بلوچوں کے ساتھ اپنے اتحاد کی طویل حکمت عملی پر نظر ثانی کرتے ہوئے ملتان کے بلوچوں پر دباؤ بڑھانے کے لئے بخشو خان لنگاہ کو ملتان کے قریب قلعہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی جس پر بلوچوں نے برا منایا لیکن بخشو خان لنگاہ نے ان کی مخالفت کے

باوجود ملتان کے بالکل قریب جام پور میں (۱۳۷) ایک مضبوط قلعہ تعمیر کر لیا اور ملتان کے لوگوں کو ترغیب و تحریص دیا وہاں دیکر ملتان سے نقل مکانی کرا کے اس قلعہ میں لا کر آباد کیا اور ملتان کی معموری آبادی اور رونق میں کافی کمی کردی (۱۵۷) بلکہ ملتان کے حکمرانوں کے لئے آئے دن کی مداخلت سے حکومت کرنا محال کر دیا

لاہور کے صوبیدار کا جنوبی پنجاب پر حملہ اور اس میں لنگاہوں کی اعانت

سال ۱۵۳۳ء کے موسم سرما میں شیر شاہ سوری نے لاہور کے صوبہ دار ہیبت خان نیازی کو لکھا کہ وہ فی الفور ملتان اور لاہور کے درمیان تمام متبرد لوگوں کا خاتمہ کرے اور ملتان کو بلوچوں کے تصرف سے آزاد کر کے دوبارہ آباد کرے (۱۶۷) جس پر ہیبت خان نیازی نے نہایت تیزی سے لاہور سے کوچ کیا اور ست گھرہ کے مقام پر میر چاکر رند کے سر پر جا پہنچا میر چاکر رند شیر شاہ سوری کی پنجاب میں آمد پر اطاعت قبول کر چکا تھا اور صوبہ لاہور کا جاگیردار تھا ہیبت خان نے اسے حکم دیا کہ وہ فی الفور اپنی فوج اور رسالہ کو لیکر دہپال پور پہنچے اور وہاں معائنہ اور فوج شماری اور گھوڑوں کی داغ بندی کرائے نیز وہاں سے ہی لاہور کے صوبیدار نے بخشو خان لنگاہ کو حکم بھیجا کہ وہ اپنی فوج کو لیکر مشرق کی طرف کوچ کرتا ہوا فی الفور دہپال پور کے نزدیک اس سے آکر ملے (۱۷۷) یہ احکامات صادر کرتے ہی ہیبت خان نے تیزی سے کوچ کیا اور چوالیس میل کے فاصلہ پر واقع پاکپٹن میں دو روز میں پہنچ گیا چند دنوں میں جب وہاں پر چاکر خان رند اور بخشو خان لنگاہ اپنے لشکر لیکر حاضر ہو گئے تو ان کی فوج شماری اور داغ بندی کے بعد اس متحدہ لشکر نے سب سے پہلے فتح خان جاٹ جس نے لکھی جنگل (۱۸۷) کے تمام علاقہ کو تباہ کیا ہوا تھا اور لاہور اور ملتان سے دہلی جانے والی تمام سڑکوں پر لوٹ مار کا بازار گرم کیا ہوا تھا اور اس کے ظلم و تشدد کی شکایتیں متواتر دربار میں پہنچ رہی تھیں جس کا صدر مقام کوٹ قبولہ تھا (۱۹۷) جس کے امدادی ملتان کے بلوچ تھے اس کے خلاف کاروائی کا آغاز کیا لیکن فتح خان جاٹ کو جیسے ہی

مخالفین کی نقل و حرکت کی اطلاع ملی (۲۰) وہ جان بچانے کے لئے بھاگا لیکن ہیبت خان نیازی اس سے زیادہ تیز رفتار ثابت ہوا کیونکہ فتح خان جاٹ کے ساتھ اس کے اہل و عیال تھے چنانچہ اس نے کروڑ اور فتح پور کے درمیان ایک کچے قلعہ میں پناہ لیکر مقابلہ کی ٹھانی اور اپنے ملتان کے بلوچ اتحادیوں کو اپنی امداد کے لئے طلب کیا جس پر فتح خان دودائی بلوچ نے خود تو ملتان سے حرکت نہ کی لیکن اپنے نائب سیدو خان (۲۱) کو تین سو بلوچ جنگجوؤں کے ساتھ اس کی امداد کے لئے بھیج دیا اب فتح خان جاٹ اور سیدو بلوچ نے ملکر قلعہ کے دفاع کے لئے بڑی جانفشانی دکھائی لیکن آخر کار حضرت بابا فرید شکر گنج کے اس وقت کے سجادہ نشین شیخ ابراہیم کی معرفت ہیبت خان سے صلح کی استدعا کی جس پر شیخ ابراہیم نے ہیبت خان سے گفت و شنید کر کے فتح خان جاٹ

اور سیدو خان بلوچ کو حفظ و جان کا صاف وعدہ لے دیا تو دونوں قلعہ سے نکل کر ہیبت خان کے روبرو حاضر ہو گئے اس پر ہیبت خان نے دونوں کو گرفتار کر لیا جب سیدو خان کو اپنے ساتھ دغا کا احساس ہوا تو وہ اپنے ایک ملازم کی امداد سے ہیبت خان کی قید سے نکل کر بھاگا (۲۲) لیکن دوسرے روز بخشو خان لنگاہ نے اس کا تعاقب کر کے بلوچ سردار کو گرفتار لیا اور ہیبت خان نیازی کے حوالے کر دیا ہیبت خان نے ان دو بد نصیبوں کی قسمت کو اس قدر پوشیدہ رکھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ ان کے ساتھ آخر کار کیا بیٹی اور جب شیخ ابراہیم نے ہیبت خان نیازی کو اپنا حفظ جان کا وعدہ یاد دلایا تو اس نے کہا کہ میں تو شیر شاہ کا فرماں بردار خادم ہوں جو اس کا حکم ہوتا ہے وہی کرتا ہوں (۲۳)

فتح خان جاٹ اور سیدو خان بلوچ کے خاتمہ کے ساتھ ہی ہر طرف امن و امان ہو گیا اور ملتان کے بلوچ بھی سہم گئے اور ستلج کے کنارے آباد قبائل نے کئی سالوں سے ستلج اور راوی کے درمیان لوٹ مار کا جو سلسلہ شروع کیا ہوا تھا اس کا خاتمہ ہو گیا

ملتان کی فتح

فتح خان جاٹ کا قضیہ چکا کر ہیبت خان نیازی بخشو خان لنگاہ کی معیت میں تیزی سے

ملتان کی طرف بڑھا اور شیر شاہ کے حکم کے بموجب ملتان پر چڑھائی کر دی فتح خان دودائی اور اس کے بلوچ تو پہلے ہی شیر شاہی لشکر کی کامیابیوں سے سسے ہوئے تھے انہوں نے ابتداً لڑائی تو زبردست کی لیکن زیادہ دن شیر شاہی لشکر کی تاب نہ لاسکے اور شکست کھا گئے اور ملتان شیر شاہ کے قبضے میں آگیا (۲۲) اور شیر شاہ نے اپنے ملتان کے گزشتہ قیام میں جو سکیم سوچی تھی وہ پایہ تکمیل کو پہنچی شیر شاہ کے فرمان کے مطابق سیت پور کا علاقہ جو غازی خان میرانی نے ہتھیایا ہوا تھا ناہروں کو واپس دے دیا گیا اور یہ علاقہ افغان آباد کاری سے دوبارہ افغانی علاقہ بنا دیا گیا (۲۵) ہیبت خان نیازی کو اعظم ہمایوں کا خطاب عطا کیا گیا اور اسے ملتان اور لاہور دونوں صوبوں کا صوبے دار مقرر کر دیا گیا بخشو خان لنگاہ کو وہ سب علاقہ واپس دے دیا گیا جو بلوچوں نے اس سے چھین لیا ہوا تھا اور اسے اوچ اور ستلج کے مشرقی کنارے پر حدود سندھ تک تمام علاقے کا زمیندار مقرر کر دیا گیا (۲۶) ہیبت خان نیازی نے فتح جنگ خان کو جو پنجاب کا نائب صوبیدار تھا ملتان کا انتظام سپرد کر دیا جس نے ملتان کو بڑی لگن سے دوبارہ آباد کیا اور رعایا کے ساتھ اتنی ہمدردی اور مروت کا سلوک کیا کہ ملتان لنگاہ حکومت کے زمانے سے بھی زیادہ فارغ البال سرسبز و شاداب ہو گیا (۲۷)

بخشو خان لنگاہ کا شمالی سندھ پر حملہ (۲۸)

ملتان کی فتح اور جنوبی پنجاب پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے بعد شیر شاہ کے لئے وادی سندھ کے جنوب کی طرف دو سر اقدم شمالی سندھ کی فتح تھا جہاں بھکر اور سہون جیسے مشہور قلعے تھے اور مغلوں کے بھائی مند ارغون مضبوطی سے حکمرانی کر رہے تھے اور شیر شاہ کے لئے خطرہ کا باعث ہو سکتے تھے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس مہم کا ہیڑہ بخشو خان لنگاہ نے اٹھایا ہوا تھا اور شیر شاہ نے ہیبت خان نیازی صوبیدار پنجاب اور ملتان کے عمال

حکومت کو اس کی مکمل امداد و حمایت کا فرمان جاری کیا ہوا تھا چنانچہ بخشو خان لنگاہ نے شمالی سندھ کی فتح کا منصوبہ بنانے کے لئے اپنے گرد لنگاہ بلوچ ناہر اور دیگر افغان قبائل کے جنگجو جمع کر لئے اور بکھر کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے جاسوس اور دیگر ہوشیار آدمی شمالی سندھ کی طرف روانہ کر دئے (۲۰) اب اسے وہاں کی متواتر خبریں ملنے لگیں اسے معلوم ہوا کہ راجپوتانہ کی طرف سے ہمایوں کے سندھ کی طرف نقل و حرکت کی اطلاع پا کر مرزا شاہ حسن ٹھٹھہ میں مقیم ہو کر ہمایوں سے ممکنہ تصادم کی تیاری کے لئے اپنی قوت مجتمع کر رہا ہے اور اپنے لشکر کے تمام امراء اس نے اپنے گرد بلا کر بٹھائے ہوئے ہیں تاکہ مبادا کوئی ہمایوں کے ساتھ نہ جا کر مل جائے۔ چنانچہ یہ خبر سن کر بخشو خان لنگاہ نے بکھر پر حملہ کے لئے ایک فوجی مہم منظم کرنی شروع کر دی اپنے تمام اتحادیوں سے امداد طلب، کرلی ملتان کے ناظم کو مطلع کیا + ناہروں سے کمک مانگی۔ بلوچوں سے امداد خواہ ہوا۔ جب ہر طرف سے لوگ آگئے تو اسنے دودستے ترتیب دئے ایک دستہ فوج کو دریائے سندھ کے راستے روانہ کرنے کا ارادہ کیا اور دوسرا دستہ فوج اپنی سرکردگی میں خشکی کے راستے آج سے بکھر روانہ کرنے کا پروگرام بنایا۔

جب مناسب تعداد میں کشتیاں فراہم ہو گئیں تو اس میں سے کچھ پر سامان رسد لاوا اور پچاس کشتیوں پر سواروں کو اپنی روانگی سے پہلے متعین کر کے ان سواروں کو حکم دیا کہ "تیزی کے ساتھ آج سے روانہ ہو کر آدھی رات کے وقت بکھر کے قلعہ کے گرد پہنچ جاؤ اور جاتے ہی فصیلوں اور برجوں پر چڑھ جاؤ۔ انکے ساتھ ایک سو گرز بردار سپاہی روانہ کئے جنکو یہ حکم دیا کہ بکھر کے قلعہ پر پہنچ کر جاتے ہی قلعہ کا دروازہ توڑ کر آمد و رفت کا راستہ کھول دو (۲۰)

چنانچہ ۱۵ جمادی الثانی مطابق ۱۳ ستمبر ۱۵۴۳ء (۲۱) کو بخشو خان لنگاہ کا وہ دستہ جو دریائے سندھ کے راستے کشتیوں پر بکھر روانہ ہوا تھا جمعہ کے روز آدھی رات کو بکھر کے قلعہ کے نزدیک پہنچ گیا اور انہوں نے قلعہ بکھر کے سکھر کے بالمقابل دروازہ کو آگ لگا

دی بخشو خان لنگاہ کے فوجی دستہ کی نقل و حرکت اور شور و غوغا۔ سے قلعہ کے محافظین جاگ گئے اور شہر کے لوگ بھی شور سن کر انکی امداد کے لئے آگئے جنہوں نے قلعہ کی دیواروں اور برجوں پر چڑھ کر حملہ آوروں پر تیروں اور پتھروں سے حملہ کر کے مدافعت شروع کر دی۔ قلعہ کے مدافعتی کی تعداد کم تھی لیکن سلطان محمود خان ارغون کی والدہ جاگ گئی اور وہ جرات کر کے سکھ والے دروازے پر پہنچ گئیں۔ قلعہ کے مدافعتی نے اس خاتون کی ہدایت پر کثیر مقدار میں سرکیاں اور بوریاں اکٹھی کر کے اور انہیں تیل میں بھگو کر اور آگ لگا کر دیواروں سے بخشو خان لنگاہ کے آدمیوں پر انکو پھینکنا شروع کر دیا مدافعتی نے اس طرح قلعہ اور حملہ آوروں کے درمیان آگ کی دیوار کھڑی کر دی جس پر حملہ آور پریشان ہو کر اپنی کشتیوں کی طرف بھاگے اس موقع پر میر جانی ترخان۔ حمزہ بیگ اور قاضی قاضی کے بیٹے قاضی عیسیٰ نے باہر نکل کر حملہ آوروں پر شدید حملے کئے حملہ آور کچھ تو آگ میں جل مرے کچھ دریا میں غرق ہو گئے اور باقی ماندہ بھاگ گئے (۳۱۷) اسی اثناء میں دوپہر کو بخشو خان لنگاہ کی سرکردگی میں خشکی کے راستے روانہ فوجی دستہ نقاروں کی گونج میں قلعہ بکھر کے سامنے نمودار ہوا (۳۲۷) بخشو خان کا یہ خیال تھا کہ اسکا وہ دستہ فوج جو دریا کے راستے روانہ کیا گیا تھا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر بکھر پر قابض ہو چکا ہو گا لیکن جیسے ہی وہ بکھر کے قلعہ کے نزدیک پہنچا اسپر قلعہ کے محافظین نے توپوں سے گولہ باری شروع کر دی جس پر اسے اس بات کا احساس ہو گیا کہ اسکا دستہ فوج بکھر کی مہم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں ناکام رہا ہے (۳۲۷) اس پر بخشو خان لنگاہ روپڑی کی طرف پسا ہو گیا جہاں وہ تین دن تک رہا اور بکھر کے گرد و نواح میں لوٹ مار کر کے ناکام واپس چلا گیا (۳۳۷)

بخشو خان لنگاہ کے تذکرہ کے بعد تواریخ میں لنگاہوں کا ذکر مفقود ہو جاتا ہے۔ صرف طبقات اکبری میں بخشو خان لنگاہ کے بیٹے شاہ علی لنگاہ کا ذکر ہے جو مغلوں کے دور میں قصبہ دہسہہ گجرات کاٹھیاواڑ کا شہنشاہ تھا (۳۵) اور جب اکبر بادشاہ سال ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء میں اس قصبہ میں پہنچا تو شاہ علی لنگاہ قصبہ سے باہر آیا اور اس نے بادشاہ سے

اخلاص و بندگی کا اظہار کیا (ج ۳۶) پھر مغلوں کے آخری دور میں جہاندار شاہ (۱۷۶۱ء - ۱۷۷۱ء) و درانی دور میں شاہ زمان درانی (۱۷۹۳ء تا ۱۸۰۱ء) اور آخری مسلمان صوبیدار ملتان نواب مظفر خان سدوزئی شہید (۱۷۷۹ء تا ۱۸۱۸ء) کی سندت اور دستاویزات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ادوار میں شجاعت پور تحصیل شجاع آباد کے لنگاہ خوانین کے پاس لنگاہ خاندان کی سربراہی رہی (ج ۳۷)

حواشی باب یازدہم

- ۱ :- شیر شاہ سوری از کالکار نجی قانونگو صفحہ ۳۷۰
- ۲ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۳۹
- ۳ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۳۳۳
- ۴ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۳۶۰
- ۵ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۳۰۹
- ۶ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحات ۳۶۱-۳۶۹
- ۷ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۳۶۹ - قانونگو نے صویدار کی بجائے فتح خان دودائی کو فوجدار ملتان مقرر کئے جانے کے بارے میں لکھا ہے۔
- ۸ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۳۶۸
- ۹ :- آخر شعبان ۹۳۷ھ مطابق ۱۵۳۰ء ہمایوں شکست کے بعد سرگردان جب اچ پینچا تو اس کے لشکر میں قحط کا سماں تھا۔ دریا عبور کرنے کے لئے کشتیاں تاپید تھیں بخشو خان لنگاہ نے غلہ سے بھری ہوئی بہت سی کشتیاں پینچائیں اور ہمایوں کی خوب خاطر تواضع کی بادشاہ نے بخشو لنگاہ کو خان جہان کا خطاب دیا حالانکہ بادشاہت سے محروم تھا ملاحظہ فرمائیں اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۱۲۹ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۷۲ شیر شاہ سوری سے اتحاد کے بعد بخشو خان لنگاہ کا زویہ ہمایوں کے ساتھ پہلے کے مقابلہ میں مختصمانہ ہو گیا جب ہمایوں ۲۱ محرم ۹۳۹ مطابق ۲۲ جون کو جودھ پور سے واپس آتے ہوئے براستہ مو مبارک حدود بخشو خان لنگاہ میں داخل ہوا تو اچ کے قریب سامان خورد و نوش کی سخت کمیابی کے پیش نظر بخشو خان لنگاہ سے جب غلہ مانگا گیا تو اس دفعہ اس نے شیر شاہ سوری کے ڈر سے نہ صرف امداد سے انکار کیا بلکہ مخالفت شروع کر دی ملاحظہ ہو تذکرہ جوہر آفاقی صفحہ ۳۱۔ بخشو خان لنگاہ پر کسی نے آج تک کام نہیں کیا۔ بخشو خان لنگاہ کی آزادروی کی وجہ سے بعد میں شیر شاہ کے افسران نے اس پر فوج کشی بھی کی تاہم اچ اور ملتان کے ارد گرد یعنی

دریائے ستلج کے دونوں کناروں پر کافی علاقہ پر بخشو خان لنگاہ کافی عرصہ قابض رہا ملاحظہ ہو

تحفہ اکبر شاہی صفحہ ۳۵ ماثر رحیمی جلد دوم صفحہ ۳۱۱

۱۰ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۲۸۱

۱۱ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۲۷۲، ۲۷۱

۱۲ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۲۷۱

۱۳ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۲۷۱

۱۴ :- بعض مورخین نے جون پور بھی لکھا ہے لیکن ملتان شہر سے ٹھیک آٹھ میل کے

فاصلے پر موضع جام پور میں اور آس پاس کے وسیع رقبہ پر کافی قلعہ بندیاں اور قدیم

عمارات کے آثار اب بھی موجود ہیں اغلباً "بخشو خان نے یہیں قلعہ تعمیر کیا تھا۔ یہ

کھنڈرات عربوں کے جنرود کے بھی ہو سکتے ہیں۔ بعض نے ضلع رحیم یار خان میں جن

پور کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن وہ ملتان کے نزدیک نہیں ہے اس لئے وہ نہیں ہو سکتا۔

۱۵ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۳۸

۱۶ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۲۷۴

۱۷ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۲۷۱

۱۸ :- لکھی جنگل دیپال پور کی سرکار کا حصہ تھا جس کی حد شمال مشرق میں قصور سے

شروع ہو کر جنوب مغرب میں حویلی لکھا سے ہوتی ہوئی مغرب میں ہڑپہ تک چلی جاتی تھی

اور یہ جنگل راوی اور ستلج کے درمیان بار اور سکھ بیاس کے سابقہ راستے کے ارد گرد

جنگلات پر مشتمل تھا جو ہمیشہ سے ڈاکوؤں کی آماجگاہ چلا آتا ہے

۱۹ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۲۷۲

۲۰ :- شیر شاہ سوری کے تمام سوانح نگار متفق ہیں کہ چاکر خان رند فتح خان جاٹ سے

ساز باز رکھتا تھا اور اس سے لوٹ مار کا حصہ وصول کرتا تھا اور بیت خان کے رعب کی

وجہ سے اس مہم میں شریک ہوا تھا۔

۲۱ :- اس بلوچ سردار کے بارے میں قلمی نسخوں کی بدخطی اور نقل کرنے

والوں کے سو کے وجہ سے مورخین نے بڑی ٹھوکرین کھائی ہیں بعض نے اس کا نام ہندو بلوچ لکھا اور بعض نے میدو بلوچ اور بعض نے مندو بلوچ۔ لیکن شیر شاہ سوری کے معروف سوانح نگار قانونگو نے تحقیق کے بعد یہ حتمی رائے قائم کی ہے کہ اس بلوچ سردار کا نام سیدو بلوچ تھا جو کہ درست معلوم ہوتا ہے ملاحظہ ہو شیر شاہ سوری از کالکارنجی قانونگو صفحہ ۴۷۵

۲۲ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۶

۲۳ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۶

۲۴ :- مخزن افغانی المعروف تاریخ خان جہان لودھی جلد اول صفحہ

۲۵ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۹

۲۶ :- شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۸۰

۲۷ :- تاریخ شیر شاہی صفحہ ۱۸۱

۲۸ :- صرف قانونگو بڑے وثوق سے بعض بالواسطہ تاریخی شہادتوں کی بنا پر لکھتا ہے کہ

شیر شاہ سوری نے شمالی سندھ فتح کر لیا تھا حالانکہ اسکی کسی دیگر ہم عصر مورخ کی طرف

سے تائید نہیں ہوئی اور اس دور کے تمام مورخ متفق ہیں کہ بخشو خان لنگاہ کی یہ مہم ناکام

ہو گئی۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸۲۔ شیر شاہ سوری از قانونگو + قانونگو اس دعویٰ کا انحصار شیر شاہ

سوری کے ایک سکے پر کرتا ہے جو ٹیکسال واقع شیر گڑھ شق سکھر بکھر سال ۹۵۱ھ/ ۱۵۵۰ء

سکو کہ ہے اسکی تائید انصار زاہد کے مقالہ شیر شاہ کی ایک ٹیکسال واقعہ شیر گڑھ سکھر

بکھر مطبوعہ جنرل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی جولائی ۱۹۶۳ء سے ہوتی ہے ایضاً

پر شاہ اپنی کتاب مسلمانوں کی ہندوستان میں حکومت صفحہ ۳۰۴۔ میں بھی تائید کرتا ہے۔

لیکن یاد رہے کہ یہ شیر گڑھ کا قلعہ ضلع ساہی وال (سابقہ ٹنگمیری) میں لکھی جنگل میں

ہیبت خان نیازی نے ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے تعمیر کیا تھا۔ میں نے ہم عصر مورخین

۱۔ انحصار کرتے ہوئے بخشو خان کی اس مہم کو ناکام قرار دیا ہے۔

۲۹ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۳۸

- ۳۰ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۳۸
- ۳۱ :- مخطوطوں میں لفظ چاشت لکھا ہوا ہے جو دن کا پہلا پہر اندازاً "۹ بجے صبح کا وقت ہوتا ہے یہ کسی طور پر حملہ کے لئے مناسب وقت قرار نہیں دیا جاسکتا
- ۳۲ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۳۹
- ۳۳ :- ایسی منقسم بے ربط عسکری کوشش یقیناً "ناکام ہونی تھی حقیقتاً" دونوں فوجی دستوں کو ایک ساتھ دو طرفوں سے بکھر کر حملہ کرنا چاہیے تھا ایسی صورت میں تو کامیابی کا امکان ہو سکتا تھا۔ اس سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں ایک تو شیر شاہ سوری کی اپنی فوج اس حملہ میں شامل نہیں تھی اور وہ صرف مرزا شاہ حسن ارغون کی تنبیہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ ہمایوں کی امداد نہ کرے ورنہ اسکا اپنا علاقہ حملہ سے محفوظ نہیں ہے دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ بخشو خان لنگاہ کامیاب جرنیل نہیں تھا۔
- ۳۴ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۳۹
- ۳۵ :- قصبہ دیسہ پن گجرات کاٹھیاواڑ سے بیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے اس شاہ علی لنگاہ کا مقبرہ شجاع آباد میں مرجع خلافت ہے
- ۳۶ :- طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۸۸
- ۳۷ :- ملاحظہ فرمائیں سندھ مندرجہ مرقع ملتان از سید اولاد علی شاہ گیلانی صفحات ۳۶ تا ۳۹ متعلقہ لنگاہان شجاعت پور

باب دوازدهم وسعت سلطنت

رائے سہو المعروف سلطان قطب الدین محمود لنگاہ بانی خاندان لنگاہ اپنی زندگی میں صرف ملتان اور اچ پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت موجودہ اضلاع ملتان لودھراں اور بہاولپور کی حدود تک قائم کر سکا تھا۔ سلطنت کے قیام کے بعد کے ابتدائی مسائل اور مخدوم قریشی سے محاصرت اور سلطان محمود خلجی حاکم مالوہ کے ملتان پر حملے نے اسے فرصت نہ دی کہ وہ اپنی سلطنت کو مزید وسیع کرتا۔ چنانچہ جب اسکے بیٹے سلطان حسین لنگاہ اول نے عثمان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو خزانہ پُر تھا اور سلطنت میں ہر طرف امن و امان تھا اور اندرونی خطرات کا مکمل سد باب ہو چکا تھا۔ مخدوم قریشی سے تعلقات دوبارہ استوار ہو چکے تھے اس لئے اس نے توسیع سلطنت کی طرف توجہ دی اس نے اپنے دور حکومت میں شور کوٹ اور جھنگ کے اضلاع فتح کر کے دریائے راوی اور چناب کے درمیان کافی علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ نیز اس نے فتوحات کے سلسلہ کو سندھ ساگر دواب میں آگے بڑھا کر دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر قبضہ کر کے آج کل کے ضلع میانوالی۔ ضلع نکھر ضلع لیہ۔ نصف ضلع مظفر گڑھ تا حد شہر سلطان۔ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان و ضلع ڈیرہ غازیخان تا حد جام پور لنگاہ مقبوضات کا حصہ بنا دیا تھا تھاج کی طرف دریائے ستلج کے پار اس نے اپنی مقبوضات حدود سندھ کی طرف بڑھا کر اوباڑہ تک پھیلا دی تھیں اور سندھ کی طرف سے ممکنہ حملے کے سد باب کے لئے اس نے تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر قلعے تعمیر کر کے بلوچوں کو آباد کر دیا تھا اس طرح سے اسکی سلطنت شمال میں (۲۰) سوھن کوٹ سے بھی آگے تک پھیلی ہوئی تھی جنوب میں اس کی حد اوباڑہ موجودہ صوبہ سندھ تک تھی۔ مشرق میں ڈیر اور سے آگے حدود جیسلمیر تک وہ قابض تھا اور مشرق میں ڈیر اور اسکی مضبوط چھاؤنی تھی اور مغرب میں کوہ سلیمان تک اسکی مقبوضات پھیلی ہوئی تھیں صرف سیٹ پور اور علی پور اور راجن پور سے کشمور تک کا علاقہ انہوں کے پاس تھا جو لنگاہوں کے اتحادی تھے اور دونوں حکومتوں کے مابین اس قدر دائمی یگانگت اور برادری کا تعلق قائم تھا کہ فرق معلوم نہ ہوتا تھا اور ہر بیرونی حملہ آور یا اندرونی بغاوت میں نہر لنگاہ سلطان کے ساتھ ملکر مقابل آرا ہوتے تھے اس طرح حاجی خان میرانی بھی نہایت با اعتماد باجگزار تھا جس کے مقبوضات زیریں ساگر گڑھ میں دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر

واقع تھے سلطان حسین لنگاہ کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں نے اپنی بد اعمالیوں اندرونی خلفشار اور بیرونی حملوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ اپنے مقبوضات کو ضائع کرنا شروع کیا سلطان محمود لنگاہ کی اپنے وزیر جام یازید سے مخالفت کی وجہ سے چنیوٹ شورکوٹ اور دریائے چناب کے پار کے علاقے لنگاہ سلطنت سے نکل گئے ۱۵۲۳ء، ۱۵۲۳ء میں مرزا شاہ حسن نے آہستہ آہستہ سندھ کی طرف سے لنگاہوں کے علاقے پر دست درازی شروع کی اور بڑھ کر اچ تک پہنچ گیا لیکن سلطان محمود لنگاہ نے آگے ہٹ کر ان دست درازیوں کا اپنی سرحد پر سدباب نہ کیا جس پر مرزا شاہ حسن نے اچ کو فتح کر لیا اور ملتان کی حدود میں کافی آگے بڑھ آیا آخر کار ایک نام نہاد صلح کے ذریعہ وہ لنگاہوں سے ستلج پار کی انکی تمام مقبوضات مارچ ۱۵۲۶ء میں ہتھیانے میں کامیاب ہو گیا جب سلطان محمود لنگاہ نے اس صلح کو ناقبول کیا تو اسے اسکے عمائدین نے زہر دے کر مار دیا اب ایک ملابغ بچہ سلطان حسین لنگاہ ثانی سریر آرائے سلطنت ہوا جو بیگمات اور امراء کے ہاتھوں بے بس تھا تا آنکہ مرزا شاہ حسن ارغون نے جنوری ۱۵۲۷ء کو ملتان فتح کر کے ملتان کی آزاد لنگاہ حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

لنگاہوں کو دوبارہ اقتدار بخشو خان لنگاہ کے ذریعہ ملا لیکن بخشو خان لنگاہ کی حیثیت ایک جاگیردار اور منصب دار اور اطلاع دار سے زیادہ نہ تھی جو ہمایوں اور شیر شاہ کے مابین تصادم کی وجہ سے وقتی طوائف الملوک کی بنا پر نیم خود مختار ہو گیا تھا لیکن آخر کار اسے شیر شاہ سوری کا طوق ملازمت اپنے گلے میں ڈالنا پڑا اسکے مقبوضات یا علاقہ زمینداری میں اچ سے مومبارک تک اور دریائے چناب اور ستلج کے کنارے پر اضلاع لودھراں اور شجاع آباد کی اراضیات شامل تھیں اور وہ ملتان کے صوبہ دار کے ماتحت شیر شاہی منصب دار تھا۔ اسکا بیٹا شاہ علی مثل بادشاہ اکبر کے دور میں گجرات کاٹھیاواڑ میں مغلوں کا (شقار) ملازم تھا (۳) جس کے بعد لنگاہوں کا منصب داری کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱۳۴۱) (۱۳۴۲) (۱۳۴۳) (۱۳۴۴) (۱۳۴۵) (۱۳۴۶) (۱۳۴۷) (۱۳۴۸) (۱۳۴۹) (۱۳۵۰) (۱۳۵۱) (۱۳۵۲) (۱۳۵۳) (۱۳۵۴) (۱۳۵۵) (۱۳۵۶) (۱۳۵۷) (۱۳۵۸) (۱۳۵۹) (۱۳۶۰) (۱۳۶۱) (۱۳۶۲) (۱۳۶۳) (۱۳۶۴) (۱۳۶۵) (۱۳۶۶) (۱۳۶۷) (۱۳۶۸) (۱۳۶۹) (۱۳۷۰) (۱۳۷۱) (۱۳۷۲) (۱۳۷۳) (۱۳۷۴) (۱۳۷۵) (۱۳۷۶) (۱۳۷۷) (۱۳۷۸) (۱۳۷۹) (۱۳۸۰) (۱۳۸۱) (۱۳۸۲) (۱۳۸۳) (۱۳۸۴) (۱۳۸۵) (۱

۱۔ سلطان

۲۔ وزیر (۳۷)

۳۔ شیخ الاسلام (۵۷)

۴۔ قاضی (۶۷)

۵۔ ناظم ضلع یا شہدار (۷۷)

۶۔ تحصیلدار (۸۷)

۷۔ قلعہ دار (۹۷)

لنگاہ دور میں ملتان، 'اچ'، ڈیر اور، 'شور کوٹ'، کوٹ کروڑ، 'مومبارک'، 'دھن کوٹ'، ساگڑہ اہم شہر یا پر گئے تھے۔

یہ بات یاد رہے کہ جہاں حکمران وزیروں کے ذریعہ حکومت کرتے ہیں وہاں حکومت تقریباً شورائی ہوتی ہے اور بادشاہ مطلق العنان نہیں ہوتا اور اسکی حیثیت

HEAD OF STATE کی ہوتی ہے اور وزیر کی حیثیت HEAD OF

GOVT کی ہوتی ہے شیخ الاسلام اور قاضی کے عہدوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ملتان

میں باقاعدہ نظام عدل و انصاف لنگاہ دور میں قائم تھا جو یقیناً "اسلامی شرعی نظام عدل تھا اور شیخ الاسلام اس نظام کا منبہ اور آخری عدالت اپیل تھا۔

ناظم و تحصیلدار کے عہدوں سے یہ ظاہر ہے کہ ماگزاری کا نظام لنگاہ دور میں قائم تھا اور حکومت کی آمدنی کا بڑا ذریعہ زمینداروں سے وصولی معاملہ اور ماگزاری پر تھا۔

نظام حکومت اور ماگزاری

چونکہ لنگاہوں کو کوئی ہم عصر مورخ میسر نہیں آیا نہ ہی کسی ملتان نے ان کے دور میں یا ان کے دور کے بعد ان کے قریبی ادوار میں ان کے عہد پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اس لئے لنگاہوں کے نظام حکومت کے بارے میں غیر واضح مواد سامنے آیا ہے جو اسقدر مختصر ہے کہ اس سے صورت حال واضح نہیں ہوتی البتہ اس تاریکی میں ایک روشنی کی شعاع ہے جو صورت حال کچھ واضح کرتی ہے۔

جب ہیبت خان نیازی نے سال ۱۵۳۱ء کے آخر میں بلوچوں سے ملتان فتح کر لیا اور ملتان کا صوبہ شیر شاہی سلطنت کا حصہ بن گیا تو ملتان کا نظام حکومت بے حد ابتر تھا۔ ہیبت

خان نازی نے ملتان پر قبضہ کرنے کے بعد شیر شاہ سوری سے نئے نظام حکومت کے قیام کے سلسلہ میں ہدایت چاہی تو استاد بادشاہان (۱۰) شیر شاہ سوری نے ملتان میں نظام حکومت کے قیام کے سلسلے میں ہیبت خان نازی کو حسب ذیل ہدایت روانہ کی۔ "ملتان کو دوبارہ آباد کرو۔ لنگاہوں کے نظام حکومت کو مفتوحہ علاقے میں دوبارہ قائم کر کے ان کے رسم و رواج کے مطابق زمین کا خراج غلہ کی بٹائی سے لو اور جریب سے نہ لو" (۱۱) نیز اس نے یہ ہدایت کی "ملتان کے لوگوں کو دیگر تکالیف (ٹیکسوں) سے معاف کر کے صرف لنگاہوں کی طرح پیداوار کا ۱/۱۰ حصہ بطور مالگزاری وصول کرو" (۱۲) لنگاہوں کے نظام حکومت اور نظام مالگزاری کے اعلیٰ معیار کے بارے میں شیر شاہ سوری کی طرف سے یہ ایک اعلیٰ اور پروقاہ سند ہے اس سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ لنگاہوں کا نظام حکومت ہر لحاظ سے قابل تعریف تھا۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ رعایا سے لنگاہ صرف پیداوار کا ۱/۱۰ حصہ وصول کرنے کے بعد ان سے کوئی دیگر ٹیکس وصول نہ کرتے تھے۔

عسکری نظام

لنگاہ ایک مضبوط جماعت کے ساتھ ممبئی اور ڈھاڈھر کے علاقے سے نواح ملتان آئے یہ جماعت جو لنگاہوں اور ان کے اتحادی بلوچوں افغانوں اور بروہیوں پر مشتمل تھی اس جماعت کے بل بوتے پر سال ۱۷۳۸ء میں رائے سہرا لنگاہ نے ملتان کے گورنر خانخاناں کے آدمیوں کو نکال کر ملتان پر قبضہ کر کے دہلی کے حکمرانوں کے اقتدار کو ملتان سے ختم کر دیا تھا اور اس نے سلطان قطب الدین محمود لنگاہ کے لقب سے لنگاہ سلطنت کا آغاز کیا اور جلد ہی ملتان اور اچ کے گرد و نواح کے علاقے فتح کر لئے اب جب باقاعدہ حکومت قائم ہو گئی تو لنگاہ سلطان نے عسکری نظام کو قائم کرنے کا آغاز کیا۔ قبل ازیں جو مواد پیش کیا گیا ہے اسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لنگاہوں کی فوج کی اکثریت جاگیرداروں کی طرف سے فراہم کردہ آدمیوں پر مشتمل تھی۔ کیونکہ لنگاہوں نے اپنے حامی سرداروں کو جنگی امداد سے انہوں نے اقتدار حاصل کیا تھا جو زیادہ تر بلوچوں پر مشتمل تھے بڑے بڑے زمینوں کے ٹکڑے جن کو اقطاع کہتے تھے عطا کردے تھے اور ان اقطاع داروں نے بوقت ضرورت جنگجو فراہم کرنے تھے۔ یہ ایک VOLUNTEER FORCE تھی اس کے علاوہ لنگاہ سلطان ایک فوج خاصہ ملازم رکھتے تھے جو ہر وقت حاضر ہوتی تھی اسکے

علاوہ خود لنگاہ قبیلہ کے لوگ لنگاہ سلطان کی امداد میں کمر بستہ رہتے تھے جو خانہ زاد کھلائے تھے۔

افواج کی اقسام

ملتان کے لنگاہوں کی فوج پیادہ، سوار، تیر انداز اور گرز بردار دستوں پر مشتمل تھی جنگی کشتیوں کا بیڑہ اس کے علاوہ تھا جس پر سوار ہو کر لنگاہ فوج دریاؤں میں جنگی کاروائیاں کرنی تھی۔

طریقہ جنگ

ملتان کے لنگاہوں کی جنگی مشین کی کامیابی کا تمام تر انحصار تیر انداز دستوں پر ہوتا تھا۔ جو تابڑ توڑ تیر اندازی کر کے دشمن کی صفوں کو ریزہ ریزہ کر دیتے تھے۔ لنگاہوں کی سوار فوج کو پرے باندھ کر ترکوں اور افغانوں کی طرح دشمن کی صفوں پر سواروں کے دستے سے ایک لخت حملہ کرنے کا ڈھنگ نہ آتا تھا وہ راجپوتوں کی طرح سوار ہو کر اپنے حدف کے پاس پہنچ جاتے تھے جہاں وہ گھوڑے سے اتر کر دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے (۱۳) اس طرح سے وہ گھوڑوں کی تیزی نقل حرکت اور وزن سے مفاد اٹھانے سے محروم ہو جاتے تھے ارغونوں کو سواروں کے طریقہ جنگ میں لنگاہوں پر سبقت حاصل تھی۔ ارغون اپنے رسالہ کے متحدہ یک لخت حملے سے لنگاہوں کی صفیں الٹ دیتے تھے جس پر لنگاہ پسپا ہو جاتے تھے یا انکو شکست ہو جاتی تھی اور یہی ان کی بڑی عسکری کمزوری تھی۔ نیز ملتان کے لنگاہوں کے پاس قلعہ شکن نظام ناپید تھا۔ نہ ہی توپ خانہ تھا

ملتان کے لنگاہوں کی فوج میں شامل قبائل

ملتان کے لنگاہوں کی فوج میں حسب ذیل قبائل اپنے جنگجوؤں کے ساتھ شامل ہوتے تھے اور ان کے امدادی اور اتحادی تھے۔ اور حکمرانوں کے بازو شمشیر زن تھے لنگاہ - نمر - میرانی - دودائی - بلوچ - کورائی - چانڈیہ - جت - رند - ڈہر - لاڑ - بگٹی - ماچھی - سمہ - پٹمان - ان سب قبائل کی امداد اور اپنے ذرائع سے لنگاہ سلطان اندازاً ایک لاکھ جنگجو میدان میں کسی وقت لا سکتا تھا (۱۴)

نظام قلعہ بندی

ملتان کے لنگاہوں نے اپنی سلطنت کے دفاع کے لئے اپنی مقبوضات میں قلعہ بندی کا مربوط نظام قائم کیا ہوا تھا جو انکی مملکت کے طول و عرض میں بنائے گئے تھے جن میں فوج تعینات ہوتی تھی جن کو ان علاقوں کی زمینداری بھی دی جاتی تھی اور وہ علاقے کے امن و امان اور دفاع کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ یعنی پولیس اور فوج کے فرائض بیک وقت ادا کرتے تھے جسکی وجہ سے بعض اوقات ان سے ظلم و تعدی کے واقعات سرزد ہو جاتے تھے۔

لنگاہوں کے حسب ذیل معروف جنگی قلعے تھے

ملتان - شور کوٹ - فتح پور نزد کھروڑ (ضلع لودھراں) - ٹھنہ گھلوں (ضلع لودھراں) (اچ - ڈیر آور - نوشہرہ (جھج) - مو (مبارک) سیورائی - بھٹہ واہن - اباڑہ - کنڈائی - ولہارن - چنیوٹ - کوٹ کھروڑ - دھن کوٹ - ساگڑہ - شہر سلطان - تعلیمدان قلعوں کے انتظام قلعہ داروں کے سپرد تھے جنہیں دیوانی CIVIL اور MILITARY عسکری اختیارات حاصل ہوتے تھے اور وہ اپنی حدود کے اندر تھانیدار بھی ہوتے تھے۔ اور بوقت ضرورت فوجی مہمات کی سرکردگی بھی کرتے تھے۔ ان مضبوط قلعوں کی وجہ سے ملتان کے لنگاہ سلطان کا دبہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا (ج ۱۵)

تعلیمی نظام

لنگاہ دور میں ملتان میں نظام تعلیم کا بانی سلطان حسین لنگاہ اول تھا اس کی علمی وجاہت اور علم دوستی کا شہرہ دور نزدیک پھیلا ہوا تھا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں علماء - فضلاء - مصنفین کی دریا دلی سے سرپرستی کی۔ اور تعلیم کو پھیلانے میں اس نے کافی کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔ اسکے حکم پر اسکی مملکت میں بہت سے مدرسے تعمیر کئے گئے جس میں قابل اساتذہ کرام طلباء کو زبور تعلیم سے آراستہ کرتے تھے۔ یہ تعلیمی نظام اس قدر عالی شان تھا کہ اس کے وزیر اعظم کا یہ دعویٰ کہ ملتان کا تعلیمی نظام سب سے اعلیٰ و ارفع ہے کسی طرح بھی غلط معلوم نہیں ہوتا۔ سلطان محمود لنگاہ کے بارے میں بعض مورخین کی رائے ہے کہ اس نے اپنی تمام بد اعمالیوں کے باوجود علم و ادب کی

ترویج میں بے حد کوشش کی (۱۷۷) لنگاہوں کی علم دوستی اور علماء کی سرپرستی کی وجہ سے دور و نزدیک سے علماء نقل مکانی کر کے جوق در جوق ملتان کھینچے چلے آتے تھے اور مملکت لنگاہ کی سرپرستی میں علم و ادب کی ترویج میں مصروف ہو جاتے تھے لنگاہوں کے دور کے علماء کی فہرست کافی طویل ہے جن میں سے چند کے نام نامی درج کئے جاتے ہیں۔

مولانا فتح اللہ تلبنوی۔ مولانا عزیز اللہ تلبنوی۔ مولانا شیخ عبدالوہاب فیلسوف۔ مولانا محمد بملول۔ مولانا عبدالرحمان جامعی (۱۷۷) مولانا شیخ محمد ابراہیم اچوی۔ مولانا شمس الدین فقیہ ملتانی۔ مولانا سناء الدین۔ شیخ الکبیر علامہ فتح اللہ ملتانی

ان علماء کے ملتان میں اجتماع کی بنا پر سلطان حسین لنگاہ کے وزیر عماد الملک نے فخر سے کہا کہ ہر مملکت کی خداوند نے ایک بزرگی رکھی ہے ملتان کی مملکت کی بزرگی ملتان کے علماء فضلاء ہیں جن کی وجہ سے ملتان دوسری مملکتوں کے مقابلے میں معزز و محترم ہے۔ اور یہ بات انہوں نے بجا طور پر کہی (۱۷۸)

اگر ہم اس بات کے بارے میں فیصلہ کریں کہ ملتان کا لنگاہ دور حکومت کی آج تک شہرت کس وجہ سے ہے تو ہمیں برملا کہنا پڑتا ہے کہ ملتان کا لنگاہ دور حکومت اپنی علمی فضیلت کی وجہ سے شہرت دوام حاصل کر کے تاریخ میں بلند مقام کا حامل ہوا ہے۔

حواشی باب دوازدہم

- ۱ :- ضلع جنگ میں جہاں جہلم اور چناب آپس میں ملتے ہیں وہاں تک نگاہ حکومت پھیلی ہوئی تھی
- ۲ :- دھن کوٹ دریائے سندھ کے کنارے ایک گھاٹ اور قلعہ تھا۔ یہ کالا باغ سے ۷ میل کے فاصلے پر تھا اب تمہ آب ہو گیا ہے کھنڈر موجود ہیں۔ ترک میں بابر اسے دین کوٹ لکھتا ہے۔
- ۳ :- صوبہ کوپرگنوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ اور پرگنہ کو شق کہتے تھے اور پرگنہ کا انچارج شقدار کہلاتا تھا۔ یہ انتظامی، عسکری اور پولیس کے تمام اختیار رکھنے والا افسر ہوتا تھا اسے عمل گزار بھی کہتے تھے اور یہ پرگنہ کے تمام سرکاری محاصل وصول کرتا تھا۔ اسے آجکل کا ڈسٹرکٹ کلکٹر سمجھیں۔
- ۴ :- عماد الملک نگاہ سلطنت کا پہلا وزیر تھا جسے سلطان حسین نگاہ نے مقرر کیا وزیر کو اس دور میں دیوانی (CIVIL) اور فوجداری (MILITARY) تمام امور سلطنت پر کمال اختیار تھا۔
- ۵ :- پہلا شیخ الاسلام شیخ جلال الدین قریشی جو خانوادہ حضرت حمید الدین حاکم کا فرد تھا اسے عماد سلطان حسین نگاہ اول میں مقرر کیا گیا تھا ملاحظہ کریں باب چہارم کتاب ہذا۔
- ۶ :- قاضی محمد کا ذکر سلطان حسین نگاہ کے دور میں آتا ہے اور بعد ازاں سلطان محمود نگاہ کے دور میں قاضی ابو الخیر اور قاضی عبدالرحمن کا ذکر بھی آتا ہے۔
- ۷ :- ناظم ضلع یا شقدار کی تشریح حوالہ نمبر ۳ میں کر دی گئی ہے۔ سب سے پہلا شقدار سلطان حسین نگاہ اول کا بھائی شہاب الدین تھا بعد ازاں جام بایزید، جام ابراہیم علی الترتیب آج اور شور کوٹ کے شقدار مقرر کئے گئے۔ حاجی خان میرانی - سراب خان دودائی - فتح خان بلوچ بھی نگاہ دور کے شقدار تھے اور نگاہ حکومت کے ملازم تھے۔ شقدار پرگنہ کے تمام محاصل وصول کرتے تھے انکے ماتحت تحصیلدار ہوتے تھے۔
- ۸ :- تحصیلدار کا کام معاملہ سرکار کی وصولی تھا وہ نیکی وصول کرنے کا کام کرتے تھے انکا ذکر سلطان محمود خان نگاہ کے دور میں آتا ہے۔
- ۹ :- مملکت میں نگاہوں نے کافی دفاعی قلعے تعمیر کئے ہوئے تھے جو عسکری چھاؤنی کا کام دیتے تھے قلعہ دار کے فرائض میں علاقے کی تھانیداری بھی تھی۔
- ۱۰ :- ہمایوں کاہل میں تھا جب اسے شیر شاہ سوری کی وفات کی اطلاع ملی تو اس کے منہ سے بے ساختہ شیر شاہ کے بارے میں یہ خطاب استاد بادشاہان نکلا۔ ہمایوں نے شیر شاہ سوری کی موت پر بے حد افسوس کیا اور جب بعض درباریوں نے اسے شیر کی موت پر مبارک باد دی تو اسے انہیں دھتکار دیا۔

بحال ہو گئی۔

۱۱:- تاریخ شیر شاہی فارسی صفحہ ۱۸۶- شیر شاہ سوری کے دور میں سارے ہندوستان کے کاشت رتبے کی پیمائش کر کے فی جریب مقررہ رقم وصول کی جاتی تھی۔ شیر شاہ سوری نے لنگاہوں کے نظام کی پیروی میں صوبہ ملتان کی رعایا سے پیداوار میں سے حصہ وصول کرنے کا حکم دیا۔

۱۲:- مخزن افغانی فارسی مطبوعہ صفحہ ۲۸۰

۱۳:- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲ نیز ایللیٹ اینڈ ڈاٹسن جلد اول صفحہ ۳۰ میں راجپوت سواروں کے طریقہ جنگ جس پر لنگاہ عمل پیرا تھے پر بالتفصیل روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۴:- تاریخ معصومی صفحہ ۶۱۱ پر لنگاہ سلطان کا اسی ہزار سوار اور پیادے میدان جنگ میں لانے کا ذکر ہے لیکن تذکرہ ملتان کے مطابق دفاع ملتان میں لنگاہ ایک لاکھ سوار اور پیادے میدان میں لائے۔

۱۵:- اہل حق سے ولہار تک قلعہ جات صرف راجپوتانہ اور سندھ کی طرف سے حملوں کے سدباب کے لئے تعمیر کئے گئے تھے۔ یہ سب صحرا میں واقع تھے۔ ولہار کا قلعہ سیورائی کے قلعہ کے مشرق میں جھلمیر کی سرحد کے قریب واقع تھا

۱۶:- پنجاب دورہ سلطانی میں از بخشیش سنگھ بخر

۱۷:- مولانا نور احمد خان فریدی نے ان کا نام نامی مولانا ابراہیم جامعی خلف مولانا فتح اللہ ملتانی تحریر کیا ہے۔ لیکن بخشیش سنگھ بخر نے مولانا عبدالرحمان جامی تحریر کیا ہے میں نے جامعی لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں تاریخ ملتان حصہ اول از مولانا نور احمد خان فریدی صفحہ ۳۰۳ بعض تذکروں میں مولانا ابراہیم جامعی بھی درج ہے

۱۸:- تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ہندوستان میں علم کی ترویج لاگتیریزی از این این لا - صفحہ ۶۹ تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۵۳۰ - پنجاب دورہ سلطانی میں از بخشیش سنگھ بخر ۲۱۰ - حدیقہ الاقالیم صفحہ ۶۹ - معلوم یہ ہوتا ہے کہ درس و تدریس کیلئے لنگاہ سلطنت میں علماء کی قیام گاہیں، مدرسے کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔ جہاں طلباء کو تیار و تیار کا انتظام ہوتا تھا۔ اس لئے مدرسوں کی جڑیں عمیق تھیں۔

باب سیزدہم

ملتان کے لنگاہ دور کی تہذیب و ثقافت

ملتان کے لنگاہ دور کی ثقافت کی جانکاری کے لئے ملتان کی لنگاہ مملکت کی ہیئت ترکیبی تاریخ و جغرافیہ۔ مذہبی و روحانی رجحانات علمی و ادبی زندگی اور اس دور کے جملہ معروضی حالات کے مطالعہ کی اشد ضرورت ہے۔ رائے سرہ لنگاہ کی سرکردگی میں بلوچستان کے چند قبائل اپنے وطن کے معروضی حالات کے دباؤ کے تحت سرگردان ہو کر جنوبی پنجاب میں پندرہویں صدی میں وارد ہوئے اور انہوں نے دہلی کی کمزور سید بادشاہت کے دور کے اندرونی تضادات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ملتان پر قبضہ کر لیا اور انکے قائد نے سلطان قطب الدین محمود لنگاہ کا لقب اختیار کر کے ملتان میں ایک آزاد سلطنت کی بنیاد ڈالی۔

لنگاہ اور انکے بلوچ بروہی اور افغان ساتھی قرون وسطی کے نیم ترقی یافتہ تہذیبی اقدار کے حامل قبائل تھے انکی آمد سے پہلے ملتان برصغیر کا ایک اہم تہذیبی مرکز تھا کئی صدیاں پہلے یہ سندھ کی برہمنی حکومت کے شمالی صوبہ کا صدر مقام تھا جہاں شاہی خاندان کا اہم فرد ہمیشہ گورنر مقرر کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں ملتان عربوں کی ہندوستانی سلطنت کے شمالی صوبہ کا صدر مقام رہا جسکی رونق اور خوشحالی کو مد نظر رکھتے ہوئے عرب اسے معمورہ کہتے تھے۔ (۱) ملتان کچھ عرصہ قریشیوں اور قرامطیوں کے تحت ایک آزاد حکومت کا صدر مقام بھی رہا تھا۔ کچھ عرصہ غزنویوں کی سلطنت کے ایک اہم صوبہ کا صدر مقام بھی تھا اور لنگاہوں کی آمد سے پہلے یہ دہلی کے سلاطین کے ایک صوبہ کا صدر مقام تھا۔ (۲)۔ ملتان بطور ایک قدیم انتظامی مذہبی و تہذیبی مرکز کے ایک مخصوص تہذیبی رنگ کا حامل تھا اور اسکی تہذیب پر وہ تمام تہذیبی اثرات مرتب ہو چکے تھے جو کسی صوبائی صدر مقام پر دارالسلطنت اور سلطنت کے مرکز سے دوری کے باوجود تہذیبی اخلاط و تخلیط سے عام طور پر مرتب ہوتے ہیں۔ نیز ملتان وادی سندھ کے مرکز میں دریاؤں اور صحراؤں کے وسط میں

واقع ہونے کی وجہ سے دریائی صحرائی تہذیب کا شاندار نمونہ تھا۔ جس پر دہلی کی تہذیب کے گہرے اثرات مرتب ہو چکے تھے۔

ملتان کے اپنے حکمران طبقے۔ روحانی پیشوا۔ جاگیردار۔ اہل حرفہ مزدور اور کسان تھے۔ جن پر وادی سندھ کی صدیوں کی تہذیبی اخلاط و تخلیط کی گہری چھاپ تھی۔ ملتان کی موسیقی حضرت امیر خسرو کی پانچ سالہ سرپرستی اور صوفیاء چشت کی محنتوں کے طفیل برصغیر میں منفرد مقام رکھتی تھی۔ لنگاہوں کی آمد سے پہلے کی تیرہویں اور چودھویں عیسوی صدیوں کو ملتان کے فن تعمیر کا سنہری دور کہا جاتا ہے (۱۲-۱۳) اس سنہری دور میں لنگاہوں کی آمد سے پہلے مقابر غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتان و حضرت شاہ رکن عالم و شاہ دانا شہید تعمیر ہو کر فن تعمیر کا ایسا معیار قائم کر چکے تھے کہ بعد کے ادوار کسی طور پر بھی ان کے پاسنگ نہ ہو سکتے تھے۔ چنانچہ جب لنگاہوں نے ملتان اور اسکے گرد و نواح جنوبی پنجاب میں اپنی سلطنت قائم کی تو اس سے بہت پہلے ملتان ایک اعلیٰ تہذیبی و ثقافتی علاقے کا صدر مقام تھا جو ایک مخصوص و منفرد تہذیبی سرمایہ کا امین تھا۔ ملتان کا فن تعمیر کا معیار اس قدر بلند تھا کہ لنگاہ اپنی یاد میں کوئی یادگار فن تعمیر نہ چھوڑ سکے۔

لنگاہوں کی ملتان میں سلطنت کے قیام کے بعد بلوچستان سے کافی لوگ حدود ملتان میں آکر آباد ہوئے۔ وہ بالکل اجڈ تو نہ تھے یقیناً "اسلام نے انہیں بنیادی تہذیبی خدو خال عطا کر دئے تھے لیکن پھر بھی انکے چند حکمران خاندانوں کے علاوہ باقی اکثریت لوگ جو نقل مکانی کر کے ملتان کی حدود میں آباد ہوئے وہ ملتان میں پہلے بسنے والے لوگوں سے کم تہذیب کے مالک تھے۔ وہ جب حدود ملتان میں آباد ہو گئے اور انہوں نے نئی سلطنت قائم کی تو انکی سماجی اقتصادی و ثقافتی زندگی میں انقلاب آگیا اور نئی سلطنت کی آمدنیوں میں شرکت کی وجہ سے ان کی زندگی پہلے سے بہت بہتر ہو گئی اور ملتان کی حدود میں ایک دو نسلوں کے گزرنے کے بعد وہ ملتان کے معاشرتی ماحول میں اس قدر رچ بس گئے کہ وہ جلد ہی اپنے قبائلی ورثہ کو بھول گئے اور انہوں نے اپنی کرخت قبائلی زبانوں کو ترک کر دیا اور سرائیکی اور فارسی جیسی شیریں زبانیں بولنے لگ گئے۔ رہن سہن لوکل لوگوں کی

طرح اختیار کر لیا۔ یہاں شادیاں کر کے گھر کی معاشرت بالکل ملتان کی کر لی اور انکی اپنی آبائی وطن کے لوگوں کے ساتھ کوئی قدر مشترک باقی نہ رہی اور ملتان کی محبت اور ملتان سے متعلق اپنے اقتصادی مفادات کی حفاظت کیلئے ملتان کے دفاع کے لئے مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ (۳۷)

نئے آباد کاروں کے لئے ملتان جیسے قدیم تہذیبی مرکز کی صدیوں کی پختہ ثقافت ہر لحاظ سے قابل تقلید تھی وہ اپنے طور پر ملتان کی زندگی میں کوئی انقلابی اقدام برپا کرنے سے قاصر تھے انہوں نے برصغیر میں اس وقت جو نظام حکومت قائم تھا اس سے ہی تتبع حاصل کیا تھا انہوں نے صرف بعض پرانے حکمران طبقوں کو محروم کر کے انکی جگہ چند دوسرے خاندانوں کو حکمران طبقے میں شامل کیا طریقت کے قدیم سلسلے جنکی گزشتہ ادوار میں حکومتوں کی طرف سے سرپرستی ہو رہی تھی انکو نظر انداز کر کے طریقت کے نئے گھرانوں کی سرپرستی شروع کی انہی مصلحتوں کے تحت انہوں نے حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے خاندان کے بزرگوں کے روحانی اقتدار کو کمزور کرنے اور قادری سلسلہ کے حضرت بندگی محمد غوث گیلانی اچوی کے خاندان کے بزرگوں کی قدر و منزلت میں اضافہ کو حکومتی پالیسی کا جزو بنایا لنگاہوں کی آمد سے پہلے حدود صوبہ ملتان میں سروردیہ اور چشتیہ سلسلوں کا بول بالا تھا دہلی کے حکمرانوں کی ان سلسلوں کو سرپرستی حاصل تھی عوام بھی انکے گرویدہ تھے ملتان کے سروردی بزرگ دہلی کے حکمرانوں کے چہیتے تھے۔ شیخ الاسلام ہند کا عمدہ کئی پشتوں سے اس خاندان کا موروثی عمدہ بن چکا تھا لنگاہوں نے مملکت کے لئے اس خاندان کا دہلی اور سندھ کے حکمرانوں سے تعلق کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے ہوئے ملتان میں اپنا شیخ الاسلام منو بہارک کے قریشی خاندان کے عالم (رح) کو مقرر کر کے اور دینی مدرسوں کے مربوط نظام کو اپنی حدود میں نافذ کر کے مذہبی دنیا پر اپنی گرفت مضبوط کر لی نیز اچ گیلانی۔ گردیزی اور سروردی سلسلہ کے بزرگوں نے رشتہ داریاں قائم کر کے نہ صرف اپنے اقتدار کو مضبوط کیا بلکہ ان خاندانوں کی عوام پر گرفت کو مزید سخت بنا دیا۔ ملتان کے شمال میں اجدوہن یعنی پاکپتن کے چشتیہ سلسلہ کی روحانی سلطنت کا اثر پنجاب

کہ دریاؤں اور باروں میں آباد راجپوت قبائل میں روز افزوں تھا۔ اور یہ قبائل اس سلسلہ کی منفرد تہذیبی اقدار کے زیر اثر تھے۔ چشتیہ کی روحانی سلطنت کا زیادہ علاقہ چونکہ دہلی کی حدود میں واقع تھا اس لئے لنگاہوں نے انکی زیادہ سرپرستی نہ کی لیکن چشتیہ سلسلہ کے بزرگ مسلکاً حکمرانوں سے دور رہنے کے قائل تھے (۶) اور وہ باوجود عدم سرکاری سرپرستی عوام کے دلوں پر حکمرانی کرتے رہے۔ ان بڑے سلسلوں کی طاقت کو کمزور کرنے کے لئے اور عوام پر ان کے اثرات کو کم کرنے کے لئے لنگاہوں نے ملتان کے گردوزی اور اچ کے بخاری سلسلہ ہائے طریقت جن کے مریدوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی کی سرپرستی شروع کی تاکہ توازن پیدا ہو سکے چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں نے تو لنگاہوں کی عدم سرپرستی کی کوئی پرواہ نہ کی لیکن سہروردی مسلک کے اس اصول کے زیر اثر جس میں حکومت وقت سے درویشوں کا رابطہ مسلک کی ترویج کے لئے نہایت ضروری ہے سہروردی بزرگ جلد ہی اپنی دور نزدیک افادیت، اعلیٰ کردار اور عظیم شخصیتوں کے طفیل چند سال بعد لنگاہ حکومت میں اپنا بلند مقام حسب سابق بحال کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح اس دور کے عوام اس وقت کے امراء اور روحانی خاندانوں کی مکمل گرفت میں تھے۔ کسان مزدور اہل حرفہ کے بارے میں حکمران طبقے کے رویہ میں پہلے کے مقابلے میں کوئی خاص فرق پیدا نہ ہوا اور عوام کے معروضی حالات اسی ڈگر پر چلتے رہے۔ باوجود کہ لنگاہوں کا ٹیکس کا نظام قابل تعریف تھا لیکن حکومت کے روز افزوں اخراجات اور حکمران خاندان کے اللمے تلے اس بات کے متقاضی تھے کہ خزانہ کو بھرا جائے چنانچہ عوام محنت کرتے تھے اور سلاطین امراء جاگیردار زمیندار مخدیم انکی کمائی کھاتے تھے اور عوام صوفیاء کرام کی تعلیمات کے زیر اثر صبر و شکر سے ہر قسم کے ظلم کو برداشت کرتے تھے۔ ان حالات کی وجہ سے پورے جنوبی پنجاب کے عوام کے مزاج میں ایک ٹھہراؤ اپنے حالات پر راضی بہ رضا رہنے کی عادت اور جمود طاری ہو گیا جس کا خمیازہ وہ آج تک بھگت رہے ہیں۔

رہن سمن خوراک لباس کے معاملے میں پوری تہذیبی جدوجہد دریائی اور صحرائی

زندگی کی ضروریات کے مطابق تھی۔ زراعت کا انحصار سیلابی نہروں، سلاب۔ اور بارشوں اور کنوؤں پر تھا مملکت کے کل رقبہ کا بے حد قلیل رقبہ زیر کاشت تھا۔ جہاں پر گندم اور نیل کی بڑی فصلوں کے علاوہ خوردنی تیل کے بیجوں کی کاشت سبز چارہ وغیرہ بھی کاشت کئے جاتے تھے دریائی نیلے اور بار چر اگاہوں کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ جس پر کثیر تعداد لوگوں کا مدار زندگی تھا۔

شہروں کو لنگاہوں نے کافی سنوارا اور طویل عرصہ امن کی وجہ سے شہری آبادی میں کافی اضافہ اور خوشحالی ہو گئی نیز لنگاہ سلطنت کے اپنے ہمایوں کے ساتھ اچھے تعلقات کی وجہ سے اور شاہراہوں کے پر امن ہونے کی وجہ سے بیرونی تجارت زوروں پر تھی لنگاہوں کو ایران افغانستان اور دہلی کے ساتھ تجارت پر مکمل اجارہ داری حاصل تھی۔ جس سہارے حکمران کافی غار کھاتے تھے۔ ملتان کپڑے نیل چڑے کے سامان کانڈ اور مٹی کے برتنوں کی صنعت میں کافی مشہور تھا، اور بیرونی مال سے ملتان کی منڈیاں بھری پڑی تھیں اور جب ارغونوں نے ملتان کو لوٹا تو ارغونوں کے مطابق ملتان کسی ساہوکار کا بڑا گودام معلوم ہوتا تھا جہاں کپڑا اور دیگر ملکی وغیر ملکی اجناس کے انبار لگے پڑے تھے۔

امراء کے رہن سمن خوراک لطف و عنایات پر دہلی کے امراء کے رہن سمن اور ایرانی افغانی ثقافتی اثرات کا گہرا اثر تھا۔ شہروں کے لوگوں میں شلوار قمیض پہننے کا رواج بھی تھا دیہات کے لوگ تمہند باندھتے تھے۔ اس سارے مطالعہ سے اسی عہد کے عوام بالکل غائب ہیں اور یہی انکی بد نصیبی ہے کہ انہیں ہر دور میں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی مظلوم عوام کے لئے غم غلط کرنے کے لئے میلے عرس ساونٹریاں اور شادی کی تقریبات کے علاوہ اور کوئی ذریعہ حصول لطف و مسرت نہیں تھا۔

لنگاہوں کے دور کا سب سے روشن پہلو صاحب نظر علماء کی سرپرستی تھی جس نے ملتان کی علمی و ادبی فضا کو منور کر دیا بادشاہ اور انکے وزیر امراء صاحب نظر علماء کی صحبتوں میں دن کا کچھ حصہ ضرور گزارتے تھے۔ علماء بھی شاہی سرپرستی میں علمی ضوابط میں مصروف رہتے تھے۔ علم کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ شعراء کرام کی بھی سرپرستی ہوتی

تھی۔ فارسی شاعری حکمران طبقوں کو بے حد مرغوب تھی اس دور کے دو تین مقامی فارسی شعراء کی شہرت دور و نزدیک پھیلی ہوئی تھی جن کے نام نامی ابوالحسن لنگاہ۔ مولانا یاری۔ مولانا جامع ہیں یہ شعراء حافظ اور جامی کے رنگ میں شعر کہتے تھے۔ غزل اور قصیدہ کی صنف پر کچھ فارسی شعری مواد اس دور کا ہم تک پہنچا ہے۔

سرائیکی شعری عوام کی مرغوب روحانی غذا تھی۔ اشلوک کافیاں اور دوہے اس دور کے معروف اصناف تھیں اس دور کے دو سرائیکی شاعر معروف ہو گزرے ہیں چشتیہ سلسلہ طریقت کے اس وقت کے سرخیل حضرت ابراہیم فرید ٹانی (۱۳۵۰ء تا ۱۵۷۵ء) اور لالہ دامودر ۱۵۲۲ بکری تا ۱۵۸۰ بکری دونوں حدود لنگاہ میں رہائش پزیر تھے۔ (۸ ج) مائی ہیر کا قصہ اسی دور میں زبان زد عوام ہوا (۹ ج) یہ لنگاہ سلطنت کے دریائی بیلوں کی عوامی رومانوی داستان ہے جسے لنگاہ سلطنت کی حدود میں واقعہ جھنگ کے باسی لالہ دامودر نے سال ۱۵۶۹ بکری (لنگاہ دور) کے دوران موزوں کیا (۱۰ ج) اس رومانی عوامی داستان کو دامودر کی زبانی سننے سے اسی دور کی ثقافتی زندگی پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ اس دور کی نمائندہ عوامی زبان کے کچھ نمونے لائے لالہ دامودر کی ہیر اور حضرت ابراہیم فرید ٹانی کے دوہوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ دامودر کی زبان تو ٹھیکہ سرائیکی یا ہندی ہے لیکن فرید ٹانی کی زبان پر مشرقی پنجاب کی ہندی آمیز زبان کا بہت گہرا اثر ہے انکے کلام کا گورو گرنتھ صاحب میں شمولیت اس کا گورو گرو جرمہ بھی اس کی وجہ ہو سکتا ہے (۱۱ ج) پھر بھی انکی سرائیکی زبان حضرت بابا فرید (۱۱۷۳ء تا ۱۲۳۷ء) کی زبان سے زیادہ عام فہم ہے علاقائی موسیقی پر حضرت امیر خسرو کے اثرات تا حال موجود تھے لیکن بعد ازاں اس دور کے چشتی صوفیا کی کاوشوں سے کئی نئی رنگیں جیتیں وضع ہو کر مقبول عام ہوئیں۔ وگتی بازی یعنی ٹھٹھ مزاح کے مقابلے کا رواج اسی دور میں پڑا آخری دور کے لنگاہ سلاطین اسی صنف بد میں کافی مصروف نظر آتے ہیں اور جب ملتان کی اس آزاد سلطنت کے زوال کا دور شروع ہوا تو وہ تمام اعلیٰ و ارفع ثقافتی علامتیں اور نشانیاں سفلہ پن اور محرب الاخلاق رنگ اختیار کر گئیں اور سلاطین کا بھانڈ۔ گویوں۔ مخلیوں اور وگتوڑوں نے گھیراؤ کر لیا اور تمام سنجیدہ

لوگ کنارہ کش ہو گئے (۱۲۷) اور علماء و دربار کے اس غیر سنجیدہ ماحول کی وجہ سے خانہ نشین ہو گئے جب حکمران انحطاط پذیر اقدار کے پاسبان ہوں۔ اعلیٰ پر عزم شخصیات کے پاس عمان حکومت نہ رہے اور کم ہمت لوگوں کے پاس قیادت ہو تو ثقافت سمیت پوری معاشرتی زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے ملتان کی اس آزاد نگاہ مملکت کا یہی المیہ تھا جس پر یہ آخر کار تباہ و برباد ہو گئی۔

حواشی باب سیزدہم

- ۱۔ قدیم لمان از سید محمد لطیف صفحہ ۱۲
- ۲۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت از ایثوری پرشاد صفحہ ۱۶۵
- ۳۔ لمان اور اس کا فن تعمیر از احمد نبی خان ملاحظہ فرمائیں
- ۴۔ دفاع لمان میں لنگاہوں نے سال ۱۵۲۶ء تا ۱۵۲۶ء کے محاصرہ میں اور بلوچوں نے سال ۱۵۳۲ء کے محاصرہ میں خوب جان فشانی دکھائی
- ۵۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۳
- ۶۔ تذکرہ اولیائے پشت صفحہ ۲۶
- ۷۔ تاریخ لمان از مولانا نور احمد خان فریدی صفحہ ۶۱۰
- ۸۔ لالہ دمودر نے سلطان محمود خان لنگاہ (۱۵۰۶ء تا ۱۵۲۵ء/۱۵۲۳ء کے دور میں قصہ ہیر رانجھا لنگاہ سلطنت کی حدود میں تصنیف کیا۔ تفصیلی مطالعہ کیلئے ہیر دمودر از محمد آصف خان ملاحظہ کریں
- ۹۔ سرائیکی عوام مائی ہیر کو سلسلہ قادریہ کی ایک مرامض بزرگ خاتون سمجھتے ہیں جبکہ اہل پنجاب نے اس کا نامک بنا دیا ہے۔
- ۱۰۔ ہیر رانجھا از لالہ دمودر کا عیسوی سال تصنیف ۱۵۱۳ء بنتا ہے جو سلطان محمود خان لنگاہ کا دور ہے۔ تفصیلی مطالعہ کیلئے ہیر دمودر مرتبہ محمد آصف خان ملاحظہ کریں۔
- ۱۱۔ بابا بدھ سنگھ کا دعویٰ ہے کہ چونکہ فرید ثانی پنجابی تھے پنجاب میں پیدا ہوئے اس لئے انکی زبان پر مشرقی پنجاب کی ہندو پنجابی کا رنگ بھی ہے ملاحظہ کریں ہنس گاگ صفحہ ۶۹ بحوالہ کرشنا رامامورتی
- ۱۲۔ تذکرہ الملتان صفحہ ۵۳

باب چہارم

شخصیات

ملتان میں لنگہ دور حکومت میں جن اہم شخصیتوں کے نام تذکروں میں آتے ہیں ان کی تفصیل اس طرح پر ہے۔

مشائخ عظام

- ۱۔ مخدوم شیخ یوسف قریشی :- رائے سرہ لنگہ کے ہم عصر سجادہ نشین حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا قریشی تھے آپ علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال رکھتے تھے پورے برصغیر میں انکی قدر منزلت کی جاتی تھی لیکن رائے سرہ نے دہلی اور سندھ کی حکومتوں میں ان کے اثر و رسوخ کی بنا پر انہیں ملتان میں رہنے نہ دیا جس پر آپ دہلی ہجرت کر گئے جہاں سلطان بملول لودھی نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور انکے بڑے لڑکے مخدوم زادہ عبداللہ قریشی سے اپنی دختر بیاہ دی (۱۷۰۰ء)
- ۲۔ حضرت شیخ عبداللہ قریشی :- آپ حضرت شیخ یوسف قریشی کے فرزند تھے والد کے ساتھ لنگاہوں نے ان کو بھی ملتان بدر کر دیا تو آپ بھی دہلی چلے گئے جہاں سلطان بملول لودھی نے اپنی بیٹی کی شادی آپ سے کر دی آپ ایک مجذوب بزرگ تھے۔ آپ نے ابتداء میں بے انتہا ریاضت اور مجاہدے کئے تھے اور روزانہ ایک ہزار رکعت اور تین قرآن ختم کرتے تھے اور ایک ساعت کے لئے بھی خدا کی یاد اور اسکے ذکر سے غافل نہ رہتے تھے۔ بڑے بڑے علماء کو آپ علوم الہی سے سرہ یاب کرتے تھے ۱۲ صفر ۱۳۹۹ کو ولادت فرمائی پرانی دہلی میں آپ کا مزار مرجع خلافت ہے۔ (۱۷۰۰ء)

۳ - عمدہ المشائخ حضرت شیخ اسماعیل قریشی :- حضرت شیخ یوسف قریشی کے بعد آپ سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی ہوئے۔ آپ بے حد جہانگیر شخصیت تھے۔ انہوں نے جلد ہی اپنے خاندان کے تعلقات دربار ملتان سے دوبارہ بحال کر لئے۔ لنگاہ سلاطین نے آپ کو کئی مرتبہ سفارتی مہموں پر روانہ کیا اور آخری دور میں انہوں نے کافی سیاسی کارنامے سر انجام دئے آپ صاحب حال و قال تھے۔ (۳۷)

۴ - قدوة العارفین شیخ عماد الدین حماد قریشی مؤ مبارک :- آپ حضرت رش میراں کے بیٹے۔ حضرت شیخ تاج الدین کے پوتے اور حضرت سلطان حمید الدین حاکم کے پڑ پوتے تھے تذکرہ حمیدیہ میں آپ کے بارے میں یہ تحریر ہے " آپ غوث عصری سلطان حسین لنگاہ نے ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتح ابواب کے لئے کی وظیفے کی درخواست کی آپ نے وظیفہ بتایا ساتھ ہی یہ کہا کہ ابھی یہ کلمات پورے نہ ہوئے ہوں گے کہ مراد حاصل ہو جائے گی چنانچہ سلطان کا کہنا ہے کہ مجھے جو کار صعب پیش آتا ہے یہی کلمات پڑھتا ہوں اسی دن خداوند عز و جل مجھے کامیاب کر دیتا ہے۔ رش عماد الدین حماد قریشی کا مزار مبارک مؤ مبارک میں سلطان التارکین کے مزار کے شمال مغرب میں ایک چار دیواری کے اندر واقع ہے (۳۸)

۵ - حضرت شیخ روح اللہ قریشی :- آپ شیخ عماد الدین حماد قریشی کے فرزند اکبر تھے اپنے والد کے انتقال کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے روحانیت میں آپ کا بزرگ ارفع مقام خاں لنگاہ دور کے بڑے بڑے امراء آپ کے حلقہ عقیدت و ارادت میں شامل تھے (۵۷)

۶ - مخدوم محمود زناصر الدین بخاری :- آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے فرزند تھے آپ کی ولادت ۱۱ ربیع الثانی ۷۳۳ھ میں ہوئی۔ آپ نہایت حسین و جمیل اور مرد کامل تھے خدا نے آپ کو کثیر اولاد عطا کی تھی ایک روایت کے مطابق آپ کے بیٹوں کی تعداد پچیس ۲۵ تھی اس وجہ سے آپ زناصر الدین مشہور ہوئے۔ سلطان حسین خاں لنگاہ کی دختر بی بی بگٹی آپ کے عقد نکاح میں تھی۔ سلاطین وقت کے ساتھ گہرے

تعلقات تھے۔ آپ بڑے سخی اور دریا دل واقع ہوئے تھے قرآن حکیم کے بے حد خوشی
الجان قاری تھے۔ آپ کا وصال ۱۹ شوال ۹۱۵ھ کو ہوا والد ماجد کے نزدیک مدفون ہے۔ (۵۷)
۷۔ حاجی شیخ عبدالوہاب بخاری :- آپ سید جلال الدین بخاری بزرگ کی
اولاد میں سے تھے جو مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے دادا تھے۔ سید جلال الدین بزرگ کے
دو بیٹے سید محمود اور سید احمد تھے مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید محمود کے بیٹے تھے اور
سید عبدالوہاب بخاری سید احمد کی اولاد میں سے تھے۔ آپ سال ۸۱۸ھ کو اچ میں پیدا
ہوئے ابتدائی تعلیم اور سلوک کی منازل اپنے خسر اور استاد مولوی صدر الدین بخاری
سے حاصل کی۔ کافی عرصہ ملتان میں درس و تدریس میں مصروف رہے دو مرتبہ حج بیت
اللہ سے مشرف ہوئے دوسرے حج سے واپسی پر نبی کریم صلم کے حکم پر دہلی چلے گئے۔
آپ سچے عاشق رسول تھے۔ آپ بہت بڑے بزرگ و علم و عمل و حال و محبت میں کامل
تھے۔ اپنے وقت کے فیلسوف۔ منطقی۔ مفسر قرآن تھے۔ آپ نے جو قرآن کریم کی تفسیر
لکھی اس میں نبی علیہ السلام کی نعت و توصیف بے حد کی ہے اور اس میں بہت سے
واقف عشق و اسرار محبت کو جمع کیا ہے یہ تفسیر جذبہ حال اور غلبہ استغراق کے وقت تحریر
کی گئی تھی اور اس میں بہت سے اسرار و رموز ظاہر کئے ہیں آپ اپنے پیر عبداللہ شاہ
قریشی سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور فتانی الشیخ تھے سال وفات ۹۳۲ھ ہے۔

۸۔ حضرت مخدوم حامد کبیر بخاری :- آپ مخدوم زنا ناصر الدین محمود کے فرزند
ارجمند اور انکے جانشین تھے حدیث اور فقہ پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی آپ کے عہد میں
غازی محمد خان حاکم ڈیرہ غازی خان نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مزار پر مقبرہ
بنوایا۔ طریقہ سروردیہ کے فروغ میں آپ کا کافی حصہ ہے ۷ ربیع الاول سال ۹۳۵ھ کو
انتقال فرمایا اوج میں مزار مبارک ہے۔ (۸۷)

۹۔ مخدوم شیخ بہاؤ الدین قریشی :- حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا قریشی ملتانی کے
خاندان کے نامور فرزند تھے۔ لنگاہ سلاطین ملتان نے کئی مرتبہ انکے ذمہ سفارتی مہمات
لگائیں جو انہوں نے نہایت قابلیت سے سرانجام دیں (۹۷) طبقات اکبری کی رو سے آپ

بعد ازاں سجادہ نشین حضرت غوث بہاؤ الدین ذکر کیا ملتانی ہوئے۔

۱۰۔ حضرت بندگی محمد غوث گیلانی علیہ رحمت اچوی۔ مخدوم سید محمد الحسنی الجیلانی المعروف مخدوم محمد غوث بندگی گیلانی قدس سرہ قادریہ سلسلہ کے نقیب بن کر حلب سے ۱۳۵۶ھ کے لگ بھگ دورہ سلطان قطب الدین محمود لنگاہ میں پہلے پہلے ملتان تشریف لائے اور علم و عرفان کے میدان میں بہت مشہور ہوئے ان کے ورود مسعود سے قادریہ سلسلہ برصغیر میں پھیلا آپ حضرت امام حسن مجتبیٰ بن علی المرتضیٰ کی اولاد میں سے تھے بعد ازاں ملتان سے آپ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو اچ شریف میں منتقل کر دیا آپ موس خاندان گیلانی ملتان و اچ ہیں۔ ملتان کے لنگاہوں کا حکمران خاندان آپ کے ذریعہ سلسلہ قادریہ سے بیعت تھا اور اس سلسلہ کی ترویج کرتا تھا اور وہ اس کو دوسرے سلسلہ ہائے طریقت کے مقابلہ میں ترجیح دیتا تھا نیز سلسلہ قادریہ کی اشاعت لنگاہوں کی حکومتی حکمت عملی کا حصہ تھی۔ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ صاحب عظمت و کرامت و جلالت اور جامع علوم معقول و منقول بزرگ تھے۔ جب آپ ملتان تشریف لائے تو سلطان قطب الدین محمود لنگاہ نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنی لڑکی مسات ویس کسائین (VES KASAIN) کو آپ سے بیاہ دیا آپ کا شجرہ نسب غوث الاعظم سے اس طرح ملتا ہے۔

شیخ محمد غوث بن شاہ میر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن صفی الدین صوفی بن سید سیف الدین عبد الوہاب بن قطب الاقطاب شیخ ابی محمد سید عبد القادر جیلانی اور آگے یہی شجرہ اس طرح سیدنا حضرت علی سے مل جاتا ہے سید عبد القادر جیلانی بن شیخ ابی صالح محمد موسیٰ بن سید عبد اللہ بن حسن ثنی بن عالی مقام حضرت امام حسن بن امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ فارسی، عربی زبان کے صاحب دیوان شاعر بھی تھے۔ (۱۰) سال وفات ۸۹۳ھ ہے۔ (۱۱)

۱۱۔ مخدوم عبد القادر ثانی گیلانی اچوی۔ آپ حضرت بندگی محمد غوث گیلانی کی اولاد میں سے تھے اپنے وقت کے مرتاض بزرگ تھے اور وسیع حلقہ ارادت رکھتے تھے

لنگاہ عمد میں ایک دفعہ ایک ملحدانہ فتنہ نے ملتان میں جنم لیا روداد اسکی اس طرح ہے کہ بہاء الدین بخرانچی نے ایک دفعہ ملتان آکر بادشاہ اور اکابرین کو اپنی پرتاثر ملحدانہ تبلیغ سے معتقد کر لیا جس کے تدارک کے لئے حضرت شیخ حسام الدین متقی کی درخواست پر حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی گیلانی اچ شریف سے ملتان آئے اور انکے وعظ و نصیحت سے یہ ملحدانہ فتنہ ختم ہوا (۱۲۷)

فقہا

۱۔ شیخ الاسلام جلال الدین قریشی :- آپ منہو مبارک کے مرتاض روحانی پیشوا حضرت شیخ حمید الدین حاکم قریشی کی اولاد میں سے تھے انہوں نے خراسان میں مختلف علوم نقلی و عقلی کی تحصیل کی تھی اور علوم متداولہ میں بحرِ ذخار تھے۔ لنگاہ دور کے پہلے شیخ الاسلام تھے انہوں نے اپنی جسمانی کمزوریوں کا بہانہ بنا کر اس عمدہ جلیلہ کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ بعد ازاں لنگاہ سلطان کی ذاتی سفارش پر باکراہت اسے قبول کیا۔ امر بالمعروف ہی عن المنکر کے سلسلہ میں زندگی بھر کوشاں رہے اور اپنے دور کے علماء فقہا کے سرخیل تھے۔ (۱۲۷)

۲۔ عالم ربانی قاضی محمد :- آپ دینی و دنیاوی فضائل و کمالات سے آراستہ تھے سلطان حسین لنگاہ کے دور میں قاضی ملتان کے اہم عمدہ پر فائز ہوئے تھے۔ قضاء کے معاملات میں کسی فریق کی پاسداری یا چشم پوشی نہ کرتے تھے شریعت و تقویٰ کے سخت پابند تھے انکو سلطان حسین نے ایلیٰ بنا کر گجرات بھی بھیجا تھا۔

۳۔ قاضی ابوالخیر :- آپ قاضی اچ کے اہم عمدہ پر فائز تھے علوم متداولہ میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ بطور قاضی دور نزدیک شہرت پھیلی ہوئی تھی انہیں بھی کئی مرتبہ سفارتی مہمات سونپی گئیں۔

۴۔ قاضی شیخ محمد اچوی :- یہ اپنے وقت کے مقتدر عالم تھے علوم دینی میں

کامل تھے عربی زبان پر مہارت تامہ رکھتے تھے مقدمات کا فیصلہ کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے ملتان پر ارغونوں کے حملے کے بعد سندھ چلے گئے جہاں مرزا عیسیٰ ترخان کے دور میں وفات پائی۔

(۱۷۷)

علماء فضلاء

۱۔ حضرت مولانا فتح اللہ ملتانی :- آپ مخدوم العلماء الشیخ الکبیر علامہ فتح اللہ ملتانی کے نام نامی سے یاد کئے جاتے تھے۔ ملتان کے اساتذہ میں ان کا بڑا مقام تھا بے شمار اکابر علماء آپ کے شاگرد تھے صاحب نزہت الخواطر لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ فتح اللہ صاحب مولانا موسے جعبوری کے شاگرد تھے۔ دہلی جا کر مولانا جعبوری سے سند فضیلت حاصل کر کے ملتان واپس تشریف لائے اور مسند تدریس کو عزت بخشی۔ جس قدر علوم دینیہ کی اشاعت ان سے ہوئی اس کی مثال برصغیر میں نہیں ملتی۔ (۱۸۷)

۲۔ مولانا عزیز اللہ تلمبوی :- تلمبہ کے معروف قصبہ میں پیدا ہوئے ملتان میں تکمیل علم کے بعد درس دینے کا آغاز کیا اصول۔ علم الکلام اور فقہ اور تمام علوم ظاہری اور باطنی میں یدِ طولیٰ حاصل تھا ارغون حملہ کے بعد ملتان سے دہلی چلے گئے جہاں ہاتھوں ہاتھ لئے گئے۔ سال ۹۳۲ھ میں وفات پائی۔ (۱۹۷)

۳۔ مولانا عبد اللہ تلمبوی :- آپ مولانا الہ داد تلمبوی کے نامور فرزند تھے تکمیل علم ملتان میں کی جہاں سے عراق تشریف لے گئے اور علامہ عبد اللہ یزدی سے منطق و فلسفہ میں سند فضیلت حاصل کی برسوں کی خدمت میں حاضر رہ کر بے حد مستفید ہوئے پھر ملتان تشریف لائے اور مسند درس و عطا وارشاد کا سلسلہ شروع کیا سالہا سال طالبان علم و ادب کو مستفید کیا آپ انتہائی ذکی متبحر عالم تھے (۲۰۷)

۴۔ مولانا عبد اللہ ملتانی :- آپ ہمیشہ دینی اور یقینی علوم کے درس دینے میں مصروف رہتے تھے۔ علوم عقلی میں بھی بڑی مہارت تھی۔ مولانا کی طبع کی روانی اور ذہنی پرواز میں

بڑی رفعت تھی حسن صورت کے لئے مولانا کے دل میں بڑی تڑپ تھی اور جذبہ شوق میں بڑا پہچان رکھتے تھے سانحہ ملتان کے بعد بکھر چلے گئے جہاں ۹۷۰ھ میں وفات پائی (۲۱۷)۔
 ۵۔ سید احمد حنفی ملتانى :- آپ فقہ۔ اصول۔ علم الکلام اور ادب عربی میں ممتاز تھے۔
 تعلیم و تعلم میں زندگی بسر کر دی۔

۶۔ مولانا ساء الدین سروروی :- مولانا میر سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے ابتدائی تعلیم مولانا ساء الدین سے حاصل کی۔ سید راجن قال کے مرید تھے۔ خرقہ خلافت شیخ کبیر الدین اسماعیل بخاری سے حاصل کیا۔ ساری زندگی کافی جرات سے امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ۹۷۱ھ میں وفات پائی۔ بلند روحانی مقام کے مالک تھے شیخ فخر الدین عارفی کی مشہور کتاب لمعات کا حاشیہ لکھا اور ایک رسالہ مفتاح الاسرار جس میں شریعت اور طریقت کی تشریح ہے تصنیف کیا۔ (۲۱۸)

۷۔ حضرت علامہ مولانا ساء الدین :- ملتان کے قدیم باشندے تھے ابتدائی تعلیم ملتان میں پائی پھر شیراز گئے اور حضرت میر سید شریف جرجانی سے سند فضیلت حاصل کی اپنے دور کے مایہ ناز فقیہ تھے۔ لیکن قضا کا عمدہ قبول کرنے پر تیار نہ ہوئے ساری زندگی ملتان میں درس دیتے رہے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے علم سے استفادہ کیا۔ ۱۳ محرم ۸۹۸ھ میں بدوران حکومت سلطان حسین لنگاہ وفات پائی۔ (۲۱۹)

۸۔ مولانا محمد بہلول :- آپ اس دور کے مستند عالم تھے۔ آپ حسن عبارت اور ادائے مقاصد میں بے نظیر زمانہ تھے۔ کئی سفارتی مہمات آپ کے سپرد ہوئیں۔ (۲۲۰)

۹۔ مولانا ابراہیم جامع :- اپنے وقت کے قبحر عالم تھے۔ علوم متداولہ میں یگانہ روزگار تھے۔ فارسی شعر خوب کہتے تھے۔ پینسٹھ سال تک مسند درس کو زینت دی وہ مختلف علوم کا درس دیا کرتے تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے۔ (۲۲۱)

۱۰۔ مولانا سعد اللہ لاہوری :- اس دور کے بہترین فاضل تھے۔ (۲۲۲) حکومت ملتان کے ملازم تھے سقوط ملتان کے بعد لاہور میں جا بے جہاں بہت شہرت پائی اسی وجہ سے لاہوری کہلائے۔ آخری محاصرہ ملتان میں قلعہ میں موجود تھے۔ مولانا سعد اللہ نے محاصرہ

کے حالات با تفصیل بیان کئے ہیں۔ قلعہ ملتان فتح ہونے کے بعد کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ فتح کے بعد کچھ ارغون میرے گھر میں گھس آئے پہلے ان میں سے ایک شخص نے میرے والد جو خود عالم تھے اور پینسٹھ سال سے درس دے رہے تھے اور آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے کو گرفتار کر لیا۔ مکانات کی عمدگی اور عمارتوں کی صفائی کی وجہ سے دولت کا گمان کیا اور میرے والد کو انہوں نے ذلیل کرنا شروع کیا دوسرے ارغون نے آکر مجھے گرفتار کر لیا اور مجھے مرزا شاہ حسن ارغون کے وزیر کا تحفہ بنا کر اس کے دربار لے گیا۔ مرزا کا وزیر لنگہ سلطان کی محل سراء کے صحن میں لکڑی کے ایک تخت پر بٹھا ہوا تھا اسے حکم دیا تو انہوں نے میرے پاؤں میں زنجیر ڈال دی اور اس کا ایک سرا تخت کے پایہ سے مضبوط باندھ دیا میری آنکھوں سے مطلق آنسو نہ گرا۔ لیکن میں دل میں اپنے والد کی حالت پر رورہا تھا تھوڑی دیر کے بعد وزیر نے قلمدان طلب کیا۔ قلم کو درست کیا اور چاہتا تھا کہ کچھ لکھے کہ اس کے دل میں خیال آیا کہ تازہ وضو کرنے کے بعد لکھا جائے۔ وزیر اٹھا اور غسل خانہ میں چلا گیا۔ چونکہ اس وقت محل سراء میں کوئی اور نہ تھا۔ میں تخت کے قریب پہنچا اور قلم اٹھا کر سفید کاغذ جو وزیر کے لکھنے کے لئے تخت پر پڑا تھا۔ میں نے اس پر قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر لکھ دیا.....

فنا	بغنیک	ان	قلت	اکفغا	بہما
دا	تعلبک	ان	قلت	اشفق	بہم

(ترجمہ) تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم کہو کہ اے آنکھیں رک جاؤ تو وہ بنے لگتی ہیں اور تمہارے قلب کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم کہو خوشی میں آؤ تو وہ بھگنے لگتا ہے۔ میں یہ لکھ کر اپنی جگہ پر آکر کھڑا ہو گیا اسی اثناء میں وزیر اپنی جگہ پر آکر بیٹھا تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وزیر نے لکھنے کے لئے قلم اٹھایا تو اس کی نگاہ قصیدہ بردہ کے شعر پر پڑی اس نے محل سراء میں چاروں طرف دیکھا جب اسے کوئی اور آدمی نظر نہ

آیا تو میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ یہ تو نے لکھا ہے میں نے کہا جی ہاں! پھر وزیر نے میرا حال پوچھا جب میں نے اپنے والد کا نام لیا تو کھڑا ہو گیا اور میرے پیر کی زنجیر کھلوادی اپنا لباس مجھے پہنا دیا اور مجھے ساتھ لیکر اسی وقت سوار ہو کر مرزا شاہ حسن کے دیوان خانہ میں لے گیا اور مجھے اس کے روبرو پیش کیا میرے والد کے حالات بیان کئے مرزا شاہ حسن نے حکم دیا کہ میرے والد کو تلاش کر کے لائیں اور پیش کریں۔ جس وقت میرے والد کو تلاش کر کے مرزا شاہ حسن کے روبرو بطور اجنبی پیش کیا گیا تو اس وقت مرزا کی مجلس میں فقہ کی معروف کتاب ہدایہ پر گفتگو ہو رہی تھی مرزا نے میرے والد کو حکم دیا کہ وہ اسی موضوع پر گفتگو کریں۔ میرے والد نے باوجود پریشانی طبع کے تقریر شروع کر دی اور موضوع کے مطابق ایسی شگفتہ و اعلیٰ تقریر کی کہ حاضرین مجلس فریفتہ و شیفتہ ہو گئے جس پر فوراً میرے والد اور مجھے ایک ایک خلعت عطا ہوئی۔ مرزا نے اس مجلس کے اختتام کے بعد میرے والد کو اپنے ہمراہ لیا اور فوجی افسروں کو حکم دیا کہ مولانا ابراہیم (والدم) کے مال کا جس قدر نقصان ہوا ہے واپس کیا جائے جو مال واپس نہ ہو سکے اس کی قیمت سرکاری خزانے سے دی جائے۔ پھر والد کو اپنی ملازمت میں لینے کی استدعا کی والد نے جواب دیا کہ میری زندگی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اب خدا کی ملازمت کا وقت ہے مرزا کی ملازمت نہیں ہوگی۔ آخر ویسا ہی ہوا جیسا والد نے کہا تھا دو مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ (۲۷۷) آپ سقوط ملتان کے بعد ملتان سے ترک سکونت کر کے لاہور چلے گئے۔

امراء

لنگاہ دور کے وہ امراء جن کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے ان کے حالات قابل ملاحظہ ہیں۔

۱۔ جام بایزید سمہ :- ملتان کے لنگاہوں کے ہم عصر سندھ کے شاہی سمہ خاندان کا اہم فرد تھا۔ (۲۸۷) سلطان حسین لنگاہ کا رشتہ میں ماموں تھا۔ جام نندا عرف نظام الدین کی چیرہ دستی سے تنگ آکر ملتان آیا جہاں سلطان حسین لنگاہ نے اسے ولایت شورکوٹ کی حکومت عطا کی۔ جام بایزید فضائل علمی سے زیادہ بہرہ ور نہ تھا لیکن وہ ہمیشہ اہل علم کے ساتھ

محبت رکھتا تھا۔ جہاں کہیں کسی عالم کے بارے میں سنتا تھا اس کے حال پر اس قدر عنایت کرتا تھا کہ وہ عالم بے اختیار ہو کر جام یازید کی صحبت میں چلا آتا تھا اور جام سے تعلق ختم نہیں کرتا تھا وہ دن کا کچھ وقت روزانہ علماء کی صحبت میں گزارتا تھا وہ احکام خداوندی کی بے حد پابندی کرتا تھا۔ جب عماد الملک لوک کو سلطان حسین لنگاہ نے اپنے بیٹے کے قتل کی یادداشت میں برطرف کر کے گرفتار کیا تو جام یازید کو وزیر مقرر کیا۔ اور اسے محمود خان بن سلطان فیروز خان کا اتالیق بھی مقرر کیا۔ سلطان حسین خان کے انتقال کے بعد جب سلطان محمود خان برسر اقتدار آیا تو ابتداء میں جام یازید امور سلطنت میں کامل عمل دخل رکھتا تھا۔ لیکن سازشیوں نے آخر کار وزیر اور لنگاہ سلطان میں اختلافات پیدا کر دیئے اور جام یازید اور سلطان کے مابین تصادم کرا دیا۔ جس کی وجہ سے لنگاہ دریائے راوی کے پار اپنے مقبوضات سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جب جام یازید شور کوٹ میں متمکن تھا اور ملتان کے لنگاہ حکمران سے اس کی مخالفت زوروں پر تھی۔ تو وہ ملتان کے علماء کے وظیفے اور تنخواہیں کشتیوں کے ذریعے شور کوٹ سے ملتان بھیجتا تھا۔ چونکہ اس نے ملتان کے اکابر پر برابر احسانات کئے تھے لہذا اکثر بزرگ لوگوں نے ملتان چھوڑ کر قلعہ شور کوٹ میں پناہ حاصل کر لی۔ ایک جماعت کو اس نے اپنی خواہش سے بلایا تھا۔ ان میں سے مولانا عزیز اللہ جو مولانا فتح اللہ کے شاگرد تھے کا نام قابل ذکر ہے مولانا عزیز اللہ شور کوٹ پہنچے تو نہایت تعظیم کے ساتھ ان کو شرمیں لایا گیا اور بہت تکلف سے جام یازید اپنی حرم سرا میں انہیں لے گیا اور اپنے خدمت گاروں کو حکم دیا انہوں نے مولانا کے ہاتھ دھلوائے اور اس پانی کو جس سے ہاتھ دھوئے تھے برکت کے خیال سے مکان کے چاروں کونوں میں چھڑک دیا جام یازید کی مخالفت ملتان کے حکمرانوں کے ساتھ اس قدر بڑھی کہ آخر کار اس نے اپنی مقبوضات میں سلطان سکندر لودھی کا خطبہ پڑھوایا اور خود سلطان سکندر لودھی کی پناہ میں چلا گیا جس نے اپنے لاہور کے گورنر کو حکم دیا کہ جام یازید ہماری پناہ میں ہے اس کی ہر طرح سے امداد و اعانت کرو چنانچہ شور کوٹ کا علاقہ جام یازید کی بغاوت کی وجہ سے دہلی کے حکمرانوں کی مقبوضات میں چلا گیا اور لنگاہ سلطنت کی شکست و

ریخت کا آغاز ہو گیا۔ (۲۹۷)

۲۔ وزیر عمار الملک لوک۔ سلطان حسین لنگاہ کا وزیر تھا امور ملکی و خارجی کا ماہر تھا۔ اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں سے متصف تھا۔ حسن عبارت حسن بیان اور ادائے مقاصد میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ سلطان حسین خان لنگاہ کی کامیابی اور نیک نامی میں اس کی محنتوں کا بہت دخل تھا۔ سلطان حسین لنگاہ کے آخری دور میں سلطان فیروز کے قتل میں ملوث ہونے کی وجہ سے برطرف ہو کر قید ہو گیا اور جب سلطان حسین خان لنگاہ فوت ہو گیا اور سلطان محمود خان لنگاہ حکمران بنا تو اس نے اپنے باپ کے قتل کی پاداش میں اسے قتل کرا دیا۔

۳۔ شیخ شجاع الملک بخاری۔ ملتان کی لنگاہ سلطنت کا آخری وزیر تھا (۳۰۷) یہ خانوادہ اچ بخاری کا فرزند تھا۔ شاہ حسین لنگاہ کا داماد تھا۔ اعلیٰ علمی استعداد کا مالک تھا۔ لنگاہ شاہی خاندان سے رشتہ داری کی وجہ سے سلطنت میں بے حد اثر و رسوخ کا مالک تھا جس کی وجہ سے لنگاہ امراء اس سے سخت خار کھاتے تھے۔ اس کے روز افزوں رسوخ کی وجہ سے لنگاہ امراء حسد کی وجہ سے سلطنت سے اس قدر برگشتہ ہوئے کہ شاہ حسن ارغون سے ساز باز کر کے اپنی سلطنت کو تباہ و برباد کرنے پر تل گئے۔ دفاع ملتان میں شیخ شجاع الملک بخاری نے زبردست کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور سقوط ملتان کے بعد ارغونوں نے اس پر مال منال کی وصولی۔ کر لئے سخت مظالم کئے جو اس نے صبر سے برداشت کئے ارغون اس کو بھی پکڑ کر سندھ لے گئے۔ (۳۱۷)

۴۔ رائے بہلول لنگاہ۔ ملتان کے لنگاہ شاہی خاندان کا فرد تھا۔ لنگاہوں کی فوج کا کمانڈر اور اچ کا قلعدار تھا۔ جب اچ پر ارغونوں نے حملہ کیا تو اس نے بڑی جانفشانی سے اچ کا دفاع کیا اور آخر کار دفاع اچ میں ارغونوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ (۳۲۷)

۵۔ جام ابراہیم سمہ۔ جام بایزید کا حقیقی بھائی تھا۔ سندھ کے سمہ شاہی خاندان کا فرد تھا۔ دونوں بھائی جام نظام الدین عرف جام منڈا کی چیرہ دستی سے تنگ آ کر جب ملتان آئے تو سلطان حسین لنگاہ نے جام ابراہیم کو ولایت اچ کا انتظام سپرد کر دیا جام ابراہیم کے زیر انتظام علاقہ میں دریائے ستلج کے پار سندھ اور جیسلمیر کی حدود تک کا لنگاہ سلطنت کا

علاقہ شامل تھا۔ اور حاکم اچ لنگاہ سلطنت میں بے حد اہم ملازم شمار ہوتا تھا۔ (۳۲)

۶۔ رجاہہ ماچھی :- لنگاہ دور کا ایک اہم عہدہ دار جو تین ہزار دیہاتی پیادہ جنگجوؤں کا کمانڈر تھا۔ دفاع ملتان میں اس نے بڑی کوششیں کیں، آخری محاصرہ کے دوران سلمان خوراک کی جمع آوری کے سلسلہ میں اس سے کئی زیادتیاں سرزد ہوئیں جس کی وجہ سے لوگ اس کے اور وزیر شجاع الملک کے خلاف ہو گئے۔ یہ آخر دم تک دفاع ملتان میں ثابت قدم رہا۔ (۳۳)

۷۔ رحم خان ڈھری :- لنگاہ سلطنت کا ایک اہم عہدہ دار قوم ڈھر کا سردار تھا اور علاقہ پھٹہ واہن کا مقدم تھا۔ (۳۴)

۸۔ اقبال خان لنگاہ :- لنگاہ قوم کا سردار زادہ تھا۔ اور ملتان کی فوج کا اہم افسر + شاہ حسن ارغون سے سب سے پہلے اس نے ساز باز کی اور ملتان سے راہ فرار اختیار کر کے ارغونوں کی ملازمت اختیار کر لی اس کی اعانت سے شاہ حسن ارغون نے ملتان کی افسر شاہی میں اپنی پارٹی بنالی اور بہت سارے لنگاہ سرداروں کو گمراہ کر کے اپنی قومی حکومت سے غداری کا راستہ اختیار کرایا۔ اس نے ہی قلعہ ڈیر آور میں لنگاہوں کے دفن شدہ خزانہ کا راز شاہ حسن پر آشکار کیا تھا۔

۹۔ لنگر خان لنگاہ :- لنگر خان لنگاہ کو لشکر خان لنگاہ اور صرف لشکر خان بھی لکھا گیا ہے۔ یہ مشکوک ہے کہ یہ دو اشخاص کے دو نام تھے یا ایک ہی شخص دو ناموں سے معروف تھا۔ یہ بھی طے نہیں ہے کہ یہ لنگاہ قبیلہ کا فرد تھا مولانا نور احمد خان فریدی تاریخ ملتان میں اسے بلوچ لکھتے ہیں۔ مورخین اس کے بارے میں خاندان لنگاہ کا غلام ہونا لکھتے ہیں۔ معمولی حیثیت سے ترقی کرتے ہوئے مقدم اور پھر فوجوں کا اہم کمانڈر بن گیا۔ شیخ شجاع الملک بخاری کی وزارت کے دوران لنگاہ سرداروں کے اپنی حکومت سے اختلافات دو وجوہات سے بے حد بڑھ گئے تھے۔ اول سلطان محمود لنگاہ کم ظرف لوگوں میں گھرا ہوا تھا۔ اور کاروبار حکومت میں خود دلچسپی کم لیتا تھا اور اپنے وزیر شیخ شجاع الملک بخاری پر بوجہ رشتہ داری زیادہ بھروسہ کرتا تھا۔ گذشتہ ادواروں میں سردار ان فوج کو جس قدر اہمیت

دی جاتی تھی وہ کافی کم ہو گئی۔ دوئم شیخ شجاع الملک بخاری مغرور اور متبذ شخص تھا۔
 وقت بے وقت شاہی محل میں آجا سکتا تھا اور جس طرح سے چاہتا تھا بادشاہ سے احکامات
 حاصل کر لیتا تھا جس کا مداوا سردار ان فوج نہ کر سکتے تھے اور ان کے حقوق تلف ہوتے
 تھے۔ چنانچہ انہوں نے لنگر خان نگاہ کی سرکردگی میں شاہ حسن ارغون سے سازش کر کے
 بغاوت کرائی اور ایک معقول تعداد سردار لنگر خان اقبال خان وغیرہ شاہ حسن ارغون سے
 مل گئے۔ نگاہ سلطنت ملتان کی تباہی میں اس بغاوت کا کافی عمل دخل تھا۔ لیکن یہ باغی
 ملتان پر قبضہ نہ کر سکے اور شیخ شجاع الملک نے بغاوت کے باوجود نظام حکومت درہم برہم
 نہ ہونے دیا اور ایک سال سے زائد عرصہ محاصرہ ملتان کے باوجود ارغونوں کو آسانی سے
 ملتان پر قبضہ کرنے نہ دیا۔ ملتان کی فتح کے بعد شاہ حسن ارغون نے لنگر خان کو ملتان پر
 مکمل طور پر متمکن نہ کیا لیکن لنگر خان نے خود ہی ملتان پر قبضہ جما کر شاہ حسن ارغون
 کے آدمیوں کو نکال دیا۔ (۳۷۷)

شعراء کرام

لنگاہ دور میں ملتان کے لوگوں کا ذوق شعری و سخن فنی و سخن منجی بے حد بلندی پر پہنچا ہوا تھا۔ فارسی سرکاری زبان تھی اور زیادہ شاعر فارسی زبان میں شعر کہتے تھے۔ عربی میں بھی شعر گوئی کا ذوق تھا۔ سرائیکی شعراء بھی تھے۔ فارسی شاعری میں شعراء کرام حضرت حافظ شیرازی و مولانا عبدالرحمن جامی کا متبع کرتے تھے اس دور کے شعراء کرام قابل ملاحظہ ہیں۔

مخدوم شیخ محمد الحسنی گیلانی المتخلص قادری

آپ عرف عام میں حضرت بندگی محمد غوث گیلانی کے نام سے مشہور تھے آپ بانی خاندان گیلانی اچ و ملتان تھے آپ کو فن شعر گوئی میں کمال درک حاصل تھا۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں کلام موجود ہے آپ صاحب دیوان شاعر تھے آپ کا تخلص قادری تھا آپ بڑے ذوق سے ترجعات کہتے تھے ان میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

ترجیع بند

رندیم و قلندریم و چالاک	مستم و معر بدیم و بیباک
جامیم و صراحیم و بادہ	در صدیم و بحر و خاشاک
والہی ولایت شش و پنج	حامی بلاد فہم و اوراک
مجموعہ راز عالم دل	منصوبہ کشائے سرلولاک
ہمگزشتہ زخویش بے کدورت	نگزشتہ ز عشق جوہر خاک
آئینہ صاف باغل و غش	صافی دل و پاک رائے شکاک
گر صاف شوی و پاک دایم	میگوئی چو قادری تو ناپاک
ماہبل بوستان قدیم	
شہباز سفید دست انیم	

اس آخری شعر میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی وراثت کی طرف تبلیغ اور اشارہ ہے کیونکہ شہباز سفید حضرت شیخ عبدالقادر محبوب سبحانی کا لقب ہے۔ آپ نے عربی میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی منقبت میں متعدد نظمیں لکھیں (۳۸۷) سال وفات ۸۹۳ھ ہے

سید عبداللہ

آپ حضرت بندگی محمد غوث گیلانی کے دوسرے بیٹے تھے اور بہت ہی سلیم الطبع اور اپنے زمانے کے بے مثل شاعر تھے۔ کہتے ہیں کہ مولانا عبدالرحمن جامی آپ سے شعروں کی اصلاح لیا کرتے تھے۔ (۳۹۷)

ابوالحسن لنگاہ

آپ لہان کے لنگاہ شاہی خاندان کے فرد تھے لیکن حکومت سے رغبت نہ رکھتے تھے اور صاحب فضل و کمال فرد تھے۔ بے حد اثر انگیز شعر کہتے تھے۔ حضرت خواجہ حافظ کے تتبع اور رنگ میں غزلیں کہتے تھے۔ ایک غزل حضرت خواجہ حافظ کے اتباع میں قابل ملاحظہ ہے۔ (۴۰۷)

مطلع

سالا در طلب جام جم از مامیکرد
انچہ خورداشت زیرگاہ تمنا میکرد

غزل

فلک انروز کہ ترکیب در اشیا میکرد
مہر نہر ترا در دل ما جامیکرد

پرتوی بود، در، اثار جمال رخ دوست
 لعل نور، کہ برطور، تجلا میک
 عقل سرکشته سروسے، کہ از جور خرد
 باز گفتی دہنش کشف معما میک
 دل کہ در چاہ زخندان تو، میکشت غریق
 رسن زلف ترا، عروہ وثقی میک
 جان ہمگفت ازان لب بلطافت سخنی
 قوت ناطقہ، در روح میا میک
 عقل، در کشتن عشاق، براسی کہ گرفت
 غمزہ شوق تو، تعیین مسما میک
 روح قدسی بحد نفعہ تلقین میداد
 نکتہ از لب اد (ابوالحسن) انشا میکرد

مولانا یار محمد متخلص یاری (۳)

اصلاً گجرات کے رہنے والے تھے۔ کچھ عرصہ سندھ میں بھی رہے آخریت پورہ
 مقیم ہو گئے لگاہان ملتان کے ساتھ مراسم تھے سیت پور میں ہی فوت ہوئے آپ بڑے
 خوش طبع اور بلاغت میں انتہائے کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ فن انشاء میں اپنے عہد
 بے نظیر تھے۔ شعر خوب کہتے تھے۔ قصیدہ و نظم میں خصوصی درک حاصل تھا۔ ایک
 گجرات کا سفر اختیار کیا اور گجرات کی توصیف میں مثنوی کہی جس کا ایک شعر یادگار
 ہے۔

گجرات خوش دیارے اما بشرط یارے
 بے یار چون توان بود در این چنین دیارے

مولانا ابراہیم جامع

شمس العلماء عمر مولانا عزیز اللہ تلمبوی کے نابغہ روزگار فرزند تھے۔ علوم متداولہ
 کامل تھے ساٹھ سال ملتان میں مسند ارشاد و درس کو زینت بخشی سینکڑوں شاگرد

آپ نغز گو شاعر بھی تھے۔ آپ خواجہ حافظ شیرازی اور مولانا عبدالرحمن جامی ایرانی کے تتبع میں شعر کہتے تھے۔ مولانا ابراہیم جامع نے اس دور کی مملکت شعرو سخن پر اپنے فن شعر گوئی کے گہرے اثرات چھوڑے (۳۲۷) نمونہ کلام عنقا ہے۔

لالہ دامودر

دامودر گھلائی ذات کا ہندو تھا وہ جھنگ میں دوکانداری کرتا تھا اس نے ہیر رانجھا کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ لوگوں کے کہنے کے مطابق لالہ دامودر کے ہیر کے والد چوچک سے گہرے مراسم تھے۔ سب سے پہلے ہیر رانجھا کے قصہ کو دامودر نے نظم کیا انہوں نے یہ واقعہ ۱۵۶۹ بکرمی کو نظم کیا کہتے ہیں

پندرہ سے انتر سمت بکرم اے

ہیر تے رانجھا ہوئے اکٹھے جھگڑے رب مکائے

سن ۱۵۶۹ بکرمی کا عیسوی سال ۱۵۰۲ء بنتا ہے جو سلطان محمود لنگاہ کا دور حکومت ہے اس وقت جھنگ ملتان کے لنگاہوں کی سلطنت میں واقع تھا نمونہ کلام قابل ملاحظہ ہے

نمونہ کلام

مائے نی! چاک لدھوئی نت اٹھ مجھیں چارے

برکت تینڈی گھاہ نہ سکے، مجھ نہ کئی ہارے

جتی بھورا مول نہ منگے، لتے پورے چارے

اوڑا مول نہ لگے کدا ہیں ساون دے پھوہارے

محبت اور پیار کا منظر

ہیروچ رانجھا حال نہ جانے کوئی

رانجھا رانجھا میں کہنوں آکھاں آپے رانجھا ہوئی

رانجھا ہیرتے ہیر رنجهی رتی فرق نہ کوئی

اکھ و مودر بھار عشق دی دوئی جان مکائی

دمودر کی اصلی ہیر کا نسخہ فارسی رسم الخط میں تھا لیکن جب یہ گور مکھی رسم الخط

میں لکھا گیا تو اس میں کافی الفاظ سکھی پنجابی میں بدل دئے گئے۔ دامودر کی زبان سرائیکی

ہے اور (۴۲) اس لحاظ سے وہ اس دور کا نمائندہ سرائیکی شاعر شمار ہو سکتا ہے۔ تفصیلاً

مطالعہ کیلئے کتاب "ہیر دمودر" مرتبہ محمد آصف خان لاہور نہ کریں

شیخ فرید الدین ابراہیم فرید ثانی

آپ سرائیکی زبان کے ابتدائی شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا کلام کچھ کافیاں

اور ایک سو تیس اشلوک پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ ایک نصیحت نامہ ہے۔ آپ کو

بہرام اور برہم بھی کہتے ہیں۔

نمونہ کلام ملاحظہ کریں۔

مکالمہ گورو نانک و شاہ بہرام

سوال گورو نانک:-

پڑھتے پڑھتے دند گھسے کسے نہ کیتی ہو

جواب شاہ بہرام:-

دیکھو حرف پریم کا پڑھے سو پنڈت ہو

سوال گورو نانک:-

کسنوں پکڑاں کسنوں چھڑاں

صاحب دیاں دو حدان

جواب شاہ بہرام:-

سچ نوں پکڑ، کوڑ نوں چھڑ

صاحب کی دو حد

سوال پایا ناک۔

کلمہ کہاں تاں کل پوے بن کلمیوں بھی ناں
ہندو کہاں تاں ماریاں مسلمان بھی ناں

جواب شاہ بہرام۔

دوہاں تے پانی وارپی جے پانا بھگوان
ایکو برہم پچھان کے دنیا ناسی جان

دیگر نمونہ کلام سب ذیل ہے۔

بڈھا ہو یا شیخ فرید کسبن لگی دیمہ جہ سو درہیاں جیونا بھی تن ہونا کھسہ
شیخ حیاتی جگ نہ کوئی تھر رہیا جس آسن ہم بیٹھے کتے بیس گیا
بولے سچ، دھرم جھوٹ نہ بولے جو گرد سے اٹ فریدا جولے
حضرت فرید ثانی کی سرائیکی زبان پر مشرقی پنجاب کی ہندی آمیز سکھی پنجابی کا بہت
گہرا اثر ہے ایک تو آپ پاک پتن کے رہائشی تھے جو سرائیکی علاقہ کی آخری حد پر قدیم
سرائیکی شہر ہے۔ نیز آپ کے کلام کا گور مکھی میں ترجمہ اور پھر گورو گرنتھ صاحب میں
اسکی شمولیت اور پھر دوبارہ اس کی فارسی رسم الخط میں فراہمی کی وجہ سے بھی اس پر سکھی
پنجابی کے اثرات نمایاں ہو گئے حضرت ابراہیم فرید ثانی سال ۱۳۵۰ء تا ۱۵۷۵ء تک زندہ
رہے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ تقریباً "بیالیس سال جاری رہا۔ (۳۲) آپ کے نام نامی کا
ذکر سلطان محمود خان لنگاہ کے دور میں آتا ہے۔ چونکہ آپ کے خاندان کے بانی کا مدفن
ملتان کے نزدیک موضع کوٹھے وال میں تھا اس لئے سلسلہ آمد و رفت اور تعلق پیری
مریدی ملتان میں قائم تھا۔

آثار قدیمہ و تعمیرات

نوا میں یا انکی حدود سلطنت میں موجود نہیں ہے۔ معلوم نہیں وہ مدرسے اور خانقاہیں اور وہ علم پھیلانے والے ادارے جنکی شرت سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود ہم تک پہنچی ہے کدھر گئے۔ لنگاہ بادشاہوں کے مدفن اور ان پر مقابر کا بھی کوئی سراغ نہیں ملتا۔ یہ درست ہے کہ ارغونوں نے ملتان اچ۔ ڈیرہ آور۔ مو مبارک اور کافی دوسرے قلعے اور شہر تباہ کر دئے اور اس کے بعد کے حملہ آوروں نے بھی کچھ کم تباہی نہ پھیلائی پھر بھی کچھ سراغ ملنا چاہئے تھا لے دے کے مورخین نے لنگاہ دور کی ایک عید گاہ کا ذکر کیا ہے جو ملتان شہر کے شمال میں واقع تھی۔ (۳۵۷) لنگاہ سلطان کی محل سراء کا ذکر بھی آتا ہے اور لنگاہ حکمران کے دیوان خانہ کا بھی ذکر آتا ہے۔ (۳۶۷) باقی کسی عمارت کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ سلطان قطب الدین لنگاہ کو حضرت بندگی محمد غوث گیلانی اچوی کی خانقاہ میں دفن کیا گیا تھا۔ اور سلطان حسین لنگاہ کی لڑکی بی بی بگٹی جو مخدوم نربا ناصر الدین بخاری اچوی کی زوجہ تھیں کا مقبرہ اچ میں خانقاہ سید فضل الدین بخاری کے سامنے شکستہ حالت میں موجود ہے۔ (۳۷۷) نیز مخدوم حامد کبیر بخاری اچوی کے دور مخدومی میں لنگاہ دور کے ڈیرہ غازی خان کے حاکم غازی خان میرانی نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری کے مزار پر مقبرہ تعمیر کرایا۔ (۳۸۷) جو آج تک یادگار موجود ہے اس کے علاوہ اس طویل دور کی تعمیرات کا کوئی اور سراغ نہیں ملتا اس لئے فی الحال لنگاہ دور کے فن تعمیر کے بارے میں کوئی رائے پیش نہیں کی جاسکتی۔ خود غازی خان کا مقبرہ واقعہ ڈیرہ غازی خان بھی لنگاہ دور میں تعمیر ہوا۔ البتہ اسے اس دور کے فن تعمیر کا نمونہ کہا جاسکتا ہے۔

حواشی باب چہارم

- ۱ :- تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی جلد اول صفحہ ۲۹۳
- ۲ :- اخبار الاخبار صفحہ ۴۰۲
- ۳ :- تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی صفحہ ۳۰۴
- ۴ :- اولیائے بہاولپور از شہاب دہلوی صفحہ ۲۱۸
- ۵ :- اولیائے بہاولپور از شہاب دہلوی صفحہ ۲۱۸
- ۶ :- ان کا روضہ اچ میں خانقاہ سید فضل الدین کے سامنے شکستہ حالت میں موجود ہے ملاحظہ کریں اولیائے بہاولپور صفحہ ۱۹۵
- ۷ :- اخبار الاخبار صفحہ ۴۵۲
- ۸ :- اولیائے بہاولپور صفحہ ۱۹۶
- ۹ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحات ۵۲۲-۵۲۶
- ۱۰ :- سرزمین بہاولپور صفحات ۳۸۹ تا ۳۹۵ اولیائے بہاولپور صفحہ ۷۶-۷۷
- ۱۱ :- اخبار الاخبار صفحہ ۴۶۹
- ۱۲ :- ملتان ماضی و حال کے پتے میں صفحہ ۵۹
- ۱۳ :- اخبار الاخبار صفحہ ۴۳۰
- ۱۴ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۴
- ۱۵ :- تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۸۹
- ۱۶ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۶
- تاریخ معصومی صفحہ ۲۸۰
- ۱۸ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۰۵- تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی جلد دوئم صفحہ ۲۴۶- نزہۃ الخواطر صفحہ ۲۴۶
- ۱۹ :- نزہۃ الخواطر جلد چہارم صفحہ ۲۲۵- مولانا نور احمد خان فریدی ایک عالم دین مولانا عزیز اللہ ملتان کا ذکر کرتے ہیں انکے خیال میں مولانا تلبنوی لگا ہوں کے ابتدائی دور میں دہلی چلے گئے تھے بعد

از اس مولانا عزیز اللہ ملتان کا بول بالا ہوا تھا

۲۰ :- زبنتہ الخواطر جلد چہارم صفحہ ۲۲۵

۲۱ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۲۲

۲۲ :- اخبار الاخیار صفحہ ۲۲۵

۲۳ :- اخبار الاخیار صفحہ ۴۴۶۔ تاریخ ملتان جلد اول از مولانا نور احمد خان فریدی صفحہ ۳۰۱-۳۰۰

۲۴ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۲

۲۵ :- تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی صفحہ ۳۰۰

۲۶ :- تاریخ ملتان از مولانا فریدی جلد دوم صفحہ ۳۴

۲۷ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحات ۵۲۳-۵۲۶ ملاحظہ فرمائیں

۲۸ :- جناب غلام محمد لاکھو نے اپنی تصنیف "سمن جو سلطنت" میں تحریر کیا ہے کہ جام بایزید

سندھ کے سہ شاہی خاندان کا فرد نہ تھا ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۳۹

۲۹ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲ تا ۵۲۱

۳۰ :- تذکرہ الملتان صفحہ ۵۴

۳۱ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۲

۳۲ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۱

۳۳ :- تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۴۳۱

۳۴ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۸۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۰

۳۵ :- تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۸

۳۶ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۳

۳۷ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۸

۳۸ :- اخبار الاخیار صفحہ ۴۲۹-۴۳۰ ملتان اور اوچ کے گیلانیوں کے بار میں کتاب سحر السرائر ملاحظہ کریں۔ صفحہ ۱۶۴

۳۹ :- اخبار الاخیار صفحہ ۴۳۱۔ اغلباً۔ یہاں ملتان کے ہم عصر فارسی کے شاعر ۱۱۰۰ھ عبد الرحمن

جامع کی طرف اشارہ ہے

۴۰ :- تذکرہ روضۃ السلاطین و جواہر العجائب تالیف سلطان محمد فخری ہروی باب پنجم صفحہ ۸۵
 ۴۱ :- تاریخ معصومی صفحہ ۳۳۰۔ چونکہ مولانا یاری سیٹ پور کے رہائشی ہو گئے اور سیٹ پور حدود
 ملتان میں واقع تھا اور وہ لنگاہوں کے ہم عصر تھے اس لئے انہیں لنگاہ دور کے شعراء کے زمرہ میں
 شامل کیا گیا ہے۔

۴۲ :- پنجاب دورہ سلطانی میں بخشیش سنگھ نے سوا "ازکا تخلص جامی تحریر کیا ہے
 ۴۳ :- پنجابی ادب کی مختصر تاریخ از قریش احمد حسین احمد قلعہ داری صفحات ۴۲-۴۳۔ مزید تفصیل کیلئے
 ملاحظہ کریں "سیر و مودرت" مرتبہ محمد آصف خان صفحات ۹ تا ۱۴ پاکستان پنجابی ادبی بورڈ
 ۴۴ :- پنجابی ادب کی مختصر تاریخ از قریش احمد حسین احمد قلعہ داری صفحہ ۴۰
 ۴۵ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲

۴۶ :- طبقات اکبری جلد سوئم صفحات ۵۲۴-۵۲۶ بحوالہ مولانا سعید اللہ لاہوری مقام افسوس ہے
 کہ سلطان حسین لنگاہ جیسے نامور سلطان کے مقبرہ کا بھی کوئی سراغ تاحال نہیں ملا اب کچھ لوگ بزور
 ایک مقبرہ بنانے کی فکر میں ہیں۔

۴۷ :- اولیائے بہاولپور صفحہ ۱۹۵

۴۸ :- اولیائے بہاولپور صفحہ ۱۹۶

باب پنجم دہم

لنگاہوں کے عروج و زوال کے اسباب

خاندان ہوں یا قبائل ہوں انکے عروج کی روایتی داستان ایک جیسی ہوتی ہے۔ کوئی اولالاعزم شخصیت منصفہ شہود پر آتی ہے اپنے خاندان یا قبیلہ کی اجتماعی قوت سے تاریخ میں بلند مقام حاصل کر لیتی ہے لنگاہ اپنے اولالاعزم قائد رائے سرہ کی قیادت میں بلوچستان کے اپنے اتحادی قبائل کی اجتماعی طاقت کے بل بوتے پر ملتان کی طرف بڑھے۔ ملتان دہلی کے سید خاندان کی مملکت کا حصہ تھا۔ لیکن دہلی کی حکومت کے اندرونی خلفشار کی وجہ سے اس کا دفاع مضبوط ہاتھوں میں نہ تھا۔ لنگاہ اور ان کے اتحادی قبائل ملتان کے محافظوں کے مقابلے میں بہتر جنگجو تھے۔ ان کی قیادت بھی اعلیٰ تھی مقاصد بھی بلند تھے وہ بلوچستان کی طویل قحط سالی اور بد امنی کی وجہ سے اچھے مستقبل کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اور ملتان کے محافظوں کے مقابلے میں مرنے مارنے کے لئے زیادہ تیار تھے ان کا طریقہ جنگ بھی بہتر تھا۔ متواتر تیر اندازی کر کے وہ مخالفین کا کچھ مر نکال دیتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان عوامل کے تحت خانخاناں کے ملازمین کو ملتان سے بھگا دیا اور ملتان پر قابض ہو گئے پھر ان کے ابتدائی دو حکمران یعنی سلطان قطب الدین اور سلطان حسین خان لنگاہ اعلیٰ انتظامی قابلیتوں سے متصف تھے۔ انہوں نے نئے نظام حکومت کی بنیادیں رکھیں اور انصاف پروری کے اصولوں پر رکھیں اور تقریباً پچاس سال تک بہترین حکومت چلائی۔ اس طویل عرصہ میں نہ صرف انہوں نے سلطنت کو وسعت دی بلکہ بیرونی حملہ آوروں کو بھی شکست دیدی اور عروج کی حدود کو چھونے لگے لیکن جلد ہی سلطنت کا انحطاط شروع ہو گیا۔ اس کی ابتداء سلطان حسین لنگاہ کی تخت سے دست برداری سے ہوئی۔ اس کا جانشین سلطان فیروز لنگاہ نا تجربہ کار تھا۔ اس کی تمام قوتوں پر نفسانی خواہشات غالب تھیں وہ اپنے امراء سے حسد کرتا تھا۔ اور یہی عیب اس میں بدرجہ اتم موجود تھا اور اسی سبب ”وصف“ کے

زیر اثر اس کے اپنے والد کے معتمد وزیر عماد الملک سے اختلافات شروع ہو گئے اور حسد
 کے زیر اثر سلطان فیروز نے وزیر کے خوبصورت و خوب سیرت بیٹے بلال کو ناحق قتل کرا دیا
 اور رعایا میں بدنام ہوا جس پر وزیر نے اپنے بیٹے کے قتل کے بدلے میں سلطان فیروز کو
 زہر دیدی اس پر سلطان حسین خان نے دوبارہ عثمان حکومت سنبھالی لیکن اب حالات ہاتھ
 سے نکل چکے تھے۔ سلطان حسین خان کا اپنے معتمد وزیر سے تصادم ہو گیا اور وزیر کو قید
 کر دیا گیا اب حالات روز بروز دگرگوں ہونے لگے۔ اور سلطان حسین لنگاہ بھی اپنی تمام
 قابلیتوں کے باوجود لنگاہوں کی سلطنت کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا نہ دے سکا۔ سلطان
 حسین لنگاہ کی وفات پر جو نیا لنگاہ حکمران ملتان کے تخت پر جلوہ افروز ہوا وہ سلطان محمود
 خان پسر سلطان فیروز تھا۔ اس نے اپنے باپ کے قصاص میں سلطنت کے پرانے خدمت
 گزار وزیر عماد الملک کو قتل کرا کے اپنے عہد کا آغاز کیا۔ نئے سلطان کی تربیت صحیح نہیں
 ہوئی تھی۔ اس میں بوئے سلطانی نام کی کوئی چیز نہ تھی وہ کوئی سنجیدہ کام کرنے کا اہل نہ
 تھا۔ ہر وقت ہنسی مزاق ٹھٹھہ مخول میں مصروف رہتا تھا۔ پرانے تجربہ کار سنجیدہ ملازموں
 کے ساتھ وہ اور اس کے حواری غیر سنجیدہ اور فحش مزاق کرتے تھے۔ جس پر وہ اہل علم
 اور سنجیدہ لوگوں کی صحبت سے محروم ہو گیا اور کاروبار سلطنت چوہٹ ہو گئے۔ اس نے
 اپنے اوباش حواریوں کے کہنے میں آکر خاندان کے بزرگ معتمد وزیر جام بایزید سے
 مخالفت کا آغاز کیا جام بایزید کے بیٹے عالم خان کی دربار میں کھلے عام بے عزتی کرائی جس پر
 جام بایزید نے بغاوت کردی لنگاہ سلطنت میں دس پندرہ سال کے عرصے میں سلاطین اور
 وزیروں کے مابین یکے بعد دیگرے یہ دوسرا تصادم تھا جس سے نظام سلطنت کی چولیس ہل
 گئیں۔ جام بایزید گھر کا آدمی تھا اس نے گھر کا بھیدی لٹکا ڈھائے کے مصداق نہ صرف
 بغاوت کی بلکہ دریائے راوی کے پار کے تمام علاقے غصے میں آکر دہلی کے حکمرانوں کی
 تحویل میں دے دیئے اور جب تک زندہ رہا ملتان کے حکمرانوں کے خلاف سازشوں میں
 مصروف رہا اور ان کو چین سے بل بھر کے لئے بھی بیٹھنے نہ دیا اور تمام قابل ملازمین اور
 علماء، فضلاء کو شور کوٹ میں اپنے پاس بلا لیا اور ماہان میں سمجھدار لوگوں کا قحط ڈال دیا۔

جام بایزید کی بغاوت کے دنوں میں میر چاکر خان رند اپنے کثیر ساتھیوں کے ساتھ ملتان کے حکمرانوں کی ملازمت کے لئے ملتان آیا لیکن نوجوان سلطان کو عیش و عشرت سے فرصت نہ تھی وہ چاکر خان اور اس کے بلوچوں کی حمایت حاصل کر کے اپنی روز بروز گرتی ہوئی طاقت کو سہارا دے سکتا تھا لیکن سراب خان دودائی کی لگائی بجھائی پر سلطان محمود خان لنگاہ نے چاکر خان رند کی مناسب ہمت افزائی اور سرپرستی نہ کی جس پر وہ جام بایزید کے پاس شور کوٹ چلا گیا جہاں جام بایزید نے اس کی سرپرستی کا بیڑہ اٹھا لیا۔ اس طرح سے لنگاہ سلطان ایک بڑی جمیعت کی امداد و اعانت سے محروم ہو گیا ادھر لنگاہ سلطنت روز بروز کمزور ہو رہی تھی ادھر ملتان کے نزدیکی ہمسایہ ملک سندھ میں ایک نئی طاقت نے سموں کی طویل سلطنت کا خاتمہ کر کے ارغونوں کی حکومت کا آغاز کر دیا تھا۔ ارغون ترکوں کے رشتہ دار تھے بابر بادشاہ کے خانہ زاد تھے۔ ان کی قیادت اول ذوالنون ارغون کے پاس رہی پھر اس کے بیٹے مرزا شاہ حسن کے ہاتھ آئی دونوں خوفناک جنگجو لیڈر تھے۔ ایک ایک لڑائی میں تیس تیس چالیس چالیس مخالفین کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے تھے۔ اسی طرح ارغون لشکر جو وسط ایشیاء کے تمام خونخوار جنگجوؤں پر مشتمل تھا برصغیر کی دولت کے لالچ میں سندھ پر ٹوٹ پڑا مظالم کشت و خون دہشت گردی کر کے انہوں نے نہ صرف سندھ کو فتح کر لیا بلکہ انہوں نے حدود ملتان کی طرف پیش قدمی شروع کر دی وہ لنگاہوں سے بہتر لڑاکے تھے ان کا طریقہ جنگ بھی بہتر تھا ان کے قائد بھی لنگاہوں کے فوجی قائدین سے بہت بہتر تھے۔ عیاش لنگاہ حکمران اپنی فوجوں کی میدان جنگ میں قیادت کرنے کا اہل نہ تھا۔ اس نے شیخ شجاع الملک بخاری کو اپنا وزیر بنایا ہوا تھا وہ یقیناً اہل تھا اور دفاع ملتان میں اس نے یادگار خدمات سرانجام دیں لیکن لنگاہ امراء اور رعایا اس کے مستبد رویہ اور لنگاہ سلطان سے اس کی رشتہ داری اور محل میں بے روک ٹوک آمد کی وجہ سے سخت ناراض رہتے تھے۔ لنگاہ سلطان امراء وزیر اور شاہی خاندان کے مفادات کے مابین توازن قائم نہ کر سکا چنانچہ جب لنگاہ امراء نے مرزا شاہ حسن کا ستارہ عروج پر دیکھا تو وہ اپنی حکومت سے غداری کر کے ارغونوں سے ملنا شروع ہو گئے اور لنگاہوں کی دفاعی طاقت اس

قدر کمزور ہو گئی کہ وہ ارغونوں کی کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کی استطاعت سے محروم ہو گئے۔ چنانچہ وہ قلعہ بند ہو کر لڑنے لگے لیکن مرزا شاہ حسن نے یک بعد دیگرے سو مبارک، اوچ، ڈیر اور وغیرہ کے قلعہ فتح کر کے اپنی طاقت کا سکہ پوری نگاہ مملکت پر قائم کر دیا۔ نگاہوں کی بد قسمتی کہ ان کے حکمران سلطان محمود خان کو اندرونی مخالفین نے اس وقت زہر دیکر ہلاک کر دیا جب مرزا شاہ حسن ستلج عبور کر کے ملتان کی طرف بڑھ رہا تھا سلطان محمود خان نگاہ کی ناگمانی موت سے کافی نگاہ سردار بد دل ہو کر مرزا شاہ حسن ارغون سے مل گئے نیا سلطان نابالغ تھا۔ ایسے برے حالات میں شیخ شجاع الملک بخاری وزیر نے ہمت دکھائی اور نظام حکومت کو بالکل تباہ ہونے سے بچا لیا اور ملتان میں قلعہ بند ہو کر ارغونوں کے دفاع میں اپنا سب کچھ لگا دیا یہ ایک طویل جدوجہد تھی جسے ملتانیوں نے اپنی طویل تاریخ کے عین مطابق آخری قطرہ خون تک لڑ کر ملتان کے دفاع میں ایک اور سنہرا باب رقم کیا۔ اور تاریخ میں بلند مقام حاصل کر گئے۔ نگاہوں کے زوال کی داستان کو اگر چند نکات پر مرتکز کریں تو انکے آخری دور میں صورت حال اس طرح تھی جو زوال کا باعث ہوئی۔

۱.... نگاہ سلاطین میں قائدانہ صلاحیتیں مفقود ہو گئیں وہ کوتاہ بین غیر سنجیدہ شخصیات کے مالک تھے وہ عزم، حوصلہ، سیاست، عدالت، سخاوت، شجاعت کے اوصاف سے عاری تھے اور ان میں ایک ہی ”وصف“ حسد بدرجہ اتم موجود تھا۔

۲.... سلطان اور وزیر کے مابین اختلافات نے نظام حکومت کو درہم برہم کر دیا تھا۔

۳.... نگاہوں کے مخالف اولاء العزم شخصیات کے مالک تھے اور عظیم عسکری قائدانہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ جبکہ نگاہ سلطان اپنی فوجوں کی میدان جنگ میں قیادت کرنے کے قائل نہ تھے۔

۴.... عسکری نظام کمزور ہو گیا تھا۔ ان کے مخالفوں کا عسکری نظام بے حد اعلیٰ تھا۔

۵.... نگاہ امراء اپنی سلطنت کے دشمن ہو گئے اور اس گھر کو آگ لگ گئی ”گھر کے چراغ سے“ نگاہ سلطان وزیر امراء اور شاہی خاندان کے مفادات کے مابین توازن پیدا نہ

کر سکا۔

۶۔۔۔ نظام حکومت فرسودہ ہو گیا تھا۔ اور اپنی زندگی پوری کر چکا تھا۔ اس میں کوئی نئی روح نہ پھونکی جاسکی۔

۷۔۔۔ رعایا معاشی بد حالی کی وجہ سے آخری دور میں بے حال ہو گئی تھی۔

۸۔۔۔ مملکت میں بد امنی لنگاہ سلطان کا خود قتل اور دوسری ناشائستہ حرکات میں ملوث ہونا امراء کی رعایا پر چیرہ دستی پر حکمرانوں کی خاموشی وغیرہ ایسی وجوہات تھیں جس سے رعایا حکمرانوں سے نفرت کرنے لگی تھی۔

۹۔۔۔ اقتصادی بد حالی نے رہی سہی کسر نکال دی تھی۔

ضمیمہ نمبر 1

لنگاہ کون ہیں؟

قدیم خاندانوں اور قبائل جن کی تاریخ کو صدیاں گزر گئی ہوں اور ان کی تاریخ پر تاریکی کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہوں ان کی اصلیت کے بارے میں اب کوئی واضح رائے قائم کرنا محال ہے۔ خصوصاً بڑے قبائل جنہوں نے اپنی حیات متعارفہ کے دوران طویل تاریخی سفر طے ہوں اور اس سفر کے دوران جنگوں اور حصول اراضیات اور خوراک کی جدوجہد کے سلسلے میں مختلف دیگر قبائل جو ان کے ان طویل تاریخی سفروں میں ساتھی رہے اور حالت جنگ و امن و صلح اور سزا و جزا میں ممدو معاون بنے رہے ان کو اپنی صفوں میں شامل کرتے گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ نئے شامل ہونے والے مختلف قبائل اپنی اصلیت کھو کر شامل ہونے والے قبیلہ میں مدغم ہو گئے اور اس قبیلہ کا حصہ بن گئے اور اپنی شناخت کھو بیٹھے۔ لنگاہ بھی ایک بڑا قبیلہ ہے اور اس نے بھی طویل تاریخی سفر طے کیا ہے۔ اس کے بھی اتحادی تھے جو اس طویل سفر کے دوران ان میں مدغم ہو کر اپنی شناخت کھو کر یکجان ہو چکے ہیں۔ لہذا بڑے قبائل کی اصلیت کے بارے میں دو ٹوک رائے ناممکن ہے لنگاہ قبیلہ کی داستان بھی اسی طرح ہے لنگاہوں کی اصلیت کے بارے میں اس علمی بحث کو ہم اس طرح آگے بڑھاتے ہیں کہ اکثر قدیم تاریخی کتب میں لنگاہوں کو "گ" سے نہیں لکھا گیا بلکہ لنگاہ کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں طبقات اکبری اور آئین اکبری کے قدیم مخطوطے قابل ملاحظہ ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قدیم زمانے کے علماء فضلاء عربی زبان میں مہارت کی وجہ سے عموماً "گ کوک کے طور پر لکھتے تھے۔ اگر لنگاہ قدیم زمانے میں لنگاہ کہلاتے تھے تو اس بارے میں ہمیں قدیم ترین حوالہ تحقیق الہند میں ملتا ہے۔

الہیرونی اپنی اس معرکہ الاراء تصنیف میں آدم خوری کا ذکر کرتے ہوئے۔ سندھ کے پیچھے ایک قبیلہ کا ذکر کرتا ہے۔ جس کا نام الہیرونی نے لنگاہ بالوس تحریر کیا ہے۔ یہ بات

علاء کو معلوم ہے کہ عرب بلوچوں کو قدیم الایام میں بالوس کہتے تھے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ سندھ کی پشت پر بلوچستان واقع ہے۔ اور لنگاہوں کی نسبت بلوچوں اور بلوچستان (سندھ) بھی ذہنی چھپی ہوئی نہیں ہے اس طرح سے میرے خیال میں لنگاہوں کے بارے میں قدیم ترین حوالہ البیرونی نے دیا ہے۔ لیکن یہ بات ضروری نہیں کہ البیرونی کا مروجہ بخوری کا الزام درست ہو۔

کیا لنگاہ عرب ہیں؟

اگر لنگاہ بلوچوں کے ساتھ نقل مکانی کرتے ہوئے حلب سے روانہ ہو کر تمام سطح مرتفع ایران کو طے کر کے برصغیر میں داخل ہو گئے تو بھی عرب ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ لنگاہوں کے عرب الاصل ہونے کے بارے میں دو حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں لالہ حکم چند اپنی موقر تصنیف "تاریخ ضلع ملتان" میں لنگاہوں کی اصل کے بارے میں حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔

"ان کا بیان ہے کہ ہماری قوم کے بزرگ ملک عرب سے اس طرف آئے تھے۔ الامت اس کی پوری ہوئی مشکل ہے"

نیز بلالے لنگاہ احمد خان لنگاہ اپنی تصنیف "تاریخ لنگاہ" میں بھی لنگاہوں کے عرب الاصل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یعنی لنگاہ گذشتہ صدی اور موجودہ صدی میں اپنے آپ کو عرب الاصل کہتے آئے ہیں۔ لیکن اس بات کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں ہے نیز برصغیر کے تمام مسلمان قبائل کی خواہش ہے کہ ان کے تعلق سے دینے سے رشتے مضبوط ہوں صرف چند قبائل بوجہ اس خواہش سے احتراز کرتے ہیں۔ لنگاہ بھی اغلباً اسی جذبہ کے تحت اپنے آپ کو عرب الاصل کہتے ہیں۔

کیا لنگاہ بلوچ ہیں؟

لنگاہ اس وقت سب سے زیادہ صوبہ بلوچستان میں آباد ہیں تاریخی لحاظ سے بھی

ملکن میں اس قبیلہ کا بانی حکمران رائے سہرہ المعروف رائے قطب الدین محمود لنگاہ اور اس کے ہمراہی سبھی بلوچستان کے رہنے والے تھے۔ آج کل بھی ضلع سبی میں لنگاہوں کی میلہ گاہ اور رہائشی جگہیں موجود ہیں جہاں وہ سردیوں میں منگوچر سے نقل مکانی کر کے سبی میں آکر قیام کرتے ہیں اور شروع گرمیوں میں منگوچر واپس چلے جاتے ہیں۔ بلوچ لنگاہوں کو لاگو کہتے ہیں۔ اور انہیں اپنے میں سے شمار نہیں کرتے۔ لاگو درتھ ڈیزنے اپنی قابل قدر تصنیف "بلوچ قبائل" میں لنگاہوں کو بلوچ قبائل کی فہرست میں شامل نہیں کیا بلکہ انہیں نسل "راجپوت" قرار دیا ہے۔ جسٹس میر خدا بخش مری نے بھی اپنی تصنیف "بلوچ اور بلوچستان" میں لنگاہوں یا لاگو قبیلہ کو بلوچ قبائل کی صف میں شامل نہیں کیا۔ البتہ جب سال ۱۹۰۱ء میں بلوچستان کی مردم شماری ہو رہی تھی تو ہیوج بٹلر کے استفسار پر میر خدا داد خان والے قلات نے بلوچستان کے لاگو قبیلہ کو بلوچ قرار دیا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے ایسا لنگاہوں یا لاگو قبیلہ کے بلوچستان کے رہائشی ہونے کی بناء پر کیا یا نسل "ایسا" قرار دیا۔

کیا لنگاہ بروہی ہیں؟

موجودہ بلوچستان میں لاگو قبیلہ بروہیوں کے اہم قبیلہ رئیسانیوں کا اتحادی اور ان کا پاڑا ہے لیکن بروہی بھی بڑے قبیلہ کی طرح لوگوں کا ایک ایسا گروہ ہے جو مختلف تاریخی ادوار سے جنگ و امن کے مشترکہ مفادات کے لئے مختلف نسل و رواج کے لوگوں کا مجموعہ ہے جو طویل رفاقت کی وجہ سے ایک دوسرے میں ضم ہو کر اکائی بن گئے ہیں۔ سال ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے موقع پر جب ہیوج بٹلر نے میر خدا داد خان والے قلات سے اصل بروہی قبائل کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ حسب ذیل اصلاً "بروہی قبائل ہیں جو طلب سے بلوچستان میں آئے۔

قبیلہ احمد زئی (قلات کا حکمران خاندان) قبیلہ اہلتانزی، قبیلہ میر واری قبیلہ گرگناری، قبیلہ سملاری، قبیلہ قلنداری "انہوں نے باقی قبائل کو بلوچ قرار دیا۔

یقیناً "ان حالات میں بروہیوں کے چیف کی رائے وزن رکھتی ہے اس لئے بلوچستان کے لاگویا، لنگاہ بروہی قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے۔

کیا لنگاہ افغان ہیں؟

فرشتہ نے لنگاہوں کو افغان قرار دیا ہے اور رائے سرہ المعروف سلطان قطب الدین محمود لنگاہ کو افغان قبیلہ کا سردار لکھا ہے۔ نیز سر ڈینی زل ابٹسن نے اپنی تصنیف "پنجاب کی ذاتیں" (Punjab Casts) میں فرشتہ کے حوالے سے انہیں افغان لکھا ہے۔ لیکن ان کے افغان الاصل ہونے کے بارے میں، شکک کا اظہار بھی کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ پنجاب کے لنگاہوں نے جو زیادہ تر زیریں سندھ کے علاقے میں ہیں وہی سندھ اور پنجاب میں آباد ہیں مروج شماری کے وقت اپنے آپ کو پٹھانوں کے ساتھ شامل کر لے اپنے نام درج کرائے ہیں۔ لیکن افغانوں یا پٹھانوں کے نسب کے بارے میں تمام معروف کتب یعنی مخزن افغانی (جو لنگاہوں کے دور حکومت کے قریب ترین ہم عصر تصنیف ہے) حیات افغانی اور تاریخ خورشید جہاں وغیرہ جو افغانوں یا پٹھانوں کے معروف نسب نامے اور شجرہ جات ہیں میں سے کسی بھی کتاب میں لنگاہوں کو پٹھان یا افغان ظاہر نہیں کیا گیا نہ ہی لنگاہوں سے ملتا جلتا کوئی قبیلہ ان نسب ناموں میں پٹھانوں یا افغانوں کے زمرہ میں پایا جاتا ہے۔ البتہ اس قبیلہ کے لوگ اپنے نام کے ساتھ خان کا لقب عام طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اور جہاں یہ بمقام زمیندار ہیں وہاں عوام الناس ان کو خان کہتے ہیں نیز شجاعت پور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کے لنگاہوں کے پاس جو شاہ زمان درانی والے افغانستان کے حکم نامے میں ان میں ان شجاعت پور کے لنگاہ نوانین کو افغان لکھا گیا ہے۔ چونکہ اس دور میں شجاعت پور حدود افغانستان میں واقع تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ شاہ زمان درانی نے ان کو ایسا بطور افغان رعایا پروانوں یا حکم ناموں میں افغان ہو۔

کیا لنگاہ راجپوت ہیں؟

مصطفین اور محققین کی اکثریت کی رائے میں لنگاہ راجپوت ہیں ان کے خیال میں اول بانی حکمران خاندان لنگاہ یعنی رائے سرہ کا لقب رائے ہی سے ان کا راجپوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نیز راجپوتوں کی اصل اور نسل کے بارے میں معروف اتھارٹی کرئل ٹاؤ کی رائے میں لنگاہ اگنی کلا، راجپوتوں کے قبیلہ چالوکیہ یا سولنکی کی ایک شاخ ہے جو سات سو سال قبل ملتان اور جیسلمیر میں آباد تھے لیکن انہیں بھی راجپوتوں نے وہاں سے نکال دیا اور وہ زیریں اور وسطی وادی سندھ اور بلوچستان میں تتر بتر ہو گئے "سر ڈینیئل ایبٹسن نے پچھلے صدی کے صاحب علم و عرفان ملتان پیر زادہ مراد بخش بھٹہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ بھٹہ اور لنگاہ، کھل، کھل، لک اور پنوار راجپوت الاصل ہیں اس سلسلہ میں قدیم الایام سے عوام الناس میں ایک کہاوت بھی معروف ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

سکلی جنہل دی ڈاڈی سوڈھی جنہل دی ما
 ماٹے جائے پنج پتر ڈہر بھٹہ لنگاہ ٹانج تے شجرا

ضمیمہ نمبر 2

بلوچستان میں لنگاہوں کی قبائلی حیثیت

یہ حقیقت ہے کہ جب لنگاہ تاریخ میں ظاہر ہوئے یا انہیں تاریخی طور پر شناخت کیا گیا یا انہوں نے تاریخ دانوں سے اپنی شناخت کرائی تو وہ بلوچستان کے رہنے والے تھے اس لحاظ سے ان کا تاریخی وطن بلوچستان ہے لہذا ہمیں آج کے بلوچستان میں لنگاہوں کو تلاش کرنا چاہیے اور تلاش کرنے کے بعد بلوچستان کے تناظر میں ان کی قبائلی حیثیت کو پرکھنا چاہیے۔ بلوچستان کے معروف بڑے بڑے علاقے جہاں لنگاہ پائے جاتے ہیں۔ سروان، جھلوان، کھچی، مہبی، لس بیلہ، مکران، چاغی ہیں ہم ترتیب وار ان علاقوں میں

لنگاہوں کی قبائلی حیثیت کے بارے میں اپنا مطالعہ پیش کرتے ہیں۔

سروان :- بلوچستان میں سب سے زیادہ تعداد میں لنگاہ سروان کے علاقے میں آباد ہیں۔ ۱۹۹۱ء کی مردم شماری کے مطابق لنگاہ قلات میں ۹۳۳۰ مرد اور ۷۵۷۳ عورتیں کل میزان ۱۷۹۰۳ اشخاص آباد تھے کوئٹہ پشین میں ان کی تعداد ۶۱۳ تھی اور تھل چوئیالی میں یہ ۲۳۶ اور چغائی میں تعداد ۵۸۶ تھی۔ وہاں لنگاہ قبیلہ کی دو بڑی شاخیں علی زئی اور شادے زئی نامی ہیں۔ علی زئی شاخ کے حسب ذیل نو پاڑے ہیں۔

عالم خان زئی، زہرو زئی، گہا زئی، الہ یار زئی، جمند زئی، سالار زئی، سائتری، برات زئی، شاہو زئی، خطی زئی، ملنگ زئی، کر زئی، ٹالیکو زئی، عیسیٰ زئی اور نور محمد زئی ہر ایک پاڑے کی کئی کئی ٹکڑیاں ہیں اور بعض پاڑے اس قدر کثیر تعداد لوگوں پر مشتمل ہیں اور اہم ہیں کہ وہ لنگاہ قوم کے مقابلے میں زیادہ معروف ہیں اور اس وجہ سے ان کے افراد اپنے پاڑے کے نام پر اپنی پہچان کراتے ہیں۔

لنگاہ وادی منگوچر کو کاشت کرتے ہیں اور وہاں رہیستانوں کے خان کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ منگوچر کے علاوہ لنگاہ علاقہ مستونگ، گورگنیا، اسپہنجی، مارادہ، دشت بے دولت میں آباد ہیں۔ جہاں زیادہ تر وہ بطور مزارع لوگوں کی اراضیات کاشت کر کے زندگی بسر کرتے ہیں۔ البتہ اب کچھ لنگاہوں نے زمینیں بھی خرید کر لی ہیں۔ منگوچر کے لنگاہوں کی روایات کے مطابق اصل قوم لنگاہ میرچاکر کے تابعین میں سے ایک حاجی رند کی اولاد میں سے ہے یہ حاجی رند نال کے نزدیک رہتا تھا۔ اس حاجی رند کے دو بیٹے تھے جن کے نام عمر اور مندو تھے۔ حاجی رند کی ایک لڑکی بھی تھی جو قلات کے میر قیصر سے شادی شدہ تھی اس سے ایک لڑکا میر احمد ثانی والے قلات پیدا ہوا۔ حاجی رند کا بیٹا مندو قلات کے نزدیک رہتا تھا جسے ایک روز والے قلات نے طیش میں آکر قتل کرا دیا۔ اس کے بیٹے الہ یار کو اس کے باپ کے خون بہا میں منگوچر کی اراضیات عطا کی گئیں۔ اس الہ یار کی اولاد سے لنگاہوں کی علی زئی شاخ کے حسب ذیل پاڑے ہیں۔

عالم زئی، زہرو زئی، گہا زئی، الہ یار زئی اور جمند زئی نیز شادے زئی شاخ کا پاڑہ انور

محمد بنی بھی الہ یار کی اولاد میں سے ہے۔ اس الہ یار کی مندرجہ بالا اولاد کے گرد لنگاہوں کا بڑا قبیلہ مرتب ہوا بعد میں اس قبیلہ میں مختلف النسل لوگ اور قبائل شامل ہوتے گئے۔ اور غیر لوگ نہ صرف شاخوں اور پاٹوں میں مخلوط ہو گئے ہیں بلکہ گھرانوں میں بھی شامل ہو چکے ہیں۔ چنانچہ لنگاہوں کی علی زئی شاخ میں علاقہ حب کے نو تانی اور چھٹا علاقہ لس بیلہ کے نمری، خاران کے رخشانی، قندھار کے افغان، جطوان کے سناری اور محمد حسنی پشین اور جانا کے کاکڑ، کوسہ کے کانسی، کولوا کے میرواڑی اور علاقہ نوشکی کے ذکر منگل شامل ہیں۔ لنگاہوں کی شاوے زئی شاخ میں کچھ کے ڈومکیوں کے علاوہ ہارونی، قلند رانی، مینگل، ہینگل زئی، افغان، ذکر مینگل اور رخشانی شامل ہیں۔ لنگاہوں کی سرداری ہمیشہ علی زئی کی ٹکڑی میرخان زئی کے پاس ہوتی ہے۔ لنگاہوں کا سردار اپنے قبیلہ کے افراد سے مالیہ بطور شیشک وصول کرتا ہے۔ شاوی زئی ٹکڑی کا ڈیرہ بھی اپنی ٹکڑی کے افراد سے مالیہ وصول کر سکتے کا مجاز ہے۔ پرانے رواجوں کے مطابق تو تمام لنگاہوں پر لازم تھا کہ وہ خان قلات کی اراضیات کاشت کریں لیکن اب حالات یکسر تبدیل ہو گئے ہیں۔ لنگاہوں کو رعایا سمجھا جاتا ہے اور ان کا سردار سروان کے دوسرے سرداروں سے کم حیثیت شمار ہوتا ہے۔ لنگہ زراعت پیشہ ہیں اور اچھے کاشت کار شمار ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض کاریز کشی کے کام کے ماہر ہیں اس کے علاوہ سروان علاقے کے اکثر کمیت مزدور لنگاہوں سے ہوتے ہیں وہ بے حد سختی ہیں اور اونٹ پالنے اور ان سے بار برداری کا کام لینے میں مہارت رکھتے ہیں۔ جن لنگاہوں کے پاس خوشکلبہ زمینیں ہیں وہ بھیڑ بکری پالتے ہیں۔ کھجوروں کے موسم میں لنگہ خرمہ خوری کے لئے ہر سال مکران بھی جاتے ہیں۔ محنت کرتے کرتے اب لنگہ کافی مالدار ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے محمد شاہیوں اور اپنے دوسرے مالکان اراضی و زمینداروں سے وسیع اراضیات خرید کر لی ہیں اور وہ آہستہ آہستہ روز بروز اپنی اراضیات میں اضافہ کر رہے ہیں۔ زمینوں کی خریداری سے ان کی معاشرتی حیثیت میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ اور اب ان کو برابر کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

لنگاہوں کی حسب ذیل کلنیاں مذہبی اور روحانی لحاظ سے مقدس شمار ہوتی ہیں۔
 رودگی کے رہنے والے شیخ زئی، علاقہ منڈے حاجی کے ملنگ زئی اور علاقہ چھپر کے
 شیخ زئی۔

جھلوان :- یہ علاقہ بلوچستان کے مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ جھلوان میں
 لنگاہ قبیلہ کے افراد زیادہ تر دشت گوران ماما تاونال اور دڈھ میں رہتے ہیں۔ بلوچستان کے
 لوگوں کی روایت کے مطابق لنگاہوں کی ابتداء نال سے ہوئی لیکن جھلوان میں لنگاہ کے
 نام سے خانہ زاد خدمتگزاروں کا ایک طبقہ بھی موجود ہے۔ جو تقریباً "ہر معزز خاندان کے
 پاس ہیں۔ یہ لوگ میر نصیر خان اول کے جنگی قیدیوں کی اولاد ہیں یا جنہیں بروہی
 قبائل علاقہ مکران میں اپنے جنگ ہائے چپاول کے موقعوں پر مال غنیمت کے طور پر پکڑ کر
 لاتے رہے اور ان میں مختلف قلات کے میروں کے دور میں اضافہ ہوتا رہا اس میں یقیناً
 احمد شاہ درانی اور افغانوں کے ساتھ ملکر جنگ پانی پت اور پنجاب میں سکھوں کے ساتھ
 معرکہ آرائی میں جو قیدی پکڑے گئے ہوئے ان کی دلا بھی شامل ہوگی۔ یہ سابق جنگی قیدی
 معتبر لوگوں کے گھروں کا کام کاج کرتے ہیں اور بعض کھیت مزدور کے طور پر زراعت کا
 کام بھی کرتے ہیں۔ اور اس میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں ان کے ساتھ عام ملازم سے اچھا
 سلوک کیا جاتا ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں لائگوں کی تعداد ۵۱۸۷ تھی جن میں بونجو
 قبیلہ کے پاس ۱۳۹۲، مینگل لوگوں کے پاس ۴۷۴، محمد حسنی قبیلہ کے پاس ۴۷۵ گورگنیا
 علاقے میں ۳۰۵ اور باقی لائگے قلندارنیوں، قنبرانیوں، نچاریوں اور ریکی زئی قبائل کے
 اختیار میں تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان لائگوں کا لنگاہ قبیلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اب
 وقت گزرنے کے ساتھ لائگے کچھ آزاد ہو کر معاشرتی لحاظ سے اپنا مرتبہ بلند کر چکے ہیں۔
 اور اب بھی ایسے خانہ زاد لوگ موجود ہیں تو ان کو اس ابدی غلامی سے آزادی دلانا ہم
 سب کا فرض ہے۔

کچھی :- یہ علاقہ کچھی منگوچر کے لنگاہوں کی سردیوں کی میلہ گاہ ہے۔
 موسم سرما میں کافی لنگاہ سروان سے نقل مکانی کر کے اپنے سردار کی سرکردگی میں بدراند

بھاگ ناری کے علاقے میں آکر رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ بھیڑ بکری چراتے ہیں اور کچھ ادھر ادھر کھیت مزدور کے طور پر کام کاج کرتے ہیں شروع گرمیوں میں واپس چلے جاتے ہیں۔ البتہ اب لنگاہ کافی تعداد میں علاقہ کچھن کے مستقل رہائشی بھی ہو گئے ہیں اور اپنے کاروبار اور ملازمتوں کی وجہ سے واپس سردیاں گزرنے پر منگوچر نہیں جاتے۔

سبی :- علاقہ سبی میں لنگاہوں کو بروہیوں کی شاخ سمجھا جاتا ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ان کی تعداد ۳۸۳ تھی اب لنگاہ پانچ ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ معاشرتی لحاظ سے وہ بروہیوں کے ہم پلہ سمجھے جاتے ہیں۔

لس بیلا :- لس بیلا میں لنگاہ مختلف لاسی قبائل کے ساتھ رہتے ہیں۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں لس بیلا میں ان کی تعداد ۱۰۲۹ تھی اب دس ہزار سے زیادہ ہوگی لاسی قبیلہ کے لوگ انہیں ہم پلہ نہیں سمجھتے اور شادی غمی کے موقعوں پر مخصوص کام کاج کرنے پر ان کو کچھ رواجی رقوم ملتی ہیں۔ میرے خیال میں یہ بھی اصلی لنگاہ نہیں ہیں لانگے یا لانگو ہیں۔ ان کا معاشرتی درجہ بھی خوش حیثیت ہونے پر ترقی کر جاتا ہے۔

مکران :- بلوچستان کے لنگاہوں کے قول کے مطابق ان کا اصل وطن مکران ہے۔ لیکن علاقہ مکران میں لنگاہ نام کا کوئی قبیلہ نہیں ہے۔ البتہ مکران میں لانگا غلام کو کہتے ہیں اور وہ تمام مشکوک نسل کے لوگ جن کو مکران کے بلوچ اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں اور محنت مزدوری کرتے ہیں جیسے مید وغیرہ ہیں ان کو اجتماعی طور پر لانگا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور ان سب کو بلوچوں سے کم تر سمجھا جاتا ہے۔ یہ معروف لنگاہ قبیلہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

چاغی :- اس ضلع میں تمام لنگاہ اصلاً "قلات کے باشندے ہیں جو مختلف ادوار میں قلات سے نقل مکانی کر کے اس ضلع میں آکر آباد ہو گئے ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں ان کی تعداد ۵۸۶ تھی جو اب تقریباً "چھ ہزار ہوگی۔ چاغی کے لنگاہوں کا اصلی وطن منگوچر تھا۔ نوشکی میں لنگاہ صاحب حیثیت زمیندار ہیں اور ان کے رشتے ناطے دوسرے قبائل کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن نوشکی کے علاقے کے علاوہ باقی ضلع چاغی میں لنگاہوں کو کم تر سمجھا

جانتا ہے۔ نوٹشکی تحصیل میں لنگھوں نے خط کشی حقوق کی بنا پر بہت سی کاریزوں میں حاصل کر لئے ہیں۔ چاغی میں بھی لنگھوں کے سالار زئی، لُچی اور ظاہر زئی ٹکڑیوں نے لُچی اور پدی شہ کاریزوں میں حقوق حاصل کر لئے ہیں۔ اور ان کی معاشرتی حیثیت کافی بہتر ہو گئی ہے۔

بلوچستان کے لنگھوں کی معاشرتی حیثیت پر ایک نظر

بلوچستان میں لنگھ پاکستان کے تمام صوبوں میں تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہیں۔ لیکن وہاں وہ معاشرتی لحاظ سے دو طبقوں پر مشتمل ہیں۔ ان علاقوں میں جہاں لنگھ کافی تعداد میں آباد ہیں اعلیٰ زمینوں کے مالک ہیں خوش حیثیت ہیں۔ اور دوسرے قبائل کاوٹ کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور میدان جنگ میں کافی جنگجو لا سکتے ہیں۔ وہاں ان کی معاشرتی حیثیت اعلیٰ درجہ کی ہے اور لنگھ کہلاتے ہیں۔ لیکن ان علاقوں میں جہاں ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ ٹکڑے ہوئے ہیں۔ مختلف قبائل کے سائے میں مزدوری کرتے ہیں اور زمینوں کے مالک نہیں ہیں لانگیا لانگے کہلاتے ہیں اور درجہ دوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور بڑے قبائل کے رحم و کرم پر ہیں۔ اپنی قبائلی تنظیم کی کمزوری کی وجہ سے ان میں مشکوک نسل کے لوگ شامل ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لانگیا لانگے لنگھوں کے معروف قبیلہ سے بالکل علی تعلق نہ رکھتے ہوں۔ یہ کوئی مشکوک نسل کا گروہ ہو جسے بلوچ لانگیا لانگے کے نام سے پکارتے ہوں یا یہ نلی آریاؤں کے واسو قبائل ہوں جو آریا بلوچ اپنے طویل سفر میں اپنے ساتھ لیکر بلوچستان میں وارد ہوئے ہوں۔ اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے لیکن جو کچھ بھی ہے اب لانگے یا لانگیا کی معاشرتی حیثیت میں ہر حال میں اضافہ ہونا چاہیے اور ان کی زندگی کے شب و روز میں یقیناً "تبدیلی لائی جانی چاہیے۔ اور یہ تبدیلی بہتری کی طرف ہو۔ اور انہیں نفرت کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔

ضمیمہ نمبر 3 لنگاہوں کی اصل کے بارے میں مستشرقین اور علماء کی رائے

۱: سر رچرڈ برٹن

سر رچرڈ برٹن مشہور مستشرق گذرے ہیں انہوں نے زندگی کا طویل عرصہ سندھ اور ملحقہ علاقوں میں بسر کیا۔ سال ۱۸۵۱ء میں انہوں نے سندھ پر ایک کتبہ تصنیف کی جس میں سندھ کی تاریخ و جغرافیہ اور سندھ میں جو قومیں آباد تھیں اس پر اپنا حاصل مطالعہ کو کتابی صورت دیدی اس کتاب کے آخر میں انہوں نے خالص سندھی الاصل قبائل کی ایک فہرست دی ہے اس میں لنگاہ کو بھی درج کیا ہے۔ سندھ کے لوگ خالص سندھی لوگوں کو جن کا تعلق باہر سے آئے ہوئے عربی الاصل، افغانی الاصل، ایرانی الاصل اور ترکی الاصل قبائل سے نہ ہو ملک کے نام نہی سے پکارتے ہیں۔ سر رچرڈ برٹن کے خیال میں لنگاہ سلت ہیں۔

۲: ہنری جارج ریورٹی

ہنری جارج ریورٹی افغانوں اور بلوچوں کے بارے میں اتھارٹی شمار ہوتا ہے۔ نیز وہ ملتا ہوا مستشرق (Orientalist) تھا اس نے اپنی معروف تصنیف نوٹس آن افغانستان اینڈ بلوچستان شائع شدہ ۱۸۷۸ء میں لنگاہوں کو جاٹ قرار دیا ہے۔ اس کی تحقیق کے مطابق امیر تیمور کے حملے کے بعد ہندوستان میں طوائف العلوی کی قائمہ اٹھاتے ہوئے جاٹوں کے قبیلہ لنگاہ نے ملتان اور اچ پر قبضہ کر لیا اور وہاں ان کی چار پشتیں حکمران رہیں۔

۳: سرو لنز لے ہیگ

برصغیر کی تاریخ پر معروف اتھارٹی سرو لنز لے ہیگ نے اپنی تصنیف کیمرج ہسٹری

آف انڈیا میں لنگاہوں کو افغان قرار دیا ہے وہ اس رائے میں فرشتہ سے متاثر معلوم ہوتا ہے۔

۴: شیخ صادق علی شیر علی انصاری

شیخ صادق علی شیر علی انصاری سندھی عالم ہو گزرے ہیں۔ جو بلوچستان اور سندھ کی مسلمان اقوام پر اتھارٹی شمار ہوتے ہیں۔ ان کی اس موضوع پر تصنیف سال ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی اس میں انہوں نے سندھ کے حکمران قبیلہ سمہ کی تمام شاخوں کی فہرست دی ہے جس میں لنگاہوں کو بھی سندھ کے سابق حکمران قبیلہ سمہ کی ایک شاخ قرار دیا ہے۔

۵: ای. او. اوبرائن

اوبرائن معروف مستشرق، انتظامی آفیسر ہو گزرا ہے۔ جس کا زیادہ وقت سرگودھا، مظفر گڑھ، ملتان اور بہاولپور کے اضلاع میں ملازمت کے سلسلہ میں گزرا اور جو سرائیکی زبان کا مسلہ عالم تھا۔ اس نے گزٹ مرتب کرتے وقت لنگاہوں کے بارے میں اس طرح تحریر کیا ہے "زراعت پیشہ لوگوں کا ایک قبیلہ جو ملتان اور مظفر گڑھ میں رہتا ہے یہ اصلاً افغان تھے جو علاقہ سبی ڈھا ڈھر سے ملتان بغرض تجارت آئے رپڑی تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کے گرد آباد ہو گئے۔ امیر تیمور کے حملے کے بعد طوائف العلوی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ملتان پر قابض ہو گئے۔ اور ملتان پر اسی ۸۰ سال حکومت کی ان کے دور میں بلوچ کافی تعداد میں مظفر گڑھ ملتان اور ڈیرہ جات میں بلوچستان سے آکر آباد ہو گئے۔"

۶: ایچ اے روز

روز (Rose) جو قبائل پنجاب کے بارے میں اتھارٹی شمار ہوتا ہے۔ اپنی معروف تصنیف گلاسری آف ٹرائبز آف پنجاب اینڈ سرحد میں لنگاہوں کو جٹ قرار دیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ آج کل لنگہ شجاع آباد تحصیل میں شجاعت پور اور تحصیل لودھراں کے کئی دیہات میں آباد ہیں۔

۷: شیخ عبدالحق محدث دہلوی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو لنگاہوں کے دور حکومت کے نزدیکی زمانے کے عالم تھے اپنی تصنیف تاریخ حق میں لنگاہوں کو بلوچ قرار دیتے ہیں۔ جو سندھ سے اپنے سردار بدھن خان کی سرکردگی میں آج آئے جہاں انہوں نے اپنے ساتھیوں اور قبیلہ کے افراد کو اکٹھا کیا اور ملتان پر حملہ کر کے سال ۱۱۳۳ھ میں خاناناں کے آدمیوں کو نکال کر قبضہ کر لیا اور سلطان محمود شاہ کے نام سے سولہ سال حکومت کی محدث صاحب کے مطابق یہ بدھن خان بانی سلطنت لنگاہ تھا۔

۸: ایف کنگھم بیرسٹریٹ لا

سال ۱۸۷۰ء ۱۸۷۳ء میں کنگھم صاحب نے ڈیرہ غازیخان کے گزٹیر کو مرتب کرتے وقت لنگاہوں کو جاٹ قرار دیا تھا۔

۹: سید اولاد علی شاہ گیلانی

گیلانی صاحب موصوف اپنی موقر تصنیف مرقع ملتان میں لنگاہوں کی اصل کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں۔ ”بعض لوگوں کی رائے میں لنگاہ ملک سندھ کے راجپوت ہیں ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ قوم عرب النسل ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ قوم پتوار کی شاخ ہے کچھ بھی ہو لنگاہ ایک اولوالعزم اور بہادر قوم ہو گزری ہے۔“

ضمیمہ نمبر 4

لنگاہوں کے عہد پر ایک نظر
از مولانا نور احمد خان فریدی

لنگاہ غاصبانہ حیثیت سے اس ملک کے مالک بنے تھے۔ لیکن جب ان کا تسلط قائم ہو گیا تو انہوں نے اپنے آپ کو نہایت مدبر اور منتظم ثابت کیا۔ سلطان قطب الدین اور سلطان حسین خان اول میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو کامیاب سلاطین میں ہونا

ضروری ہیں۔ انہوں نے اپنے اخلاق سے رعایا کا دل موہ لیا تھا۔ اور وہ لوگ جو انہیں
 غائب اور اپنا دشمن سمجھتے تھے بہت جلد ان پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہو گئے تھے۔
 سلطان حسین خاں نے کلا بلخ سے ٹھکر تک بلوچوں کی بفریٹ قائم کر دی تھی۔
 جس سے وہ نہ صرف مغربی حملوں سے محفوظ ہو گیا تھا۔ بلکہ ایک ایسی شجاع اور بہادر قوم
 اس کے ہاتھ آگئی تھی جو ضرورت کے وقت سینہ سپر ہو جاتی تھی۔ اور یہ قوم لنگھوں کے
 آخر عمد تک ٹھس اور وقار رہی ہم دیکھتے ہیں کہ جب محمود خاں لنگہ مرزا شاہ حسن
 سے ٹکر لینے کے لئے لہان سے روانہ ہوا ہے۔ اس وقت ۸۰ ہزار تیغ زن کا لشکر جرّار
 اس کے جلو میں تھا۔ اور ان میں زیادہ تر رندیت کو رائی، دودائی اور چاندیہ بلوچ تھے۔
 افسوس ہے کہ اس خاندان میں سلطان حسین خاں اول جیسا پھر کوئی مدد پیدا نہ ہوا۔ اور
 لنگہ امراء نے اپنے فرض کا احساس نہ کیا۔ نہ صرف یہ کہ وہ عیاش تھے بلکہ تنہوں نے
 ظلم و ظہیان کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ دن ماڑے راہ چلتوں کو قتل کر دیتا ان کا عام شیوہ تھا۔
 ساتھ ہی ان کے دماغ میں کبر و نخوت کی ہوا بھر گئی تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ
 یہ خاندان جس سرعت سے ابھرا تھا، اتنا جلد فنا ہو گیا۔ یہاں تک کہ سلطان حسین خاں کا
 ٹھک بوس مقبوض بھی مولراج کے زمانے میں بارود سے اڑ گیا۔ اس میں تمام اکابر لنگہ دفن
 تھے۔ آج لہان اپنے وسیع و عریض قبرستانوں کے بلوجود اس خاندان کی قبریں تک
 دکھانے سے قاصر ہے۔

تمت بالحقیر

- (۱۲) منتخب التواریخ از عبدالقادر بدایونی (مکتبہ ایڈیشن)
 (۱۳) مائثر الامراء از مصمص الدولہ شاہنواز خان (مکتبہ ایڈیشن)
 (۱۴) فرهنگ ادبیات فارسی دری از دکتر زہرا خانلوی کیا، اشتہارات بنیاد فرهنگ ایران
 اردو مطبوعہ و پنجابی مطبوعہ

- (۱) تاریخ معصومی از میر محمد معصوم بکمری تصحیح و حواشی ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ترجمہ از اختر رضوی (سندھی ادبی بورڈ ایڈیشن)
 (۲) تاریخ سندھ از مولانا ابو ظفر ندوی (لکھنؤ ایڈیشن)
 (۳) تاریخ سندھ از مولانا غلام رسول مر (سندھی ادبی بورڈ ایڈیشن)
 (۴) تاریخ سندھ از اعجاز الحق قدوسی
 (۵) طبقات اکبری المعروف تاریخ نظام الدین از خواجہ نظام الدین احمد بخشی ترجمہ و ترتیب محمد ایوب قادری (اردو سائنس بورڈ ایڈیشن سال ۱۹۹۰)
 (۶) اخبار الاخبار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مولانا محمد فاضل مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
 (۷) تذکرۃ اولیائے چشت از خلیق احمد نظامی (پاکستان ایڈیشن)
 (۸) شیر شاہ سوری از کاکار جُن قانونگو (لاہور ایڈیشن)
 (۹) ملتان ماضی حال کے آئینہ میں از سید سبطین گیلانی ۱۹۹۳ء بیکن بکس
 (۱۰) تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی (پہلا ایڈیشن)
 (۱۱) فتوح البلدان (نفس الکیڈی کراچی ایڈیشن)
 (۱۲) عرب اور ہند کے تعلقات از مولانا سید سلیمان ندوی (لکھنؤ ایڈیشن)
 (۱۳) مرقع ملتان از سید اولاد علی شاہ گیلانی (پہلا ایڈیشن سال ۱۹۳۵ء)
 (۱۴) پنجابی ادب کی مختصر تاریخ از قریشی احمد حسین احمد قلعہ داری ۱۹۶۳ء ایڈیشن
 (۱۵) پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء از سید سبط حسن ۱۹۷۷ء ایڈیشن (مکتبہ دانیال)

- (۱۶) اولیائے بہاولپور از سید مسعود حسن شہاب اردو اکیڈمی ۱۹۸۳ء ایڈیشن بہاولپور
 (۱۷) اولیائے ملتان از سید اولاد علی شاہ گیلانی ۱۹۶۳ء سک میل لاہور ایڈیشن
 (۱۸) کافیاں شاہ حسین مجلس شاہ حسین ۱۹۶۶ء ایڈیشن
 (۱۹) کے فرید۔ دوہے حضرت فرید الدین شکر گنج ترجمہ شریف کنجاہی (لوک ورثہ ایڈیشن
 سال ۱۹۷۸ء)

(۲۰) قصہ ہیر رانجھا از دمودر (پاکستان پنجابی ادبی بورڈ ایڈیشن)

(۲۱) ہنس کاگ از بابا بدھ سنگھ

(۲۲) درہ بولان از یعقوب شاہ مقالہ بلوچی دنیا ملتان شمارہ جون ۱۹۹۳ء

(۲۳) تاریخ بلوچستان از لالہ ہتورام (بلوچی اکیڈمی ایڈیشن)

سندھی مطبوعہ

(۱) سمن جی سلطنت از غلام محمد لاکھو پاکستان مشدی سنٹریونیورٹی آف سندھ

(۲) مقالہ رجال السند شہید مخدوم بلال سندھی از غلام محمد لاکھو، ماہانہ السند، اسلام آباد
 شمارہ مئی ۱۹۹۳ء

(۳) تاریخ ہند سومرا و سمان دور از عبدالغنی عبداللہ سال اشاعت ۱۹۸۳ء

انگریزی مطبوعہ

اہم انگریزی ماخذ

1. 'The Geographical Dictionary of Ancient and Medieval India' by Nando Lal Dey.
2. 'Notes on Afghanistan and Baluchistan' by Henry George Raverty, Gosha-e-Adab edition.
3. 'Search Lights on Baloches and Balochistan' by Justice Mir Khuda Baksh Bijrani Marri Baloch; First Edition 1974.
4. 'Annals and Antiquities of Rajasthan' by Col Tod. (First Edition)
5. 'Sind' by Sir Richard Burton (Lahore Edition)
6. 'Baluchistan District Gazetteers Series of 1908.
7. 'Cambridge History of India' by Sir Wolseley Haige.
8. 'Punjab States Gazetteer Series.
9. 'Punjab Castes' by Denizel Ibbetson
10. 'Punjab During Sultanate' by Bakshish Singh Nijar (Pakistan Edition)
11. 'History of India As Told by Its Historians' by Eliot and Dawson Vol. 1st (Pakistan Edition)
12. 'Tarikh-e-Farishta' by Mohammad Qasim Hindu Shah Farishta, Vol. 4 (Brig's translation)
13. 'Sher Shah' by Kalka Ranjan Qanungo (Pakistan Edition)
14. 'Shershah' by Hussain Khan.
15. 'Spread of Learning in India' by N.N Law. First Edition.
16. 'Multan and Its Architecture' by Ahmad Nabi Khan.
17. 'Ancient History of Multan' by S.M. Latif.
18. 'History of Punjab' by S.M. Latif.
19. 'Long Man Greens History of India'.

20. 'Muslim Rule in India' by Dr. Ishwari Parshad (Pakistan Edition).
21. 'Archeological Survey of India' Vol. V by A. Cunningham.
22. 'Ancient Geography of India' by Cunningham.
23. 'Indica' (Tahqiq-ul-Hind) by Albaruni translation by Sachu (Sh Mubarik Ali's Edition).
24. 'Glossary of Tribes of NWFP and Punjab' by H.A. Ross and Ibbeston.
25. 'Multan District Gazeteer of 1926'.
26. 'Muzaffar Garh District Gazeteer of 1908.
27. 'Dera Ghazi Khan District Gazeteer of 1893-97.
28. 'Songs of Sheikh Farid (The Sloaks)' by Earnest Trump.
29. 'Punjab's Sufi Poets' by Lajwanti Rama Krishna.
30. 'Oriental Biographical Dictionary' by T.W. Beal (1894 Edition).
31. 'The Pathans' by Olaf Caroe (1958 Edition).
32. 'History of India Under Babar and Humayun' by W. Erskine.
33. 'Notes on Tribes and Races of Punjab and NWFP' by A.W. Pitcher.
34. 'Chronology of Ancient India' by S.N. Pandey.
35. 'Ancient Races of Baluchistan, Punjab and Sind' by S.B. Sarkar.
36. 'History of Medieval India' by Ishwari Parshad.
37. 'Dynastic History of Northern India' by H.C. Ray.
38. 'History of the Arghuns and Tarkhans of Sind' by M.H. Siddiqi 1972 Edition.
39. 'Pakistan Historical Society's Journal' July 1964.

۱۹ - ۲۰ - ۲۷ -
 ۲۹ - ۳۰ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ -
 ۸۸ - ۹۱ - ۱۱۳ - ۱۱۸ -
 ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۷ - ۱۳۱ - ۱۳۵ -
 ۱۳۶ -

دریائے سندھ - ۲۸ - ۲۹ -
 ۹۲ - ۱۰۵ -

دریائے چناب - ۲۸ - ۱۰۵ -
 دریائے راوی - ۵۶ - ۵۷ -
 دریائے ستلج - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ -
 درگاہ حضرت یوسف شاہ گردیز - ۸۳ -
 دریائے جہلم - ۹۲ -
 دیپالپور - ۹۵ -

دشت بے دولت - ۱۵۵ - ۱۵۶ -
 دشت گوران - ۱۵۷ -

دھ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ -
 دھکوٹ - ۱۰۵ - ۲۷ - ۲۹ - ۳۰ -
 ۱۰ - ۱۰۷ -

ڈیرہ اسماعیل خان - ۳۰ - ۳۱ - ۱۰۵ -
 ڈیرہ فتح خان - ۳۱ - ۳۲ - ۱۰۵ -
 ڈیرہ غازی خان - ۳۰ - ۳۱ - ۱۰۵ -
 ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۴ - ۱۲۵ -

ڈیرہ آور - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ -
 ۱۳۸ - ۱۳۳ - ۱۰۷ - ۱۰۵ -

ڈھڑ -
 ڈھاڈھر - ۱۰۸ - ۱۱۱ -

رپڑی - ۷ - ۱۱۱ -

ج

جسلیمر - ۱۶ - ۱۰۵ -

جون پور - ۲۷ - ۳۲ - ۱۵۳ -

جھ (نوشہ) - ۲۹ - ۱۱۱ -

جام پور - ۹۵ - ۱۰۵ -

جنوبی پنجاب - ۱۱۲ -

جانا - ۱۵۶ -

جھ

جھنگ - ۱۰۵ - ۱۱۹ - ۱۳۸ -

جھلوان - ۱۵۷ - ۱۵۶ - ۱۵۷ -

ج

چنیوٹ - ۲۵ - ۲۸ - ۱۰۶ -

۱۱۰

چانڈو کا - ۱۵۷ -

چاغی - ۱۵۸ - ۱۵۳ -

چغای - ۱۵۵ -

چھ

چھپر - ۱۵۷ -

ج

حلب - ۱۲۵ - ۱۵۳ -

خ

خوشاب - ۲۵ - ۹۲ -

خراسان - ۳۱ - ۱۲۶ -

خاران - ۱۵۶ -

د

دہلی - ۲ - ۸ - ۱۶ - ۱۷ -

سندھچا - ۵۷ - ۵۷
 سیورائی ۵۹ - ۵۹ - ۵۹ - ۵۹ - ۵۹ - ۵۹
 ۱۱۰ - ۶۵
 شتج - ۶۸ - ۹۶ - ۹۷ - ۱۳۸
 سون - ۹۷
 سکھر - ۹۷
 سندھ ساگر - ۱۰۵
 سروان - ۱۵۲ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷
 سرگودھا - ۱۶۱

ش

شور کوٹ - ۲۲ - ۲۵ - ۲۸
 ۳۱ - ۳۵ - ۳۷ - ۵۵
 ۵۶ - ۱۰۵ - ۱۰۶
 ۱۰۷ - ۱۱۰ - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۶ - ۱۳۷
 شال - ۵۸
 شمس دروازہ - ۷۹
 شجاعت پور - ۱۰۰ - ۱۵۳ - ۱۶۱
 شجاع آباد - ۱۰۶ - ۱۵۳
 شہر سلطان - ۱۱۰
 شیراز - ۱۲۸

ض

ضلع مظفر گڑھ - ۲۹ - ۱۰۵

ع

علی پور - ۱۰۵
 عراق - ۱۲۷

غ

غزنی - ۳ - ۳
 غور - ۵۷

روہڑی - ۹۲ - ۹۹
 روہ - ۹۲
 راوی - ۹۶
 راجپوتانہ - ۹۸
 راجن پور - ۱۰۵
 رودنگی - ۱۵۷

ز

زمیند آور - ۵۷ - ۷۷

س

سنبھا پور - ۲

سندھ - ۲ - ۲ - ۲ - ۲ - ۲
 ۳۲ - ۵۷ - ۵۸ - ۷۰ - ۷۷
 ۷۸ - ۸۳ - ۸۵ - ۸۸
 ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۸ - ۱۰۶
 ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۷
 ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۷
 ۱۳۷ - ۱۵۱ - ۱۶۰ - ۱۵۲
 مہی - ۸ - ۵۶ - ۵۸ - ۶۲
 ۱۰۸ - ۱۵۲ - ۱۵۳
 ۱۵۸ - ۱۶۱

سیوی - ۸ - ۱۶ - ۱۷

سیوستان - ۹

سرہند - ۱۹ - ۳۲ - ۹۱

سندھ ساگر دواب - ۲۶ - ۲۹

سیت پور - ۲۹ - ۳۳ - ۷۷

ساگر گڑھ - ۱۰۵ - ۱۰۷

۱۱۰

سروائی - ۳۳

ست گرہ - ۵۷ - ۹۳ - ۹۵

ساہیوال - ۵۷

ف

فتح پور - ۵۹ - ۹۶ - ۱۱۰

ق

قندھار - ۵۷ - ۵۸ - ۸۹

۱۵۶

قصبہ و سید گجرات - ۹۹

قلات - ۱۵۲ - ۱۵۵ - ۱۵۶

۱۵۸

ک

کسیا پورہ - ۱ - ۲

کاشپ پورہ - ۲

کشپ پورہ - ۲

کوٹ کروڑ - ۲۶ - ۱۰۷ - ۱۱۰

کوه سلیمان - ۲۹ - ۹۲ - ۱۰۵

کشمور - ۲۸ - ۱۰۵

کنڈائی - ۵۹ - ۱۱۰

کابل - ۶۱ - ۸۹

کشمیر - ۹۱

کچھی - ۹۲ - ۱۵۲ - ۱۵۶

۱۵۷

کوٹ قبولہ - ۹۲ - ۹۵

کروڑ - ۹۶

کشمور - ۲۹

کونہ - ۱۵۶

کولاولا - ۱۵۶

کالاباغ - ۱۶۳

گ

گجرات - ۳۴ - ۱۰۶ - ۱۲۶

۱۳۷

گورگینا - ۱۵۵

گھ

گھارہ واه - ۶۹ - ۷۰

ل

لاہور - ۳ - ۲۹ - ۵۵ - ۶۶

لاہور - ۸۹ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۵

لاہور - ۹۷ - ۱۲۸ - ۱۳۰ - ۱۳۱

لیہ - ۲۶

لاکھڑا - ۵۷

لوہاری دروازہ ۸۱

لکھی جنگل - ۹۵

لوہراں - ۱۰۵ - ۱۰۶

لس بیلا - ۱۵۲ - ۱۵۶ - ۱۵۸

لجی کاریز - ۱۵۹

م

ملتان - ۱ - ۲ - ۳ - ۴ - ۵

ملتان - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۵

ملتان - ۱۶ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۵

ملتان - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱

ملتان - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۵۱

ملتان - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵

ملتان - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵

ملتان - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۷۰ - ۷۱

ملتان - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶

ملتان - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۱ - ۸۹

ملتان - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴

ملتان - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۱۰۵

ملتان - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۰

ملتان - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۵

ملتان - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰

دژھ - ۱۵۷

۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۸ -

۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۸

۱۶۰ - ۱۶۱ -

ہنس پورہ - ۲

مولا سٹھان - ۲

ہندوستان - ۲ - ۳ - ۴ - ۱۶ - ۳۲

کران - ۲ - ۴۹ - ۱۵۶ - ۱۵۷

۱۶۰ - ۹۱ - ۶۰ - ۳۶ - ۳۳ -

۱۵۸ -

ہرات - ۵۷ - ۵۸

منصورہ - ۳

ہالا - ۵۸ - ۵۸

مصر - ۳

ہب - ۱۵۶

مالوہ - ۱۶ - ۳۳

مستونگ - ۵۸

میرپور مٹیلو - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰

مومبارک - ۶۰ - ۶۵ - ۶۶

۷۸ - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۱۰ -

۱۳۳ - ۱۳۶ - ۱۴۱ - ۱۴۸

میانوالی - ۱۰۵

منگوج - ۱۵۲ - ۱۵۵ - ۱۵۸

مستونگ - ۱۵۵

ماراوا - ۱۵۵

منڈے حاجی - ۱۵۷

مانا تاوا - ۱۵۷

منظر گرہ - ۱۶۱

ن

نوشہ - ۶۶ - ۱۱۰

نال - ۱۵۵ - ۱۵۷

نوشکی - ۱۵۶ - ۱۵۸

و

ولہار - ۵۹ - ۱۱۰

وسط ایشیاء - ۳۳

وادی سندھ - ۱۵۴

فہرست اسماء مع صفحات

۱۔ آ

الہیرونی۔ ابوریحان ۱۵۰-۱۵۱

آذیتا۔ ۱

۱۔ ایرادودین نصرعمانی ۳

ابن رستہ ۳

ابوالباب منیبہ بن اسد قریشی ۳

اسماعیلی ۳

ابو فتح داؤد ۳

امیر تیمور ۸-۱۶۰-۱۶۱

ابوالفضل علای ۹

اسلام خان لودھی ۲۹

ارغون خان ترخان ۵۷

امیر نصری ترخان ۵۷

آبا کا خان ۵۷

ابوالفتح ارغون ۶۰-۶۱

اولس قرنی۔ حضرت ۶۹

اقبال خان نگاہ۔ ۵۰-۷۱-۱۳۳-۱۳۴

الغ خان خلجی ۸۴

ابراہیم لودھی سلطان ۸۸

اسماعیل خان دودائی بلوچ ۹۲

اعظم ہمایوں عرف ہمیت خان نیازی ۹۷

اکبر بادشاہ ۵۹-۶۰

ابراہیم فرید ثانی۔ حضرت ۱۴۰

امام حسن جمعیت ۱۲۵

احمد شاہ درانی ۱۵۷

ای اورائن ۱۶۱

ایچ اے روز ۱۶۱

ایف کنگھم بیر سٹریٹ لا ۱۶۲

الغویاد سرمندو نگاہ ۱۵۵

ب

بنو منیبہ ۳

بشاری مقدسی ۳

بنو امیر ۳

بہشتیش سنگھ نجر ۱۳

برام لودھی شاہوخیل ۳۸۰

بارک شاہ ۲۷-۲۸-۳۲

بہلول خان لودھی ۲۹

بلال پیر عمار الملک لومک ۴۲-۴۳

بابا احمد۔ ۶۰

بابا بادشاہ ۶۱-۷۱-۷۲-۸۸-۸۹-۹۰

بندہ ذہر ۶۶

بہلول رائے زادہ ۶۷

بخشو خان نگاہ۔ ۹۱-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷

۹۸-۹۹-۱۰۶

برہم جیت گوزا ۹۱

بابا فرید شکر گنج ۹۶

بی بی بگٹی دختر سلطان حسین نگاہ ۱۲۳-۱۳۱

ہنگی محمد غوث گیلانی اچوی۔ حضرت ۱۲۵-۱۳۱

ہباء الدین ہرانچی ۱۲۶

بابا رائے نگاہ احمد خان نگاہ ۱۵۱

بڈسن خان نگاہ ۱۲۶

بھ

بھٹی راجپوت ۷

پ

پرہلاد بھگت ۱

پیر محمد پوتا امیر تیمور ۳

پیر زادہ مراد بخش ۱۵۴

ت

حضرت امیر خسرو ۱۱۵-۱۱۹

تیور-۳-۵

حضرت ابراہیم فرید خانی ۱۱۹

حاجی شیخ عبد الوہاب بخاری ۱۲۴

آمار خان لودھی ۲۴-۲۸-۳۲

حامد کبیر بخاری-مخدوم ۱۲۴-۱۳۱

قوتی خان ولد چنگیز خان خاقان ۵۴-

حمید الدین حاکم مخدوم سلطان التارکین ۱۳۶-۱۲۳

حاجی رند ۱۵۵

ج

جللم بن شعبان اسماعیلی-۳

جام بایزید-۲-۳۱-۳۵-۳۶-۳۹-۵۰

جام ۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۶

جام ابراہیم-۲-۳۱-۱۳۲

جام نظام الدین عرف جام نندا-۳۱-۳۲-۵۶

۵۴-۵۸-۱۳۰-۱۷۰

جام فیروز سہ-۵۸

جام جیون ڈہر-۶۶

جماند ارشاد ۱۰۰

جانیان جمال گشت مخدوم بخاری ۱۲۳-۱۲۴-۱۳۱

جلال الدین قریشی-شیخ الاسلام-۱۲۶

جشن میر خدا بخش مری ۱۵۲

چ

چنگیز خان-۵۴-۸۴

چاکر خان رند ۹۳-۹۳-۹۵-۱۳۷

ح

حضرت بندگی محمد غوث گیلانی-۷-۲۴

حضرت غوث بہاء الدین ذکریا قریشی لسانی-۷

۸۲-۱۲۳

حاجی خان میرانی-۱۰۵

حاجی عبد الوہاب ۳۵-۱۰۰

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ۶۹-

حزہ بیگ ۹۹

خ

خان خاتان-۸-۱۹-۱۰۸-۱۳۵-۱۴۲

خان خاتان بملول خان لودھی-۱۹-۲۴-

خواجہ شمس الدین ماحونی ۸۳-۸۸

خواص خان-۹۱

خواجہ حافظ ۱۳۶

خواجہ نظام الدین احمد ۶۳

د

دارا اول بادشاہ ایران ۲

دودائی بلوچ ۲۵-۲۶

دولت خان لودھی ۵۴-۵۵

دوست میر آخور-۸۳

ڈ

ڈہر رحم خان ۱۳۳

ڈینیول اینبسن-سر-۱۵۳-۱۵۴

ذ

ذوالنون ارغون ۵۴-۵۷

ر

راجہ کبیرا-۱

رام چند رتی-۲

راجہ سنبھا-۲

راجہ ہرنکشپ-۲

بیت خان نیازی

۹۳-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲

یونج پلٹر ۱۵۲

ہنری جارج پلٹر ۱۶۰

ی-۷

یوسف شاہ گردیز - حضرت ۱۲۶۴

یادگار ناصر مرزا ۹۳

یار محمد یاری - مولانا ۱۳۷۷ ۱۲۷۷

سوانح مصنف

عمر کمال خان
۱۰ جنوری ۱۹۳۴ء بمقام ملتان شہر
جامعہ ملیہ اولیاء دہلی
عباسیہ ہائی سکول بمبئی پور ۱۹۵۰ء
پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۴۹ء
ایس ای کالج بمبئی پور ۱۹۵۲ء
ایمرسن کالج ملتان ۱۹۵۴ء
یونیورسٹی لاہور کالج لاہور ۱۹۵۷ء
۱۳ جنوری ۱۹۵۸ء
۱۹۶۲ء

نام۔
تاریخ پیدائش۔
ابتدائی تعلیم۔
میتھز۔
ادیب عالم۔
ایف اے۔
ڈگری۔
ایف ایل بی۔
ایڈووکیٹ صلحہ پٹنہری۔
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ۔

اعزازی عہدہ جات

صدر ہیم ۱۰ شافت ملتان
جنرل پیکرڈی پبلک لائبریری بارگ لائے خان ملتان
بانی صدر سرائیکی ادبی بورڈ ملتان
سیکرٹری پبلیکل پاکستان سرائیکی ادبی کانفرنس منعقدہ سال ۱۹۷۵ء بمقام ملتان
اعزازی پیکچر لاء کالج ملتان
نائب صدر ایڈووکیٹ فائونڈیشن پاکستان
نمبر ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن ملتان
سرپرست فلالی لیک ایسوسی ایشن ملتان

مصنف کی اہم تصانیف

برزبان انگریزی

- ۱۔ سدوزئی ان ملتان (سال ۱۹۶۷ء)
- ۲۔ ہسٹری آف جونیئر اینڈ ایڈوانسڈ ٹیچنگ آف ملتان (سال ۱۹۸۰ء)

برزبان سرائیکی

- ۳۔ نام اللہ دے (سال ۱۹۷۵ء)

برزبان اردو

- ۴۔ کل پاکستان سرائیکی ادبی کانفرنس کی روئیداد (سال ۱۹۷۵ء)
 - ۵۔ نواب مظفر خان سدوزئی شہید ملتان اور اس کا عہد (سال ۱۹۷۸ء)
 - ۶۔ سرائیکی رسم الخط کی مختصر تاریخ (سال ۱۹۷۶ء)
 - ۷۔ پبلک لائبریری بارگ لائے خان ملتان کی سو سالہ تاریخ (سال ۱۹۸۰ء)
 - ۸۔ قلمائے ملتان (۱۹۸۵ء)
 - ۹۔ لاہور ہائی کورٹ ملتان جج کی تاریخ (سال ۱۹۸۷ء)
 - ۱۰۔ کل پاکستان سندھی ادبی کانفرنس منعقدہ حیدرآباد کی روئیداد سال (۱۹۸۸ء)
 - ۱۱۔ بلوچ افغان تعلقات تاریخ کے آئینے میں (سال ۱۹۹۰ء)
 - ۱۲۔ ملتان داراں (سال ۱۹۹۱ء)
- دیگر بشارت تحقیقی مقالہ جات برزبان انگریزی اردو سرائیکی ملتان افغان ایران بلوچستان اور صوفی شعراء کے بارے میں: چرا
اخبارات میں شائع شدہ مجموعہ ۱۰۔

